

مئی 2017

جوابی



خواتین اور مردوں کی کھلی ہوئی رنجی کہانیوں کا دلچسپ ماہنامہ



جلد نمبر۔ 42 شمارہ نمبر 11

مادہ نمبر 2017

قیمت 90 روپے

عورت نمبر

پتہ نمبر 3202، غالب مارکیٹ، گلبرگ۔ 3

بانی۔ شہزادہ عالمگیر
مگران اعلیٰ۔ شہلا عالمگیر
چیف ایڈیٹر۔ شہزادہ اتش
جنرل منیجر۔ شہزادہ فیصل

آفس منیجر۔ ریاض احمد
فون۔ 0341.4178875
سرکیشن منیجر۔ جمال الدین
فون۔ 0333.4302601

مارکیٹنگ۔ کرن۔ ماہ۔ نور۔
ماہ۔ راجہ۔ سارا۔ زارا



ماہنامہ جواب عرض مئی 2017 کے شمارے عورت نمبر کی جھلکیاں

محبت مرنے نہیں سکتی

عارف شہزاد

6

زندگی بن گئے
ہو تم۔ ارسلان

عزت اور محبت

اے شہزاد

12

گلہ ستہ

میری باتیں سنہاں رہنا

انتظار حسین ساقی

18

زندگی کا پیار مل گیا

جرم کیا تھا

شاد رفیق سہو

28

ندامت کے آنسو

راگن نمبر

احمد حسن مریشی

53

عورت

کنول جی تنجا

58

معجزہ

ڈاکٹر محمد سارم

64

قسم ہے ان آنسوؤں کی

آسیہ اشرف آشو

34

اشکوں کی زبان جھو

ایم ندیم بھکر

76

گناہ سے توبہ

حنان مرید

78

مرکیوں نہ گئی

سعد سعدیہ

116

جنائیں باری
فیصل ندیم ساحل

میر احسن جمال کا شہرہ

نورینہ صدیق

120

چکچکساوہ

پالیا ہے پیار میرا

محمد ارشد

126

غیرت موسم
اے آرا حیلہ

خوابوں کا جہاں

اسما نصیب

100

انتظار کسی کے آنیکا

عدنان خان

179

مئی 2017

بلخ کی شہزادی

184

مجبور عورت

سونو نندن

112

ٹوٹے دل کی آواز

سحر خان

156

ماں کی بدعا

نثار حسرت

124

کالج کا یقین

ہبین یوسف

85

انتظار کسی کے آنیکا

عدنان خان

179

بلخ کی شہزادی

184

مجبور عورت

سونو نندن

112

ٹوٹے دل کی آواز

سحر خان

156

ماں کی بدعا

نثار حسرت

124

کالج کا یقین

ہبین یوسف

85

انتظار کسی کے آنیکا

عدنان خان

179

بلخ کی شہزادی

184

مجبور عورت

سونو نندن

112

ٹوٹے دل کی آواز

سحر خان

156

ماں کی بدعا

نثار حسرت

124

کالج کا یقین

ہبین یوسف

85

انتظار کسی کے آنیکا

عدنان خان

179

بلخ کی شہزادی

184

مجبور عورت

سونو نندن

112

عورت کے چار مقام اور ان کی فضیلت

دنیا میں ایک ضرب المثل ہے اس نے اتنا حسین چہرہ دیکھا کہ اس کا منہ کھلے گا کھلا رہ گیا اس ضرب المثل کی صداقت ماں اور اس کی شخصیت پر پوری اترتی ہے آپ اپنے منہ سے ماں کو پاکریں تو اس کا منہ کھلے گا کھلا رہے جائے گا کیونکہ ماں ہی ایک ایسی ہستی جو ہر زاویے سے اپنے آپ کو اور اپنی محبت کو منساکتی ہے یوں تو سب کی مائیں اللہ تعالیٰ نے بہت ہی اچھی بنائی ہیں مگر میں نے اپنی ماں کو سب سے نالا پایا ہے وہ میرے شکر کا ایک بکیر کے رکھے گئے حالات آج بھی ہوں یا رب ان کا خاموش اسلوبی سے مقابلہ کرنا تو کوئی ان سے لیکتا مفلسی اور تنگدستی میں اپنے بچوں کا محبت اور غلو صبر کے کھانے سے پیٹے بھرنے میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا میری ماں گھر کی صرف زینت ہی نہیں بلکہ روح تھیں اس نے اپنی بساط سے بڑھ کر مجھے محبت دی اور اپنے کندھوں پر میرے لاڈ بیار کا جوا بو اٹھایا اور اپنی سچی اولاد کو یکساں پیارا دیا جسکی رو بہتانے کا نہیں وہ اتنا رحمدل تھیں کہ بڑی سے بڑی لغزش پر بھی اپنی اولاد سے کسی غفلت یافتہ کا اظہار نہیں کیا تھا میری ماں کے اوصاف دیکھ کر اس بات کا پتہ چلتا تھا کہ ماں کے قدموں میں جنت کیوں رکھی گئی ہے اور مائیں کیسے ہونی چاہئیں اولاد کی تربیت کرتے ہوئے دلچیز کریں وہ فحش چیز کا وہ قول یاد آجاتا ہے جس میں انہوں نے کہا۔ آپ مجھے اچھی مائیں دیں میں آپ کو اچھی قوم دوں گا نعمتی میری ماں نے اپنی اچھی قوم والی خوبیاں اجاگر کر لی ہیں جب میرے لیے اپنے پیاری خوشبو عیسیری میں تو مجھے ماں اور پھول میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا ان کے چہرے کی نورانی مسکراہٹ کسی ولی اللہ سے کم نہ سمجھی وہ بے حد وسیع القلب ۔ وسیع الخيال تھیں اس جیسی بے حد نیک مروّت راست گو اور نیک خصلت مائیں بہت کم ملتی ہیں انہوں نے اپنی پوری زندگی کو اپنی اولاد کی تعلیم تربیت کو ایک مقدّس فریضہ سمجھ کر پورا کیا ایسی ماؤں کی خدمت کرنا اولاد کے لیے ایسے مفید ہے جیسے کھمت کی مالی نگانا مفید ہوتا ہے جب میں اپنی ماں کی قبر پر جاتا ہوں تو میرے بپتے ہوئے آنسو ماں سے محبت کی ترجمانی کر رہے ہوتے ہیں میری بد نصیبی سے کہ آج وہ میرے پاس نہیں ہیں میں آج جوان ہوں جنہیں زمانے بھر کی خوشیاں دینا چاہتا ہوں جو تمہاری نیلی نیلی آنکھوں میں موتیوں کی طرح پنک اٹھیں اور تمہارے سارے دکھ لینا چاہتا ہوں جنہیں اپنا کر سکوں میں کھو جاؤں میں تمہارے عم اور دکھ کے بیچ دنیا چاہتا ہوں تم میں ہم کو کر اپنا لمحہ تمہاری زندگی میں شامل کرنے کا تمنّا ہی ہوں آج تمہارے سب خواب پورے ہوئے ہیں مگر خدا کو پہناری ہو گئی ہیں تمہارے خیالوں سے میری روح تک مبک ابھی ہے ہر شاہم تمہاری یاد کا بلا تا ہوں تمہارے پیاری خوشبو آج بھی مجھے سنوادیتی ہے -----

ماں ایسا لفظ ہے جس کی گہرائی بہت بلکہ سمندر سے بھی زیادہ گہری ہے یاں جب ہم ماں کہتے ہیں لفظ ماں دل کی گہرائی سے ادا ہوتا ہے اور ماں مان ہوتا ہے ہر انسان کو ماں تو عظیم ہوتی ہے لفظ ماں اتنا میٹھا ہے کہ دل کو مناس اور سکون ملتا ہے تو ذرا سوچئے جب ہمارے سامنے ماں ہوتو کیسے ہمیں سکون نہیں ملے گا۔۔۔ خافہ گوئدل

اللہ تعالیٰ نے عورت کے چار مقام رکھے ہیں۔۔۔ پہلا مقام ماں کے قدموں تلے جنت رنجی ہے ماں کی دعا سے بڑھ کر کسی کی دعا قبول نہیں ہوتی میرے نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ کاش میری ماں ہوتی اور میں عشاء کی نماز کے لیے مصلیٰ پر ہوتا اور میں صورت فاتحہ شروع کر چکا ہوتا اور ت میرے گھر کا دروازہ کھلتا اور میری ماں کہتی۔ بیٹا محمد ﷺ۔ تو میں اس کی طرح نماز توڑ دیتا اس سے ماں کی عظمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ دوسرا مقام ماہن کا ہے۔ میرے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس کو اللہ نے دو بہنیں عطا کی ہوں اور بھائی نے ان کا حق ادا کر دیا آج کر بھائی باب کی وراثت میں بہنوں کو حصہ نہیں دیتے یہ ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ شراب حرام ہے۔ میرے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے بہنوں کا حصہ دیا ان کی شادی کی پھر شادی کے بعد بھی ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا تو اس کے لیے جنت واجب ہے۔ تیسرا مقام بیوی کا ہے۔ میرے نبی کریم ﷺ نے فرمایا بہترین مسلمان وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور فرمایا جو یہ چاہتا ہو کہ اس کا گھر جنت میں میرے گھر کے قریب ہو تو دو دو کام کرے ایک اپنے اخلاق کو اچھا کرے اور دوسرا اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے تجد پڑھے اور جہاد کرے بیوی سے اچھا سلوک کرے یہ فرمایا۔ بیویوں کے ساتھ تو کروں جیسا سلوک نہ کریں اور بیوی کو بھی تلقین فرمائی ہے چوتھا مقام بیٹی کا ہے۔ میرے نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس تین بیٹیوں کی شادی پورے حق کے ساتھ کی تو اس کے لیے جنت واجب ہوئی ایک صحابی نے پوچھا کہ اگر تین بیٹیاں نہ ہوں دو ہوں تو فرمایا اس کے لیے بھی جنت واجب ہے پھر پوچھا کہ اگر ایک ہی بیٹی ہو تو فرمایا کہ اس کے لیے بھی واجب ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے اہل خانہ کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

قارئین! میں گھر کی رونق اور رحمت ہوتی ہے جس گھر میں بنی نہیں اس گھر سے پوچھو بیٹیوں کی زندگی کے معاشرے میں بہت سی غریب بینیاں ہیں جو کہ خوشیوں کی خواہشوں کی تمنا اور امید لیے ہوئے وقت کے انتظار میں بوڑھی ہو جاتی ہیں مگر ان کی خواہشیں اور حسرتیں ان کے دل میں ہی رہ جاتی ہیں ان کے خواب ان کی آنکھوں میں ہی چکنا چور ہو جاتے ہیں اور وہ ساری زندگی اللہ سے رورود کر اپنے نصیب کا ٹکڑہ مانگتی ہیں۔ ہم مسلمان مجذوب کو تو دلہن بنا دیتے ہیں مگر مفلس کی بیٹی کنواری ہی رہ جاتی ہے۔ کاثر ان بیٹیوں کا نصیب بھی اچھا ہو ہم غریب بیٹیوں کی خوشی کے لیے جتنا بھی کریں کم ہے اور وہ ہماری نیکی سنائی نہیں جائے گی ہمارے نامہ اعمال میں ضرور لکھی جائے گی۔۔۔ اللہ سب کو یہ نیکی کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔۔۔

محبت مر نہیں سکتی

-- تحریر: عارف شہزاد۔ صادق آباد 03156736148



آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔

آج آپ لی بزم میں یہ جو کہانی میں نے سنی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے محبت مر نہیں سکتی رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے موت میں لے جاتا گا۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔

قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نواز سنے گا مجھے آپ کے کارائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پاس کسی کو منظر رکھنے کے لیے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کا نام نہیں دیا ہے یہ سب کچھ میں نے خود طبعیت سے انشا فیہ بنوئی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں۔

آج پھر ایک نئی سنواری "محبت مر نہیں سکتی" لکھنے پر آمادہ نہیں ہوتے!

لے کر آپ سب کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ امید ہے کہ یہ کہانی سچا ہے۔ مگر بہت پسند آئے گی۔

میں تمہارے علاوہ کسی اور سے شادی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ یہ میری کٹ منٹ اور خواہش ہے۔

میں بھی تمہارے علاوہ کسی اور سے شادی کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی۔ یہ میری زندگی کا سوال ہے۔

تم بہت جذباتی ہو رہی ہو کروں۔

اور تم بہت ظالم بن رہے ہو رحمان۔

پلیز کرن ملان جاؤ۔ میں کبھی تمہیں وہ خوشی نہیں دے پاؤں گا جو تم ڈیزر و کرنی ہو۔ میں حنا کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پلیز کرن تم بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ مر جائے گی میرے بغیر۔ پھر میں جی کر کیا کروں گا۔

عشق صادق ہے تو عقیدہ رکھ عارف!

کوئی بھی میری بات نہیں سنتا۔ میں چلی جاتی ہوں یہاں سے۔ اس کی جھنجھالی ہوئی سی آواز کانوں میں پڑی تو وہ مسکرا دیئے۔

سنو! کہیں نہیں جا رہی تم۔ ادھر بیٹھ کر میری بات سنو۔ وہ جو دروازے کے پاس کھڑی تھی۔ وہیں سے پلٹ آئی۔

کوئی میری بات نہیں سنتا۔ کسی کے پاس نام

ہی نہیں کہ مجھے اور کچھ نہیں تو اچھا سا مشورہ ہی دے دے۔ وہ جھنجھلا کر بولی۔ پونی جھلائی، آنکھیں گھمائی، ناک چڑائی وہ پریشان سی لگ رہی تھی۔

تو کہاں ہے وہ ملیجہ۔ اسے کہو سب کچھ چھوڑ کر آجائے کچھ دن تمہارے پاس رہے۔ انہوں نے مشورہ دیا۔

اسکے الزام چل رہے ہیں پایا۔ بالکل نامم نہیں اس کے پاس۔ ورنہ آپ جانتے ہیں مجھ سے زیادہ ایکسانڈ ہے۔ وہ اپنی عزیز ترین دوست کی حمایت کرتے ہوئے بولی۔

اچھا چلیں آپ بتائیں کے میرے لیے کیا حکم ہے۔ وہ ہمدرد گوش ہوئے۔

ابو مجھے پہلے دن کے ڈریس کا کمر سمجھ نہیں آ رہا کہ کس طرح کالوں۔ نہ ہی مجھے رحمان کی پسند کا کوئی اندازہ ہے۔

آج کل جو فیشن ہے اس طرح کا کوئی لے لو۔ انہوں نے اپنی سمجھ کے مطابق کہا۔

وہ تو ٹھیک سے لیکن۔۔۔ وہ کچھ کہتے کہتے رکی۔ وہ بغور اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ خیر چھوڑیں میں کل ثانیہ کو اپنے ساتھ لے جاؤں گی اور شاٹنگ رہ گئی ہے۔ وہ بھی کرلوں گی۔

ٹھیک ہے اس کام کو اب ختم کرو۔ چند دن تو باقی ہیں بس۔ انہوں نے کہا تو اس نے سر ہلا دیا اور زلمے سے بابہ نکل گئی اور وہ ایک گہری سوچ میں گم ہو گئی۔

میں اگرمسا نے آجی جایا کروں لاہمی ہے کہ تم مجھ سے پردہ کرو اپنی شادی کے دن اب نہیں دور ہیں میں بھی تریا کروں، تم بھی تریا کرو

بڑی مشکل ہے، یہ میرا دل ہے تم ہی کہو کیسے میں چپ رہوں ستانے کے منانے کے، یہ دن ہیں آزمانے کے ذرا سمجھا کرو دلبر، تمہیں میری قسم

یہی ہے میری مجبوری سہی جائے نہ اب دوری میرا کیا حال ہے کیسے بتاؤں میں ضم ز میں ہوگی تنگن ہوگا، تیرا میرا ملن ہوگا

میں اگر تم سے نظریں ملایا کروں لازمی ہے کہ تم مجھ سے پردہ کرو

میں دنیا سے چلا جاؤں ابھی نہ لوٹ کے آؤں

کر دگی کیا اکیلے تم بتاؤ دلرو با میں رب سے چھین لاؤں گی، تجھے اپنا بتاؤں گی

چلے گی سانس جب تک یہ نہ ہو گئے ہم جدا نہ اپنی یہ قسم نونے

جو رب روٹھے تو رب روٹھے میں اگر تم کو ملنے بلایا کروں

لازمی ہے کہ تم مجھ سے پردہ کرو اپنی شادی کے دن اب نہیں دور ہیں

میں بھی تریا کروں تم بھی تریا کرو یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو۔ نرمس بہن! پچھلے کئی

سالوں سے میں اور کرن یہ بات جانتے ہیں کہ رحمان کی شادی کرن سے ہی ہوگی اور آج تم کہہ

رہی ہو کہ رحمان کو سمجھانا پڑے گا۔ سارا خاندان والے یہ بات جانتے ہیں۔ تم میری بیٹی کو سارے

خاندان میں رسوا کرتا جاہتی ہو۔ وہ غصے سے چیخ سے گئے۔

نہیں بھائی جان۔ خدا کے لئے ایسا مت کہیں۔ کرن میری بھی بیٹی ہے۔ ماں بن کر پالا

ہے میں نے اسے۔

اگر ماں بن کر پالا ہے تو ماں بن کر سوچنا بھی چاہیے تھا۔

تم جانتی ہو وہ کس قدر حساس ہے۔ کتنے عرصے سے وہ رحمان کو اسی خیال کے ساتھ سوچتی

رہی ہے۔ رحمان اور ملیجہ کے علاوہ اس کا کوئی دوست نہیں۔ ان کے علاوہ وہ کسی پر اعتماد تک نہیں

کرتی۔ وہ صوفی پر ڈھسے سے گئے نرمس شرمندہ سی بیٹھی رہ گئیں۔ وہ رحمان کو جانتی تھیں۔ جو کرن

کا بہت اچھا دوست تھا۔ اس کا بہت خیال رکھتا تھا۔ لیکن یہ سب کچھ وہ اس کا کرن ہونے کے

تاٹے رہتا تھا۔ اس سے شادی کے ذکر پر وہ تڑپ اٹھتا تھا کہ کبھی اس سے شادی نہیں کرے گا۔

چپ چپ کیوں رہتی ہو کرن یہ نیاروٹ لگا رکھا ہے

قارئین! میں ہر دفعہ یہ بات بھائی سے کرنے کا سوچتی اور پھر رک جاتی۔ لیکن آج رات

رحمان کے دونوک انکار نے اور پھر صبح ہی صبح بھائی کے بات کرنے پر انہوں نے ہمت کر لی۔

لیکن ان کے رد عمل سے پھر پریشان ہو گئیں۔ بات کرو اس سے اور پھر مجھے بتانا کیا کہتا

ہے۔ نرمس نے رحمان سے بات کی۔ اسے کیسے

سمجھایا۔ ان کے گھر میں کیا ہوا۔ یہ تو وہ نہیں جانتے تھے۔ لیکن نرمس نے تاریخ طے کر دی تھی۔

اس دن سے رحمان کا رویہ ان کیساتھ اور کرن کے ساتھ بھی بدل سا گیا تھا۔ وہ کرن کے چہرے کو

آہستہ آہستہ دیکھتے تھے۔ وہ جو ایک نیا سوٹ لینے کے لیے اتنی پر جوش تھی۔ وہ اپنی شادی کے

ذخیروں شاپنگ بدلی سے کر رہی تھی۔ ایسے شخص کے ساتھ وہ بھی بھی اپنی بیٹی کی شادی کرنے کو تیار

نہ ہوتے۔ جو بد دلی سے ان کی بیٹی کو اپنا رہا تھا۔ لیکن بیٹی کی محبت نے انہیں چپ رہنے پر مجبور کر دیا تھا کہ شاید رحمان بعد میں کرن کی طرف پلٹ آئے۔

قارئین! کرن رحمان کو دل و جان سے پیار کرتی تھی اس پہ جان نچھاور کرتی تھی۔ مگر سنگدل

رحمان کسی اور بی لڑکی میں انٹرسٹ لے رہا تھا۔ کسی اور سے پیار کے چکر چلا رہا تھا۔ جو کرن

جیسی معصوم لڑکی کے لیے بہت بڑا دھوکہ تھا۔ قارئین کہانی کی طرف چلتے ہیں۔

ابو۔۔۔! آپ جائے پیس گئے۔ وہ کتاب پکڑے بیٹھے تھے جب کرن نے ان سے پوچھا۔

نہیں بیٹا دل نہیں کر رہا۔ یہ کہہ کر وہ اٹھ گئے۔ میں ذرا شوکت کی طرف جا رہا ہوں۔ تھوڑی دیر

تک آ جاؤں گا۔ وہ یہ کہہ کر باہر نکل گئے۔ اس نے اپنے لیے چائے کا ایک کپ بنایا اور

لے کر لاؤنج میں آ گئی۔ رحمان ایسا کیوں کر رہا ہے میرے ساتھ۔ بہت دنوں سے چلتا ہوا سوال

پھر سے ذہن میں ابھرا۔ نہ میری کال پک کرتا ہے نہ ہی اتنے دنوں سے مجھ سے ملنے گھر آیا۔

اس نے مجھ سے بالکل بھی شادی کے فنکشن کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ ثانیہ کا رویہ بھی کچھ

عجیب سا تھا۔ جیسے وہ یہ شاپنگ زبردستی کر رہی ہے۔ اور رحمان مجھے اگنور کیوں کر رہا ہے۔ اس کی

آنکھیں اتنی لال کیوں تھیں۔ جیسے وہ کئی دنوں سے سو نہ کا ہو۔ اس کے بال جو ہر وقت ٹیل کی

ترتیب میں بنے رہتے تھے۔ وہ بالکل بکھرے بکھرے سے کیوں تھے۔

کیا۔۔۔ کیا رحمان مجھ سے شادی کرنے پر خوش نہیں ہے۔ خود سے نیلے آخری

محبت اور عزت

-- تحریر: اے شہزادہ صادق آباد 03156736148



آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔

آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے سنی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے محبت اور عزت رکھا ہے۔ یہ ایک نئی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے موت میں لے جاتا گا۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔

قارئین کرام! اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پاسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطلقاً جس انتہائی خوبی جس کا مددگار ادارہ جواب عرض یا میرے مددگار۔

میں اپنی بیوی ہوں تو بھی جھوٹا ہے تم! آج برسوں بعد عزت کو سامنے دیکھ کر محبت کے دل میں انجانے خدشوں نے سر اُبھارا۔ یہ یہاں کیا کرنے آئی ہے؟ اب کیا لینے آئی ہے؟ میں نے تو برسوں پہلے اسے شکست دی تھی۔

شکست۔۔ میرے اندر سے آواز آئی۔ میں نے عزت کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ شکست کا لفظ سن کر اس کے لبوں پر استہزائیہ مسکراہٹ نظر آئی۔ یا شانند میرا وہم تھا۔ وہ تو خاموش کھڑی تھی۔

میں نے گڑ بڑا کر ادھر ادھر دیکھا، کوئی نہ تھا۔ یہ میرے اندر کی آواز تھی۔ جسے میں نے جھٹکتے ہوئے کہا۔ احسان تو دیر سے آئیں گے۔ میں نہیں چاہتی تھی کہ احسان اسے دیکھیں۔ وہ آنے والے ہیں۔ اس نے اطلاع دی یا بتایا۔ مگر ابھی میں کچھ کہنا چاہ رہی تھی۔ کہ احسان کی گاڑی کا بان بجا۔ میں حیران ہوئی ہوئی باہر پئی۔ میں

دن احسان مجھے کھانا کھلانے کے لیے باب باہر لے گئے۔ وہ مجھے بیٹھ اپنے گھر مخالف جگہ پر لے جاتے۔ اس دن شاید تخراب تھی۔ ہمیں ہومل سے نکلتے ہوئے کے بابا نے دیکھ لیا۔ احسان مجھے چھوڑ کر باباں گھر گئے تو ایک ہنگامہ ان کا منتظر تھا۔ بابا کا بے آہنگ بھی اٹل تھا۔ حسنہ یا حمیرہ۔ سیدی سادوی میرہ کے مقابلے میں احسان نے مجھے چنا اور بابا کا علم چھوڑ کر الگ رہنے لگے۔ بابا نے اتنا باق نہیں دلوای تھی اور احسان نے میرے کہنے پر باوجود حمیرہ کو طلاق نہیں دی تھی۔ گو کہ یہ کاٹا۔ دل میں تھا۔ ایک لاجواب اور سبق آموز آپ سب کی خدمت میں۔

بہانے ہیں دنیا جاری کے نے کس کا سکون لوٹا ہے ذہن ہے کہ زمانے میں غارف۔

والدہ بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھیں اور بابا نے ہی ان 5 بہن بھائیوں کو پالا تھا۔ بابا کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے احسان نے حمیرہ سے شادی کر لی۔

قتل گاہوں سے خوف کھا کر عارف عشق کب راستہ بدلتا ہے

تم ایسا کیسے کر سکتے ہو۔ میں چیخ پڑی۔ احسان شادی کے تین ماہ بعد مجھ سے معذرت کرنے آئے تھے۔ میں بابا سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اس لیے انہیں انکار نہ کر سکا۔

اور مجھ سے؟ میرے بارے میں نہیں سوچا؟ میں رونے لگی۔

احسان تو مجھ سے معذرت کرنے آئے تھے۔ ان کا خیال تھا تا کہ میں شاید ان سے بات نہیں کروں گی۔ مگر میں حسیہ چوہدری جس نے بھی زندگی میں ناکامی نہ دیکھی۔ زندگی کے اتنے بڑے اہم معاملے میں کیسے ہارے گی۔ وہ بھی سیدھی سادی حمیرا سے۔ میں نے احسان کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ مجھ سے شادی کر لے۔ محبت جیت گئی۔ احسان کے ایک دوست اور میرے گھر والوں کی موجودگی میں ہمارا نکاح ہوا۔ پاپا نے ہمیں ایک فرنشڈ اپارٹمنٹ لے کر دے دیا۔ اب احسان دن میں اکثر اور رات میں کبھی کبھی میرے پاس رہتے گئے۔

قارئین! ایک سال ہو گیا تھا۔ احسان بہت محتاط تھے۔ اس لیے ابھی تک کسی کو پتہ نہ چل سکا تھا۔ اس دوران میں ایک بیٹے کی اور حمیرہ ایک بیٹی کی ماں بن چکی تھیں۔

مجھے بھی یہ عشق کی پیاری نہ ہوتی اگر تم جوائی پیاری نہ ہوتی

قارئین! ایک دن احسان نے مجھے کھانا کھلانے پر بلے گئے۔ وہ مجھے ہمیشہ اپنے گھر سے مخالف جگہ پر ہی لے جاتے تھے۔ اس دن شاید قسمت خراب تھی۔ ہمیں ہوٹل سے نکلنے ہوئے ان کے بابا نے دیکھ لیا۔ احسان مجھے چھوڑ کر گھر واپس گئے تو ایک ہنگامہ ان کا منظر تھا۔ بابا کا لہجہ آج بھی اٹل تھا۔ حمہ یا حمیرا۔

سیدھی سادی حمیرا کے مقابلے میں احسان نے مجھے چنا اور بابا کا گھر چھوڑ دیا۔ بابا نے اسے طلاق نہیں دلوائی تھی اور احسان نے میرے کہنے کے باوجود حمیرہ کو طلاق نہیں دی تھی۔ گو کہ یہ کانا میرے دل میں تھا۔ مگر احسان اب مکمل طور پر میرے ساتھ تھے اور میرے لیے انھی اس سے بڑھ کر کیا تھا۔ احسان کی جاب اچھی تھی۔ اس لیے ہمیں کوئی مسئلہ نہ ہوا ہم نئی خوشی زندگی گزارنے لگے۔

قارئین! آہستہ آہستہ ہم ایک نسبتاً بڑے گھر میں شفٹ ہو گئے میرے دو بیٹے تھے۔ جس وقت احسان نے گھر چھوڑا، حمیرہ امید سے تھی اور اس نے دو جڑواں بیٹیوں کو جنم دیا تھا۔ یہ مجھے بعد میں پتہ چلا تھا۔ احسان کو میں نے محبت کے جال میں پھنسا یا تھا کہ وہ ادھر کا رشتہ ہی بھول گئے تھے۔ میں اپنی جیت پر بہت خوش تھی۔ احسان میرے تھے اور ہم ایک گھر پورا لائف گزار رہے تھے۔ تو پھر آج برسوں بعد میرے مضبوط قلب میں یہ دراڑ کیسی؟ اچانک جیت میں ہوش میں آ گئی۔ احسان حمیرہ کو گیت تک ہمعصر نے جا رہے تھے۔ وائس آف دے ٹائم تھے۔ میں نے وہ بونا اور پوچھنا چاہا۔ لیکن وہ اب نہ تھی۔

پندرہ دن ایسا پہن میں گزار گئے۔ میں

انتظار میں تھی کہ وہ کچھ بولیں۔ بالآخر ایک ہفتے بعد احسان نے دھماکہ کر دیا۔

کیا؟۔۔۔ یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟

کیوں نہیں ہو سکتا۔۔۔؟ آخر حمیرہ بھی تو اتنے برسوں اکیلی رہی ہے۔ احسان نے روکھے سے لبے میں جواب دیا۔

اود۔۔۔ تو اب آپ کو اس سے ہمدردی ہو رہی ہے۔ میں نے تنک کے جواب دیا۔

تم کچھ بھی سمجھو میری بیٹیوں کو میری ضرورت ہے۔ احسان یہ کہہ کر کمرے میں چلے گئے۔ احسان کے والد کی طبیعت خراب تھی۔ انہوں نے احسان کو بلایا تھا اور مرتے وقت آخری خواہش کے طور پر درخواست کی تھی کہ احسان اب تو بیٹوں اور حمیرہ کا سہارا بن کر رہیں کیونکہ حمیرہ اکیلی تھی۔ پچھوکا انتقال ہو گیا تھا۔ شاید دل میں ندامت کا احساس تھا۔ جو احسان بابا کی بات بلا چون و چرا مان لیا تھی۔

تمہارے پاس تمہارے بیٹے ہیں۔ احسان کمرے سے نکلے۔ تمہارے گھر والے ابھی تمہارا خیال رکھتے ہیں۔ مگر مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ میری بات ادھوری رہ گئی۔

بس حمہ اب اور نہیں۔ مجھے اپنی غلطی کا کفارہ ادا کرنے دو۔ احسان کا لہجہ عجیب سا تھا۔

کیا مطلب؟ میرے ساتھ آپ زبردستی رہ رہے تھے۔ اب حمیرہ کو چھوڑنا آپ کو غلطی لگ رہا ہے۔ احسان اتنے برسوں کی محبت اور ساتھ کو آپ زبردستی کہہ رہے ہیں۔ میں رو باہمی ہو گئی۔

تمہیں چاہیے کہ وہ اب بھی میری محبت ہی جیو میں اتنے عرصے سے گزار رہا۔ انہوں کو چھوڑ کر صرف

تمہاری خاطر اور تم نے مجھ سے محبت کم اڈو حمیرہ سے نفرت زیادہ کی۔ تم مجھے اپنی جیت کے طور پر نبھاتی رہیں اور وہ حمیرہ جس نے آج تک اپنا حق ہوتے ہوئے بھی کبھی مجھ سے کچھ نہیں مانگا۔

احسان لبے بھر رکے۔ لیکن اب اور نہیں۔ مجھے ایک بابا سے کیا ہوا وعدہ نبھانا ہے۔ اور اپنی بیٹیوں کے سر پر سائیاں بننا ہے۔ احسان نے اپنا سوٹ کیس اٹھایا اور باہر کی طرف قدم بڑھا دیے۔ احسان جا چکے تھے۔ اور آج برسوں بعد حمیرہ نے مجھے شکست دے دی تھی۔ اس کی سادی میری اداؤں یہ بازی لے گئی تھی۔ ساری بھول میری تھی۔ میں نے ایسے یہ ایک شادی شدہ مرد سے شادی کی اور حمیرا کی لائف بھی برباد کی اور مجھے تو اب زندگی بھر اکیلا اور تڑپتے رہنا ہے۔

سازگار ہیں اس طرح سے کچھ حالات دوستو دن بھی ہوا ہے اپنے لیے اب رات دوستو زندگی ہار گئی اور روز روز کے غموں سے مجھ کو ملی نہ پیار کی بھر سے خیرات دوستو وہ جس سے ہوا تھا رشتہ وفا کا استوار اس کو بری لگی ہے میری ہر بات دوستو میں جل رہا ہوں دکھ کے آلاؤں میں میری قسمت کی ہے بس یہی عنایت دوستو آئی جوان کی یاد تو اتنی چلی گئی جب چل پڑی ہے یادوں کی بات دوستو رکتا بھی کب ہے یہ بھلا آنسوؤں کا طوفان اب ہوتی ہے جب بھی پھر سے اشکوں کی برسات دوستو

گزری ہے عارف تمام زندگی چھو نہ پوچھیے جلتا ہی رہا ہوں ہجر کی آگ میں دن رات دوستو

جواب بارش کی نئی شاعرہ شام یہ جاوید شازی کی شاعری

جنے کی تمنا نہیں مجھ کو ذرا بھی
سانس لین بھی اب تو اک سزا گئی ہے
اپنے دل کا حال سناؤں بھی تو کسے
ساری دنیا ہی مجھے بیوقوفی ہے
کوئی مرزم نہیں ملتا میرے
درد کا شازی
اب تو موت ہی میرے زخموں کی
داہلی ہے

غزل

وہ محبت کی کچھ ایسی رکھتا ہے
مجھ سے زیادہ ہی میرا خیال رکھتا ہے
بتا کہے ہی میرا درد جان لیتا ہے
مجھ سے لے کر میری یاد

سنجال رکھتا
نہیں کے نال جاتا ہے میری سب
تخ باتوں کو
وہ دل کو جیت لینے میں کمال رکھتا ہے

شعر

محبت کی شطرنج میں وہ بڑا چال باز
نکلا شازی

اس نے دل کو مہرہ بنا کے ہم سے
زندگی ہی چھین لی
شازی یہ جاوید شازی۔ ڈنگہ

جو اداس ہیں تیرے ہجر میں
جنہیں بوجھ لگتی ہے زندگی
مرزم یوں انہیں دیکھ کر
تیرے مسکانے کا شکریہ
تیری یاد کسی باعث میں
میرے شعر و فنہ میں ڈھل گئی
کمال تھا تیری یاد کا
مجھے یاد آنے کا شکریہ
جو زمانے بھر کا اصول تھا
وہ اصول تو نے نبھادیا
یہ رسم ٹھہری ہے معتبر
مجھے بھول جانے کا شکریہ

غزل

کوئی خواہش میری تم بن پوری نہ ہوگی
تم ساتھ ہو تو کوئی خوشی اور غم نہ ہوگی
ماتا کہ زندگی کا سفر بہت طویل ہے
تم ساتھ ہو محسوس یہ دوری نہ ہوگی
بن جاؤ اگر تم کبھی زندگی جو میری
پھر اور دعا اتنی ضروری نہ ہوگی

غزل

جانے کیوں زندگی بھر لگتی ہے
سانس بھی لوں تو۔۔۔ کو بھولتی ہے
کیوں ہر بات کی تاثیر مجھ پر اتنی ہے
کوئی دعا بھی دے تو بد دعا لگتی ہے



مجھے کیسے یقین آئے
محبت تم نے بھی کی ہے
جنہیں جب بھی بھی دیکھا
سدا خوش باش پایا
ہمیشہ ہنستے رہتے ہو
کبھی روئے نہیں پایا
کبھی ٹھکن نہیں دیکھا
ہمیشہ مست رہتے ہو
محبت کرنے والوں پر
کبھی مستی نہیں چھائی
کبھی رونق نہیں آئی
نہ وہ مر سبز ہوتے ہیں
محبت کرنے والوں پر
ہمیشہ زرد ہوتے ہیں
تو پھر
کیسے
یقین کر لوں
محبت تم نے بھی کی ہے

غزل

یوں راہ وفا کی صلیب پر
دو قدم اٹھانے کا شکریہ
بد بخت تھا یہ راستہ
تیرے لوٹ جانے کا شکریہ

اور صنم تیرے لیے میں بنی
تیری کھٹک میرے کٹکن میں ہے
آنکھوں سے دل میں اتر کے تو میری دھڑکن میں
ہے
میرے یار، میرے پیار، تیری مہک میرے تن من
میں ہے
(A+B)

یہاں پل پل چلنا پڑتا ہے
ہر رنگ میں ڈھلنا پڑتا ہے
ہر موڑ پر ٹھوکر لگتی ہے
ہر حال میں چلنا پڑتا ہے
ہر دل کو سمجھانے کے لیے
خود سے لڑنا پڑتا ہے
کبھی خود کو کھونا پڑتا ہے
کبھی چپ چاپ کرونا پڑتا ہے
کبھی نیند نہ آئے پھولوں پر
کبھی کانتوں پر سونا پڑتا ہے
ملک عرفان موجھا۔ جلال پور پیر والا۔

آؤ کسی شب مجھے نوٹ کے بکھر تادیکیو
میری رگوں میں زہر بردائی اتر تادیکیو
کس کس ادا سے تجھے مانگا ہے خدا سے
آؤ کبھی مجھے جہنم میں سسٹا دیکھو
تیری تلاش میں ہم نے خود کو کھو دیا
تہیں چپ کے مجھے تڑپا ہوا دیکھو
ملک عرفان موجھا۔ جلال پور پیر والا۔
فون نمبر۔ 0302.3805509

قار کین! جیسا کہ آپ نے کہانی میں دیکھا۔
حسنہ نے اپنی لائف خود برباد کی۔ وہ جانتی بھی تھی
کہ احسان شادی شدہ ہے۔ پھر بھی اس نے اتنی
بڑی غلطی کی اور آج تنہا زندگی گزارنے پہ مجبور
ہے۔ وہ کہتے ہیں نا کسی کا گھر جلانے سے بھلا
کب اپنا گھر بستا ہے۔ میں آپ سب سے
قارئین کی رائے کا منتظر رہوں گا۔ خدا حافظ۔

عارف شہزاد۔ صادق آباد
☆☆☆☆☆☆☆☆
B۔ کٹکن پور کے نام!!!
آنکھوں سے دل میں اتر کے، تو میری دھڑکن
میں ہے
میرے یار، میرے پیار، تیری مہک میرے تن من
میں ہے
تیری قسم، ہاں تیری قسم
پیار بھی یہ ہو گا نہ کم
دلربا ہو گئے تیرے ہم
تیرے لیے ہی آئے ہیں ہم
تو ہے میرے جننے کی قسم
تو ہی تو میری شوخی شرم

رب میرا اب میرے ساجن میں ہے
آنکھوں سے دل میں اتر کے تو میری دھڑکن میں
ہے
میرے یار، میرے پیار، تیری مہک میرے تن من
میں ہے
میرے گیتوں کا جگن ہے تو
پیارا سا ہوں میں اور ساون ہے تو
شمندگی سی اک آگن ہے تو
تو میت ہے اور میں داہنی
تو راک ہے اور میں رانی

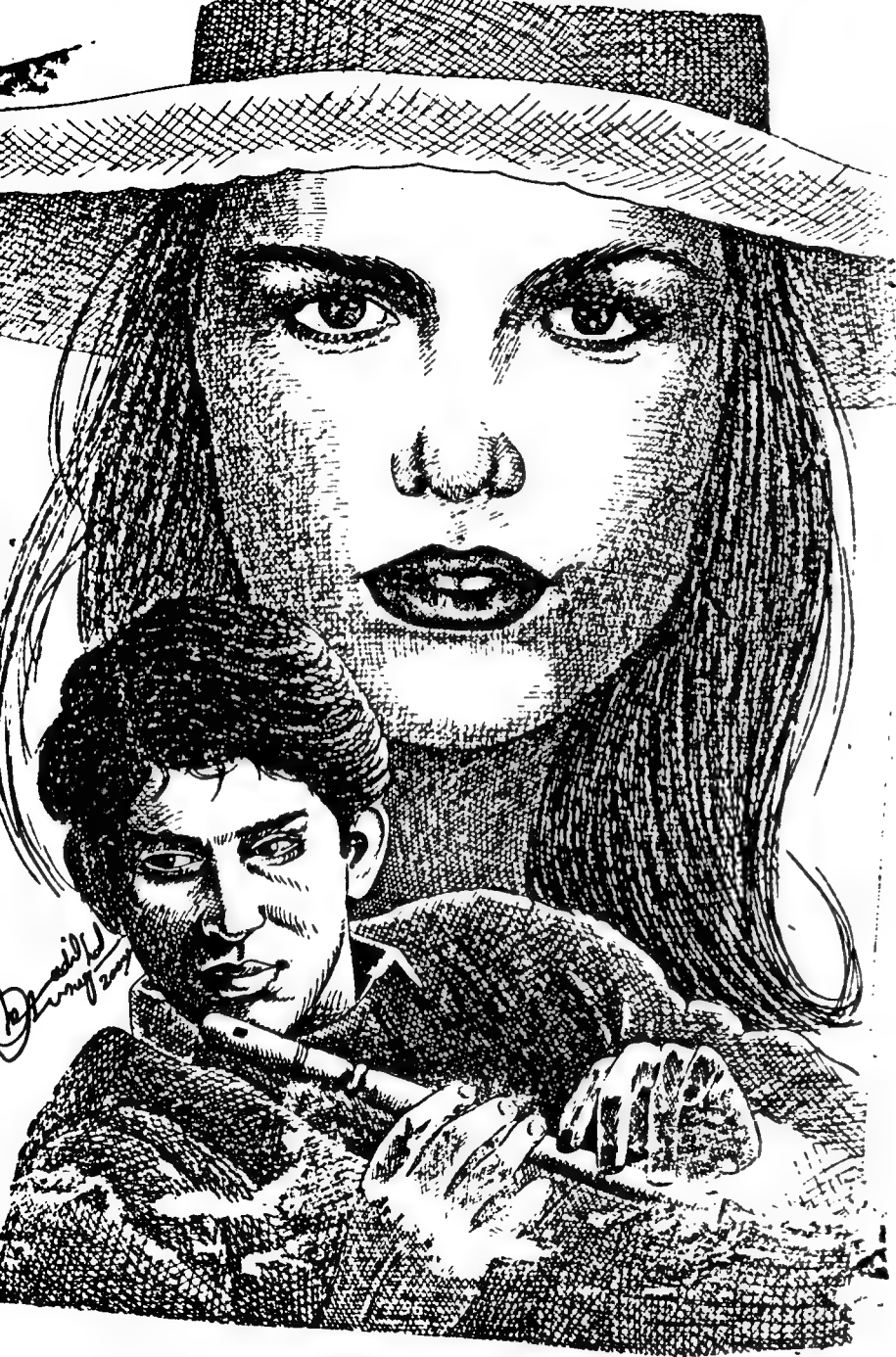
میری جیت سنہال رکھنا

--- تحریر: انتظار حسین ساس۔ تانڈلیانوالہ۔ 0300.6012594 ---

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔
آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے سنی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے میری جیت سنہال رکھنا رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے موت میں لے جاتا گا۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں نہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔

قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت نفس الثقافیہ

لوگ جو جیت جانتے ہیں میری غوریوں کو
پڑھتے ہیں۔ وہ تو بڑی اچھی طرح جانتے
ہوں گے کہ میں ایک رائٹر ہونے کے ساتھ ساتھ
ایک شاعر بھی ہوں۔ نگار اور تبصرہ نگار بھی۔
میری ہمیشہ یہ کوشش ہوتی ہے کہ اچھی سی اچھی
داستان آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کی جائے
اس لیے میں ہر دفعہ کوئی نئی داستان تلاش کرتا
رہتا ہوں جس سے قارئین کے لیے کوئی سبق
آموز باتیں ہوں میں آپ کو پہلے بتا چکا ہوں
میں ایک شاعر بھی ہوں تو اکثر شاعروں کی
جیس میرے پاس تبصروں اور رائے کے لیے آتی
رہتی ہیں۔ اب مجھ سے اپنی کتابوں کا تبصرہ
کرواتے رہتے ہیں۔
دو سہرے ایک ٹھنڈا ہوا شام تھی جب
برائے آفس سے گھر واپس آیا تو ایک
پارسل آیا ہوا تھا۔ میں نے اس پارسل کو کھولا تو



پندرہ سال سے آیا ۔ بیماری میں بہت
 ہے کہ وہ بہت سارے پر اپنی زندگی میں سانس گن رہا
 ہے۔ وہ پندرہ سال سے اپنی زندگی اور موت کی
 جنگ لڑ رہی ہے۔ کیونکہ اس کی زندگی صرف
 چار پائی بید ہے اس نے لکھا تھا کہاں کی زندگی
 بہت ہی اجیرن ہے کیونکہ ۔ تو اٹھا کر کوئی چیز
 چل سکتی ہے بلکہ نہ وہ خود ۔ ہے نہ وہ چل سکتی
 ہے نہ سیدھی ہو کر بیٹھ سکتی ہے۔ بس ہر وقت بیڈ پر
 لیٹ کر ہی تیس کرتی ہے لیٹ کر ہی کھانا کھاتی
 ہے لیٹ کر ہی ایک ہاتھ سے بہت مشکل سے وہ
 کھنتی ہیں اس کے سارے کام اس کی امی اور ابو
 جان کرتے ہیں میں کتاب میں اس کے حالات
 زندگی پڑھ کر بہت پریشان ہوا کہ ایسا کیسے
 ہو سکتا ہے۔ کہ ایک لڑکی چل پھر نہیں سکتی اٹھ
 نہیں سکتی بیٹھ نہیں سکتی۔ کھانا خود نہیں کھا سکتی۔ اس
 نے یہ کتاب یہ لکھ لی۔ وہ پندرہ سال سے زندگی
 اور موت کی جنگ لڑ رہی ہے میں حیران اور پریشان
 ہوا کہ اتنے مشکل حالات میں اس نے یہ کتاب
 کیسے لکھی ہوگی میں اس لڑکی سے لانا چاہتا تھا میں
 نے اس کتاب پر بہت اچھا سا تبصرہ تو لکھ دیا مگر
 مجھے یہ بے چینی تھی کہ میں اس معذور لڑکی سے
 ضرور ملنا چاہتا تھا ایڈریس مجھے انہوں نے سینڈ
 کیا تھا بس میں ان سے ملنے کی تیاری کرنے لگا وہ
 پاکستان کے ایک خوبصورت شہر پاک پتن کے
 ایک گاؤں میں رہنے والی تھی۔ میں نے ان سے
 کہا تھا کہ میں آپ لوگوں سے ملنا چاہتا ہوں۔ تو
 اس کی امی ابو اور پانی گھر والوں نے اجازت
 دے دی تھی کہا تھا۔ سر آپ آئیں جب آپ کا
 دل چاہے ان لوگوں نے مجھے فون نمبر دی جب
 میں پاک پتن پہنچا تو ایک لڑکا مجھ سے ملے کر

گاؤں آیا۔ گاؤں بہت ہی پیارا تھا ہر طرف ہریالی
 ہی ہریالی تھی جب ان کے گھر پہنچا تو معلوم ہوا کہ
 وہ تو بہت بڑے زمیندار ہیں کیونکہ ان کے نوکر
 چاکر گاڑیاں اور زرعی آلات سے اندازاً پورے ہاتھ
 کہ وہ کتنے امیر اور بڑے زمیندار ہیں بڑے اچھے
 انداز سے لوگوں نے میرا استقبال کیا۔ مجھے بہ
 عزت اور احترام سے بٹھایا جائے کھانا بہت میری
 خدمت کی ان کے ایک بزرگ سے ملا جن کی عمر
 اسی سال ہوگی وہ ماریہ کشف کا باپ تھا وہ ایک
 اسلامی گھرانے سے تعلق رکھتے انکے خاندان
 میں ایسا کبھی نہیں ہوا تھا مگر وہ ماریہ کشف کی بیماری
 اور اس کی خواہشوں کے آگے بے بس تھے وہ اک
 بیمار لڑکی لاچار لڑکی کی ہر خوشی کو پورا کرتے تھے پھر
 اس کا ابو امی بھائی جیسے اس کے بیڈروم میں لے
 گئے۔ جہاں ماریہ کشف زندگی کے پندرہ
 سال گزار چکی تھی میں بے دباں پر اپنی آنکھوں
 سے دیکھا کہ وہ لڑکی بہت ہی پیاری ہی تھی مگر وہ
 اٹھ نہیں سکتی تھی اٹھ کر بیٹھ نہیں سکتی تھی اس کی
 حالت اتنی نازک تھی کہ اس کے ہاتھ کی انگلیاں
 بھی سیدھی نہیں تھیں وہ بھی ٹیڑھی ہو چکی تھیں۔ اس
 کے پاؤں بھی چاہتے ہوئے بھی حرکت نہیں
 کر سکتے تھے وہ سکر سکر کر جیسے باریک سے ہو چکے
 تھے وہ اپنے آپ کھانا بھی نہیں کھا سکتی تھی پانی بھی
 نہیں لی سکتی تھی بس ہر وقت بیڈ پر لیٹی رہتی تھی اس
 کو دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو کی ایک برسات
 جاری ہو گئی میں نے پوچھا۔ آپ لکھتی کیسے ہیں۔
 وہ بولی۔ کمر کے پیچھے دو ٹکڑے رکھ کر سامنے
 کاغذ قلم سے لکھتی ہوں۔ اس قدر بیماری میں اتنی
 مشکل زندگی میں ایسے کام کرنا بہت زندہ دل
 لوگوں کا کام ہے میں نے بھی بہت دعا کی اور

اپنے سے ہی دعا کی اپیل کرتا ۔ کہ اس کے
 لیے دعا کریں وہ ٹھیک ہو جائیں ۔ میں نے ان
 لوگوں سے پوچھا کہ یہ بیماری کب سے لگی ہے ان
 کو اور اس بیماری کا کوئی علاج وغیرہ کروایا ہے کہ
 نہیں پھر میں جب واپس آنے لگا تو ماریہ کشف
 نے مجھے اپنی ایک ڈائری دی اور کہا۔
 سر اس کو غور سے پڑھ لینا آپ کو میری
 زندگی کی ساری حقیقت کا پتہ چل جائے گا میں
 نے وہ ڈائری لی اور بہت ساری دعاؤں کے
 ساتھ واپس گھر آ گیا۔ اس ڈائری میں کیا لکھا تھا
 ۔۔۔ ماریہ کشف کی زندگی کے سارے حالات
 اس نے اس میں کچھ یوں لکھے تھے۔ میں نے
 ایک زمیندار گھرانے میں آنکھ کھولی مجھ سے وہ
 بہت ہی نیر ۔ بڑے ہیں اور دو بہنیں مجھ سے چھوٹی
 ہیں ۔۔۔ خاندان ایک مذہبی اور اسلامی گھرانہ تھا
 بہت سخت قسم کا ماحول تھا ہمارے گھر کا ہماری
 زمینیں اتنی تھیں کہ بہت اچھا گزارا ہوتا تھا ہمارے
 پاس اللہ پاک کا دیا ہوا سب کچھ تھا ہمارے گھر
 کے ساتھ ہمارے اکل ان کے دو بیٹے تھے بڑے
 بیٹے کا نام شہروز خاں اور دوسرے کا نام راجیل تھا
 مگر سب پیار سے راجہ راجہ کہتے تھے شہروز خاں
 او ۔۔ میں ایک دن تنہا پیدا ہوئے تھے میرے بڑے
 بھائی عمران رضوان اور بہنیں نادیا ماہ نور ہم کچھ
 بڑے بچے تو گاؤں کے سکول میں جانے لگے
 میرے ساتھ میرا کزن شہروز خاں بھی ہوتا تھا۔
 اور میں بھی گاؤں کے سکول سے فارغ ہوئے تو
 شہر کے سکول میں بھی آکھٹے بنی جاتے تھے ۔۔۔
 بچپن اچھا گزارا تھا اچھے کھیلے اچھے سکول ۔۔۔
 تھے بلکہ ہم ایوں کہ ہمارے خاندان والوں نے
 یہ ۔۔۔ اور شہروز خاں کے ابو نے ہمارا ارش

بھی قائم کر دیا تھا کہ بڑے ہوں گے تو ان کی
 شادی کر دیں گے بس بچپن سے ہی ہماری مطلبی
 کر دی گئی تھی محبت کے بندھن میں باندھ دیا گیا
 تھا وقت گزرتا رہا ہم جوان ہوتے گئے اب ہم
 کالج جاتے تھے ہمارے خاندان کے اور بھی
 لڑکے اور لڑکیاں آکھٹے اپنی گاڑی پر شہر کالج
 اور سکول جاتے تھے وقت بہت اچھا گزرتا تھا
 شہروز خاں اور میں دونوں بی اے کر رہے تھے ہم
 جوان ہو چکے تھے ہم کو اور سارے خاندان کو پتہ تھا
 کہ کشف اور شہروز خاں کی بچپن میں ہی بات چلی
 ہو چکی ہے اور اب ان کی شادی ہونی تھی میں ہم
 دونوں جیسے ٹیلی میں لوگ ہوتے ہیں ایسے تھے
 کبھی عشق محبت کی کوئی بات نہیں کی تھی مگر
 آہستہ آہستہ ہم ایک دوسرے کو چاہنے لگے کیونکہ
 کزن تھے بچپن کے دوست تھے ایک دوسرے
 کے متغیر تھے شادی ہونی تھی ہماری ہم ایک
 دوسرے سے کافی مکمل مل چکے تھے اور شادی کے
 بعد مستقبل کے منصوبے بنانے لگے تھے۔ میں
 بہت ہی خوبصورت تھی میری خوبصورتی کی تعریف
 سارے خاندان والے کرتے تھے شہروز خاں بھی
 بہت خوبصورت تھا مگر میرے سے زیادہ خوبصورت
 نہیں تھا۔ بہت دلکش شخصیت تھی شہروز خاں کی
 مگر میری ساری دوست اور کزن کہتی تھی کہ شہروز
 خاں کی جوڑی آپ کے ساتھ اچھی تو لگتی ہے مگر
 آپ بہت سندرہ ۔۔۔ اور پیاری ہو۔ میں سب سے
 بس اتنا کہتی تھی کہ میرے گھر والوں نے ہم دونوں
 کو شادی کے لیے ایک دوسرے کو پسند کیا ہے
 میرے لیے میرے خاندان میری امی ابو کی پسند
 اور عزت سے پیاری ہے شہروز خاں مجھ سے بہت
 محبت کرتا ہے ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت

بہت کرتے تھے۔ شہروز خان مجھے روز تازہ چٹا بول
کے پھول کھرتے لے کر دیتا تھا وہ پھر ایک پھول
اپنے باغوں سے میری لمبی منہی سیاہ زلفوں میں
سجا دیتا تھا اس نے مجھے اتنے گفٹ لے کر دیئے
تھے کہ میرا دم میں جگہ نہیں ہوتی تھی مگر اس کی
محبت میرے لیے بہت اہم اور قابل احترام تھی
بہنمی کوئی شاعری کی کتاب کبھی کوئی رومانوی ناو
لی بھی نہ اڑیاں بھی چڑیاں بھی گلن بھی ہمندی
بھی پائل وہ مجھے کہتا تھا۔

حُشف ہماری محبت ایسی محبت ہوگی جس کی
لوگ نہ ٹالیں دیں گے۔

سے پہنا کر وہ آپ کو بہت پیارا لگتا تھا ایسے رنگ کی چوڑیاں پہنا کر وہ یہ بھی بہت پیاری لگتی ہیں ایسے اپنے بالوں کو کھلا چھوڑا کر وہ بہت پیارے لگتے ہیں اپنے ہاتھوں سے کبھی مہندی کے رنگ نہ اترنے دیا کر اور نہ پھیکے پڑنے دیا کر میں اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کرتی تھی بس ساری باتیں اس کی پسند اور ناپسند اور اس کی مرضی کی استمال کرتی تھی اب گھر والے چاہتے تھے کہ ہماری شادی جلدی سے جلدی ہو جائے کیونکہ ہم جوان بھی تھے اور خاندان میں کافی عرصہ بیت گیا تھا کوئی خوشی کا دن نہیں آیا تھا گھر والوں نے یہ فیصلہ کیا کہ بی اے کرنے کے بعد دونوں کی شادی کر دی جائے شادی کی تیاری ہونے لگی مگر میری زندگی تو بیت ایک مذبذب بن گئی ایک دن اجا تک میرے پاؤں کے انگوٹھے میں بہت شدید قسم کا درد اٹھا ڈاکٹر کو دکھائی اس نے دوائی وغیرہ دی اور درد ٹھیک ہو گیا۔ مگر کچھ عرصہ بعد پھر ہو گیا بس آہستہ آہستہ میرے پورے جسم میں درد ہونے لگا اور میں اکثر بیمار رہنے لگی میری بیماری دیکھ کر اور میری باتھ دیکھ کر شہروز خان کی آنکھوں سے آنسو نہیں رکتے تھے وہ میرے سر اُپے بیٹھ جاتا تھا اور اپنے ہاتھوں سے میرے سر کو دبا تھا اور میرے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بہت پیار سے کہتا تھا۔

اپنا لایا تھا۔ میری طبیعت دن بدن خراب ہوتی جاتی تھی بہت اچھے سے اچھے ڈاکٹروں کو دکھایا۔ پیپ لروایا مگر کوئی فرق نظر نہیں آ رہا تھا میں نے بی اے اور شہروز خان نے بہت اچھے نمبروں سے پاس کر لیا تھا میں اور شہروز خان آگے تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے مگر گھر والوں نے شادی کی تیاری شروع کر دی تھی میں نے بی اے کے بعد گاؤں سے ساتھ ایک قصبہ تھا اس کے سرکاری سکول میں سرکاری جاب مل گئی میں سرکاری سکول میں بچہ لکھنی سوچا ساتھ تعلیم بھی حاصل کرتی رہوں گی اور وقت بھی اچھا گزر رہے گا۔ شہروز خان آگے تعلیم حاصل کرنے لیے ابھرا آگئے مگر والوں نے کہا۔

ایک دن میں صبح صبح تیار ہوئی ناشتہ کیا اور سکول جاب پر چلی گئی وہاں جا کر میری طبیعت یلبد خراب ہوگئی اور اتنی خراب ہوگئی کہ میں بے ہوش گزرتین پر گرتی۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں ہاتھل میں ایک بیڈ پر پڑی ہوئی تھی اور میرے گھر والے اور شہروز خان کے گھر والے سب لوگ میرے گرد جمع تھے شہروز خان بھی موجود تھا۔ شادی کے دن جیسے جیسے قریب آ رہے تھے میری طبیعت اتنی ہی خراب ہوئی جا رہی تھی مجھے بے ہوشی کے وارے پڑنے لگے تھے مجھے چھ ہوش نہیں رہتا تھا

گھر والے سب میری وجہ سے پریشان تھے پھر آہستہ آہستہ میری طبیعت اس قدر بگڑ گئی کہ میری شادی کی ڈیٹ بھی گزر گئی شہروز خان پہلے تو بہت میرا خیال رکھتا تھا میرے لیے گفٹ پھول کتابیں چوڑیاں نکلن پائل ڈائریاں سب کچھ لے کر دیتا تھا مگر جب سے میری طبیعت خراب ہونا شروع ہوئی تھی شہروز خان کی محبت میں کمی آ جانے لگی تھی اس کی محبت میں یکدم کمی آ جانے کی بھی میں نے سوچا نہیں تھا۔ مگر یہ سچ تھا میری دن رات محبت کرنے والا میرے ساتھ جینے مرنے کے وعدے کرنے والا وعدے فتمیں اٹھانے والا ایک دم سے منہ پھیرنے لگا مجھے تو یقین بھی نہیں آ رہا تھا کہ وہ مجھے اس قدر جلدی چھوڑ دے گا میری طبیعت کیا خراب ہوئی کہ شہروز خان نے اپنی منزل اپنی محبت سب کچھ الگ کر لیا مجھے فون کرتا بھی گوارہ نہ کرتا اس کو بہت محبت اتنی جلدی بدل جاتی ہے بھی نہ تھا اصل میں ڈاکٹروں نے گھر والوں کو بتاد کہ کشف کی طبیعت اب کبھی بھی ٹھیک نہیں ہوگی کشف اب پہلے جیسی نہیں رہے گے کشف کو کوئی ایسی بیماری لگ گئی ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہے صرف دم درد اور اللہ اللہ کرنے سے ہی یہ ٹھیک ہوگی اگر کبھی تھیک ہوئی تو تو شہروز خان نے سوچا کہ ایسی لڑکی کے ساتھ کیا کرے، کر لی جس کی زندگی کا چمچہ پتہ نہ ہو شہروز خان کی بیماری سے ڈر کر بھاگ کر اور میری بیماری ساجھ سے مجھے چھوڑ دیا تھا مجھ سے بدل گیا مجھ سے بات نہیں کرتا تھا میرے کسی مساج کا جواب نہیں دیتا تھا میری کال نہیں سنتا تھا۔ میری قسمت نے مجھ سے میری محبت چھین لی تھی شہروز خان کے گھر والوں نے بھی ہم سے منہ موز لیا انہوں نے بھی رشتہ

سے انکار کر دیا کہ ہم اپنے بیٹے کی شادی ایک بیمار اور اجڑی لڑکی سے نہیں کریں گے کہاں ہم ساری زندگی اس کو دوائی پیتے رہیں گے۔ اپنے رشتے دار اپنا بیمار میری محبت میرا بچپن کا ساتھ شہروز خان سب لوگ ایک دم موسمی کی طرح بدل گئے کسی کو اتنا بھی احساس نہیں تھا کہ اگر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ تم بھی تو ہو جاتی ہے۔ مل بھی تو جاتی ہے اور اگر کوئی مشکل اور پریشانی آتی ہے تو وہ اللہ پاک کی طرف سے ہوتی ہے اس میں کسی انسان کا کیا قصور رہتا ہے میری بیماری دن بدن بڑھتی جا رہی تھی سارے رشتے ہنسنے پڑ گئے تھے سب لوگوں نے نظریں پھیر کر سب انجان بن گئے تھے سب کے سب اپنے بہن گئے تھے کسی کو کوئی خوف خدا نہیں تھا میری بیماری اس قدر بڑھتی جا رہی تھی کہ میرے جسم کے سارے جوڑوں میں درد شروع ہو گیا تھا میری یہ کی کا نام گھٹنیا تھا جو کہ جسم کے جوڑوں میں ہوتا ہے اور پھر سارے جسم کے جوڑے ختم ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ مجھے گھٹنیا کی بیماری نہ پہنچتی تھی آہستہ آہستہ اس بیماری نے مجھے اپنے پیچ میں لینا شروع کر دیا تھا انجی میں خلیک ہو کر کسی پتھر کی پٹی میں لپی میں نے شہروز خان سے آخری بار بات کر لی تھی وہ لاہور سے گھر آیا تھا ان کا گھر ہمارے گھر کے ساتھ ہی تھا میں لاکھڑائی دینی جو محل سے قدموں کے ساتھ اس کے گھر اس کے روم میں جا پہنچی۔ مجھے اچانک اپنے کمرے میں دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا مجھ سے نظریں چرانے لگا میں نے کہا۔

شہروز خان تم نے اچھا فیصلہ کیا ہے کہ ایسی بیمار لڑکی سے شادی کیوں کرنی جس کی زندگی انیسویں کی امانت ہو۔ جو آہستہ آہستہ مو

آغوش میں جا رہی ہو مگر تم نے بدلنے میں بہت جلدی کر دی اتنے جلدی تو کوئی بھی نہیں کرتا مگر تم نہ تو حد کر دی کہاں فی تمہاری محبت کہاں گئے وہ سے وہ قسمیں کیا وہ سب جھوٹ تھا فریب تھا د میں زندہ تھی اور آپ نے اور آپ کے گھر والوں نے ہم سے منہ موڑ لئے ہیں نظریں پھیر لی ہیں وفا کرنے والے ایسے نہیں کرتے محبت کرنے والے ایسے نہیں ہوتے آپ نے تو بے وفائی کی حد کر دی آپ تو سارے زمانے سے زیادہ بے وفا نکلے ہو میں تم سے محبت کرتی تھی کرتی ہوں اور کرتی رہوں گی کیونکہ تم میری پہلی اور بچپن کی محبت ہو تم میری ایک خواہش کو پورا کر دو تم مجھ سے شادی کر لو چاہے مجھے تم دوسرے دن ہی طلاق دے دینا مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا میں تمہاری دلہن بن کر مرنا چاہتی ہوں اور میرے بعد جس سے مرضی شادی کر لینا بس ایک بار تم مجھ سے شادی کر لو تاکہ میں اس دنیا سے جاؤں تو آپ کی ہو کے جاؤں بس مجھے آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

میں روتی ہوئی واپس آئی۔ اور اس غلام انسان کا بے وفا انسان کا کوئی جواب نہ آیا بھی اور میری طبیعت اس قدر خراب ہونے لگی کہ میرے ہاتھوں اور پاؤں کے جوڑے سکڑنے لگے میرے گھر والوں نے اچھے سے اچھے ڈاکٹر کو دکھایا پیر فقیر بابا درویش کوئی دربار نہیں چھوڑا جہاں پر مجھے نہ لے کر گئے ہوں ہر جگہ گئے مگر میں ٹھیک نہ ہو سکی بہت مہنگا علاج بھی کر دیا مگر میری بیماری ٹھیک نہ ہو سکی بس آہستہ آہستہ میں چلنے پھرنے سے بھی تنگ آئی۔ میں چل پھر نہیں سکتی تھی بس چار پائی میرا مقدر بن گئی شہروز

خان نے اپنی مرضی سے کسی اپنی دوست لڑکی سے شادی کر لی اور اپنی زندگی میں مگن ہو گیا اور میری طرف پلٹ کر خبر تک نہ لی کہ میں زندہ ہوں یا مرنے لگی ہوں۔ انہوں نے ہم لوگوں کو شادی پر بھی نہ بلایا۔ شہروز خان اپنی زندگی میں مگن ہوں گے میرے ہاتھ پاؤں کمزور ہوتے جا رہے تھے اور میں دنوں میں صدیوں اب تو میری حالت ایسی ہوئی تھی یہ خود نہ اٹھ سکتی تھی نہ چل سکتی تھی نہ بیٹھ سکتی تھی نہ کھانا ہاتھ سے کھا سکتی تھی نہ واش روم میں نہ کپڑے تبدیل بس میری زندگی صرف لیٹ کر گزار رہی تھی۔ میں شہروز خان کیساتھ گزرے ہوئے دنوں کو یاد کر کے بہت روتی تھی اس کے دے ہوئے گنت پھول کجرے مہندی خوشبو چوڑیاں شاعری کی کتابیں سب میں نے سنہال کر رکھے ہوئے تھے۔ میں نے اس کی تمام چیزیں سنہال کر رکھی ہوئی تھی جو انسان میری بے لوث محبت بھی نہ سنہال سکا میرے پاؤں حرکت کرنا چھوڑ چکے تھے میں بس لیٹی رہتی تھی میں چاہتی تھی کہ مرنے سے پہلے کوئی کام کر جاؤں کوئی ایسا کام جو میرے مرنے کے بعد بھی زندہ رہے میں نے سوچا ایک اسلامی کتاب لکھتی ہوں پھر میں نے بڑی مشکل سے لیٹ کر اپنی کتاب کو مکمل کیا جس میں اچھی اچھی باتیں اقوال زریں نعت حمد سلام ملی نفع ترانے بڑے لوگوں کی بڑی باتیں لکھی اور میں نے اس کتاب کا نام روٹنی میری پتیلی پر رکھا میں اب خوش ہوں کہ میرے جانے کے بعد بھی لوگ میری کتاب کو پڑھنے رہیں گے اور مجھے اس کا ثواب ملتا رہے گا میری زندگی کا وہ خوش قسمت دن تھا جب میری کتاب میرے سامنے تھی۔ میری کتاب میرا خواب بھی جو

پورا ہو گیا میرے وہ خواب جو میری زندگی تھے وہ اصورے رہ گئے تھے میں سوچتی تھی شہروز خان سے میری شادی ہوگئی ہمارا ایک بہت ہی پیار سا گھر ہوگا میرے بچے ہوں گے مگر وہ سب چکنا چور ہو گیا میری بہنوں کی شادیاں ہو گئیں وہ اپنے اپنے گھروں میں بچوں کیساتھ خوش ہیں ان کے بچے بھی جوان ہو رہے تھے اور میرے بھائیوں کی بھی شادیاں ہو گئی ہیں وہ بھی بہت ہی اچھے انداز میں خوش و خرم زندگی گزار رہے ہیں سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر خوش ہیں میں اپنی زندگی کے دن گزار رہی ہوں میری زندگی صرف اور صرف میرے والدین میری امی میرے ابو میرا بہت دھیان رکھتے ہیں میری ہر بات کا خیال رکھتے ہیں۔ بھائیوں کو بھی میرا خیال نہیں آیا اور نہ بھی ان کی بیویوں کو میں ایک کمزور معذور لڑکی اور بیمار لڑکی ہوں میرے سارے کام میری امی ابو کرتے ہیں مجھے کھانا کھلاتے ہیں مجھے پانی دینا واش روم لے کر جانا کھانا بھی اپنے ہاتھوں سے کھلاتے ہیں میں دعا کرتی ہوں کہ اگر میری زندگی ہے تو میرے والدین سے پہلے ختم ہو ورنہ ان کے بعد میرا کوئی اپنا نہیں ہے کون مجھے کھانا دے گا کون میری دیکھ بھال کرے گا۔ دنیا میں جتنے رشتے ہیں سب مطلب اور غرض کے رشتے ہیں صرف اور صرف ماں اور باپ وہ رشتے ہیں جو محبت کے رشتے ہیں سچ کے رشتے ہیں میرے بہن بھائی سارے رشتے دار اپنے اپنے گھروں میں خوش ہیں۔ مگر کسی کو میری پرواہ نہیں ہے اصول تو یہ ہوتا ہے کہ اگر اک انسان کمزور ہے تو اس کو سہارا دینا چاہیے۔ مگر یہ کہاں کا قانون ہے کہ اک انسان مر رہا ہے تو اس کو مرنے کے لیے تنہا چھوڑ

مشہور و معروف شاعرہ کشور کرن کی ذاتی شاعری

تم خواب نہیں حقیقت بن کے لو
اب میں اپنے ان خوابوں کی تعبیر
دیکھنا چاہتی ہوں
تم میری زندگی میں اپنے پیار کی
مہر لگا جاؤ
پھر میں اس ظالم دنیا کی آخر دیکھنا
چاہتی ہوں
تم اپنے پیار کے بجز میں جو قید
رکھو تو خوش ہوں میں
تیرے پیار کی اپنے جہروں میں
بذبحہ دیکھنا چاہتی ہوں

غزل

اے ساگر دل کی یہ حسرت
مجھے اپنی تو مہربانی دے
تیری لہروں میں بہنے نہ دینا
جاؤں کی نہ جدائی دے
تیرے نام کی زندگی جی لوں کی
تیری آنکھ سے آنسو پی لوں گا
اس دنیا میں مجھے تیرے سوا اب
اور نہ کچھ بھی دکھائی دے
ان لوں سے تیرا نام منم کہیں جہنم
نہ بس دنیا والے
تو میرا ہے میں تیری ہوں بھی آکر
یہ گواہی دے
مرنے سے پہلے اے حسرت
یہ پوری کر دینے
بہنے سے لگا کر وعدہ کر تو میرا ہے
سچائی دے
دنیا میں اپنوں تو ساتھ رہے کبھی
مجھ سے الگ نہ ہو جانا
مر جاؤں تو قبر کی تختی پر تیرا بھی نام
دکھائی دے
(کشور کرن، پٹنہ)

غزل

ساحل پہ اڑتے بچھی تو اتران چھوڑ
دے
اگر جان جائے مہربانی تو ساحل پہ
دے
آنا چھوڑ دے
تو مست ہوا میں اڑتا ہے بڑی
اوچھی ہے پرواز تیری
آجائے جو میرے بجز میں تو پر
دے
چیلانا چھوڑ دے
تو اک آزاد چھپی ان لہروں سے
تیرا کیا رشتہ
ان لہروں میں بہہ جاؤ گے یہاں
آنا چھوڑ دے
مہربانی میں اس کی پتھر ہیں تو
کیوں اس کا دیوانہ ہے
پتھر بھی موم نہیں بنے تو دل لگانا
چھوڑ دے
تیرے اندر جو شعلے ہیں جوش جنوں
کے
جرم اللہ میں یوں سب کی
نظروں میں آنا چھوڑ دے
لقمہ
میں تیری آنکھ کے آئینے میں اپنی
تصویر دیکھنا چاہتی ہوں
تم بس جاؤ ان باتوں کی لکیروں
میں
اب میں اپنی لکیروں میں تقدیر
چاہتی ہوں

دعا مانے کہ میرے ساتھ آپ بھی سجے دل سے
ماریہ کشف کے لیے دعا کریں گے اللہ پاک ان کو
صحت دے اور وہ بالکل ٹھیک ہو جائیں آمین تم
آمین۔ آخر میں تمام قارئین سے بچھ کہنا چاہتا ہوں
کہ زندگی میں بھی بھی کسی کو دھوکے میں مت
رکھنا اور کسی کے ساتھ بے وفائی نہ کرنا جیسے شہروز
خان نے اس کے ساتھ کی ہے۔ اور اس کے گھر
والوں نے کیونکہ کسی کو ہم دے کر کوئی انسان بھی
خوش نہیں رہ سکتا اگر نہیں یہ کسی گھر میں کوئی آپ کا
رشتہ دار بیمار ہے معذور ہے کوئی بہن بھائی بنی بیٹا
ای ابو کوئی بھی تو خدا کے لیے ان کا خیال رکھیں ان
پر توجہ دیا کریں ان سے پیار سے پیش آیا کریں
کیونکہ زندگی اسی کا نام ہے سچی خود کو ان کی جگہ پر
رکھ کر سوچنا وہ لوگ کتنے عظیم ہوتے ہیں جو
دوسرے کے کام آتے ہیں اور وہ لوگ کتنے ظالم
ہوتے ہیں جن کو اپنے رشتے داروں کا احساس
نہیں ہوتا ہے۔ یہ داستان ایک حقیقت ہے
اس کا ایک ایک لفظ حقیقت ہے ماریہ کشف آج
بھی زندہ ہے اور اپنی زندگی کو بستر پر لیٹ کر
گزار رہی ہے جو لوگ ان سے بات کرنا چاہتے
ہوں اس سے کچھ کہنا چاہتے ہوں وہ مجھے ایک منہج
یا کال کریں میں ان سے آپ کی بات کروادوں گا
مجھے آپ لوگوں کی رائے کا شدت سے انتظار
رہے گا۔ آخر میں میری یہ سنواری اس عظیم ہستی
کے نام جو مجھ سے پھر جی ہے میری دعا ہے
میرے لفظ میری محبت میری ماں کے نام شادی
حیدر قرآن العین بینی رشتہ انتظار بہت ہی پیاری
کزن ماریہ شامل اسلام آبا کے لیے ڈھیروں
دعا میں اور پیار سب کو میرا سلام۔

دیا جاتا ہے۔ اس سے تمام رشتے توڑ لیتے ہیں۔
اگر جسم کا ایک حصہ کمزور ہو جائے تو اس کو جسم سے
الگ نہیں کرتے بلکہ اس کو دوسرے جسم کے ساتھ
باندھ لیتے ہیں انسان انسان کے کام نہیں آئیگا تو
اس کا مرنے کا نیت شہروز خان نے میری بیماری
کی وجہ سے مجھے چھوڑ دیا مگر اس میں میرا کیا
قسم تھا جیسے اللہ پاک کی مرضی انسان کو اتنا خود
غرض نہیں ہونا چاہیے۔

میری تمام لوگوں سے گزارش ہے کہ دنیا میں
اصل رشتہ ماں اور باپ کا ہوتا ہے باقی سب
رشتے دھوکے باز خود غرض مطلب پرست اور بے
وفا ہوتے ہیں اپنے ماں باپ کی عزت اور احترام
کریں ان کی خدمت کریں جتنی کر سکتے ہیں۔ اگر
ماں باپ کی خدمت کرو گے تو زندگی میں بھی
نا کام نہیں ہوں گے شہروز خان نے مجھے ایک بار
کہا تھا کہ میری محبت سنبھال کر رکھنا میں نے اس
کی ایک ایک چیز کو سنبھال کر رکھا ہوا ہے مگر اس
بے وفائی میری محبتیں بھی غلام کر دیں میری
محبت کو بھی بھی نہ سنبھالے گا۔ اگر میں بیمار ہوگئی
تجنی تو شے بیمار ہے ایک بار یہ دیکھنا کہ کشف میں
تم سے شادی نہیں کر سکتا تو میں نے کون سے اسے
رہے لینا تھا اس سے اتنا بھی کہنا گوارا نہ کیا
اور مجھے چھوڑ دیا۔ میں پندرہ سال سے اس بیماری
میں مبتلا ہوں اور میں ذکر کرتی ہوں بس اتنی دعا
کرتی ہوں کہ اللہ پاک کسی کو بھی ایسی بیماری نہ
دے۔ یہ قارئین میں اس ذاتی میں لکھی ہوئی اس
معذور لڑکی کی داستان جو کہ پندرہ سال سے بستر
مرگت پر اپنی زندگی کے دن گزار رہی ہے میں خود
اس سے مل بھی چکا ہوں اور جو داستان بھی وہ بھی
اس نے آپ سب کو سنائی ہے میری تمام قارئین



جرم کیا تھا

-- تحریر: شاہد رفیق سہو۔ کیر والا۔ 0300.8393291

افس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔
آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے سنی ہے یہ بہت ہی محنت سے نکلی ہے اس کا عنوان میں نے جرم کیا تھا۔ رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جتنے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے موت میں لے جاتا گا۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔
قارئین کرام! اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطلقاً حق و انصاف ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے۔

بازر پاشا نام تھا اس کا لیکن محلے والے اسے بھلا
دھوئی پکارتے تھے وہ ایک شریف اص
س تھا محفلے بھر کے میلے کپڑے دھونے کی ذمہ
بی اسی کی تھی اس کے ملاوہ شہر سے خواص کے
س بھی اسی کے پاس اچلے ہوئے کو لائے جاتے
تھے اس کی بیوہ اس کے کام کی سھرائی اور کھراپن
تھا ملاوہ دھوئی قسمت کا دھنی نکلا جلد ہی اس کے کام
کی شہرت ملاتے میں پھیل گئی اور دور و نزدیک
سے نیپے پٹے کے بڑے بڑے گھر دھوئی
سے پٹے پٹے جاتے تھے اس نے مدد سے لے
ایک اور دھوئی گھاٹ پر تین سو پڑے پہنچ جاتے عصر
بعد تک کپڑوں کی دھلائی اور اٹھا چنچ جاری
ما جب کام بڑھ گیا مالی حالت بھی اچھی ہوئی
نیپ دھوئی نے صدر بازار میں ایک چھوٹی سی
ن خرید لی اور لانڈری کا کام شروع ہو گیا اب
خود دکان پر بیٹھ گیا جہاں وہ شہر بھر کے میلے

کپڑے وصول کرتا اور دھوئی گھاٹ پر اس کے
کارندے کام کرتے تھے نیپے کی عمر اڑھیس برس
ہو چکی تھی لیکن ابھی تک اس نے شادی نہیں کی تھی
اس کی بیوہ یہ بھی کہ اس کی منکسیر جو خالہ کی بیٹی تھی ملا
اس کو چاہتا تھا اچانک وہ دماغ غارتگی کی خوا
ہش ہی نہ رہی مالی حالت اچھے ہو گئے تو گھر
والوں نے شادی پر پراسرار شروع کر دیا بالآخر اس
بار مانی پڑی اور انھارہ برس کی ایک حسینہ بیٹ اس
کی شاید ہوئی وہ صرف نام کی ہی حسینہ نہ تھی بلکہ
واقعی حسین تھی ملا اسے چاہئے لگا وہ اپنی بیوی کا
بہت خیال رکھتا حسینہ کے آجانے سے جب اس کی
زندگی میں بہار آ گئی تھی وہ سوچتا تھا کہ شریک
حیات کے بغیر زندگی کچھ نہیں ہوئی افسوس کرتا تھا
کہ ناحق جیون کے اتنے دن روکے پھینکے گزار
دئے پہلے شادی کر لیتا تو آج بچوں کی چکار سے
گھر گون رہا ہوتا۔

نیلے کو شادی کے دو سال تک اولاد کی خوشی دیکھنی نصیب نہ ہو سکی لیکن پھر اللہ نے اس کی سنی لی یکے بعد دیگرے دو بیٹے ہو گئے جن سے اس کے کچھجے میں ٹھنڈک پڑ گئی نیلے کی بیوی پول تو بہت اچھی تھی لفظاً وہ اس سے پیار بھی جتلاتی تھی لیکن ابھی بھی اس کا رویہ اپنے خاوند سے ترش نہ جاتا تھا۔ وہ پہلوں میں قائم رہتی جیسے ماضی کے وقت چلائے تھے میں تو ہوں۔

حسینہ کا ماضی کیا تھا یہاں نہیں جانتا تھا وہ بس اس کی من مو منی صورت پر مر رہا تھا دن رات کھانے میں لگا رہتا تاکہ بیوی کو زیادہ سے زیادہ خوش رکھے۔ ایک طرف قسمت اس کا ساتھ دے رہی تھی جبکہ دوسری طرف وہ بہت سے کام لے رہا تھا جہاں خوشحالی برسنے لگے تو کچھ حاسد بھی پیدا ہو جاتے ہیں ایسا ہی نیلے کے ساتھ ہوا صدر بازار میں ایک لاندہری اور بھی تھی جس کا مالک نیلے کی مقبولیت سے متاثر ہو رہا تھا اب لوگ اس کی دکان کی طرف رخ کرنے کی بجائے نیلے دھوبی کی جانب جانا زیادہ پسند کرتے تھے جس کا نام اچھا اور کھرا کام ہو لوگ اسی کو پسند کرتے ہیں پرانے گا بک بھی جب نوٹے لگے تو مقبول دھوبی خوفزدہ ہو گیا اس نے سوچا کوئی تدبیر کرنی چاہیے ایسا نہ ہو کہ بعد میں دکان بڑھانی پڑ جائے۔ بہت سوچ بچار کے بعد اس نے ایک ہارم رکھوا دیا نیلے نے چپکے سے نوٹہ ملازم کی ضرورت تھی اسے خاص مقصد کے تحت رکھوا دیا گیا تھا کچھ دنوں بعد ہی بازار میں پائے پائے سچائی ارد گرد سے دکاندار افسوس کر رہے تھے کیونکہ نیا دھوبی کی دکان کو آگ لگ گئی تھی کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ کیسے ہوا لیکن آگ نے نیلے سے کاروبار کو جلا کر

خاکستر کر دیا تھا فائر بریگیڈ نے بروقت پہنچ کر آگ پر قابو پایا لیکن نیلا دھوبی بچا رہا تباہ بر باد ہو کر رہ گیا۔ اب اس کا دل بری طرح ٹوٹ گیا تھا اس نے دکان اونے پونے میں بیچ دی اور لاندہری کو بند کر دیا ان دنوں اس پر سخت مایوسی طاری تھی وہ گھر سے نہیں نکلتا تھا اس کے ذہن پر قنوطیت نے حملہ کر دیا تھا اب ہمارے محلے میں رہتا تھا جب اباجان کو اس کی حالت کا علم ہوا تو ان کو بہت افسوس ہوا۔ قہار میرے بڑے بھائی کی نوکری ایک اعلیٰ سرکاری ادارے میں تھی وہاں پر وہ آفسر تھے انہوں نے والد صاحب سے تذکرہ کیا تھا کہ ہمارے محلے کو کچھ دھوبی درکار ہیں جو دریاں دھو کر استری کر دیا کریں رہائش کے ساتھ دیگر سہولیتیں بھی ان کو حاصل ہوں گی اور معقول معاوضہ ملے گا والد صاحب نے فوراً نیلے کو بلوا بھیجا وہ آیا تو بھائی نے اس کو آگاہ کیا نیلا فوراً راضی ہو گیا بھائی نے متعلقہ افسر سے بات کی اور یوں نیلا اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ اس علاقے سے چلا گیا جہاں میرے بھائی کی پوسٹنگ تھی انہوں نے اس کو بطور دھوبی محکمے میں نوکری دلوا دی یہ ایک صحت افزا مقام تھا اور پہاڑی علاقہ تھا جہاں جھرنے بہتے تھے اور تھندی نالوں سے سیلابی ریلے کی صورت پانی گزرتا تھا نیلے کو بھی ایک بسترے ہوئے شفاف پانی کے تالے کے قریب رہائش کے لیے گھر مل گیا صبح کام پر چلا جاتا اور کوئلے میں سارا دن اس کی بیوی پہلے موجود رہتے اس کے گھر سے تھوڑے فاصلے پر ایک اور کوئلہ اسی طرح باقی مکانات بھی فاصلے پر ایک کام موجود تھا یہاں آکر اس نے سنی اس کو دل سے زور تھا وہ جلد نہیں لٹ رہا تھا بات چیت کرنے والی بھی کوئی نہ

تھا ابھی ابھی دور کے کوئلے سے کوئی خاتون تالے پر کپڑے دھونے آتی تو یہ اس سے دو چار باتیں کر کے اپنی پوریت دور کرتی تھی حسینہ کے دونوں لڑکے سارے پڑھنے مسجد جاتے تھے اس کا بڑا لڑکا پانچ برس اور دوسرا چار سال کا تھا البتہ روز صبح مسجد میں کام پاک پڑھنے جانے لگے ابھی سکول نہیں جاتے تھے ایک روز دونوں بچے سارہ پڑھنے گئے تو حسینہ کو کپڑے دھونے کا خیال آ گیا یہاں خواتین اپنے اپنے بچے تالے کے کنارے دھو لیتی تھی کیونکہ پہاڑی خاتونوں میں ہندی نالوں سے پانی بھر کر دھو لے جاتے ایک دوسرا امر تھا

اس روز نیلے کے بیٹے حبیب اور مجیب جب سارہ پڑھ کر لوٹے تو ماں کو بھر نہ پایا وہ فوراً تالے کی طرف گئے وہاں ماں تو موجود تھی لیکن ان کے کپڑے بیکے ہوئے موجود تھے جیسے انہیں دھوتے ہوئے وہ اٹھ کر کہیں چلی گئی ہو وہ ماں کو پکارنے لگے بچوں کی آواز سن کر ایک خاتون ادھر آئی اور پوچھنے لگی۔

بچو کیا بات ہے کسے پکار رہے ہو۔
اپنی ماں کو وہ ابھی یہاں کپڑے دھونے آئی تھی حبیب نے کہا۔ نجانے کہاں چلی گئی ہے۔ گھر میں بھی دیکھ لیا ہے ہم کو بھوک لگی ہے گھر میں نہیں ہے تو بچہ عورت منتظر ہوئی۔

کہیں تالے میں نہ گر گئی ہو پتھر پر بیٹھ کر کپڑے دھونے سے پاؤں پھسل جاتے ہیں اس نادان عورت کے منہ سے ایسی بات سن کر نا سمجھ رہے رہے لگا اسی دم بھائی کے محکمے کے ایک افسر ادھر سے گزر رہا تھا اس نے جو بچوں کو روکے دیکھا تو پوچھا۔

جو کیا تھا

کیا وہاں سے کیوں رو رہے ہو
وہ کہنے لگے ہماری ماں تالے میں گر گئی ہے یہ ایسا اندوہناک فقرہ تھا کہ ابا کا لرز گیا کیونکہ یہ پہاڑی نالہ بہت ہی زیادہ شوریدہ سر تھا جو اس میں گر جاتا تندر تیز پانی اسے منٹوں سیکنڈوں میں دور بہا لے جاتا اور وہ آنا فنان موت کے منہ میں چلا جاتا تباہکار نے سمجھا کہ بچوں نے ماں کو تالے میں گر دیا۔ دیکھتا ہے وہ دوڑتا ہوا کیا اور جا کر اعلیٰ افسر کو خبر کرائی یہ بات جنگل کی آگ کی طرح چار سو پھیل گئی نیلا دھوبی فوراً تھمتا افسر نے بلا کر کھلی دی کہا۔

فکر نہ کرو ہم تمہاری بیوی کو تلاش کرنے کی پوری جدوجہد کریں گے۔

بچا رہا دھوبی بہت پریشان تھا وہ بچوں کو لے اپنے گھر میں اداس بیٹھا تھا کہ بیس سے اس کی بیوی کی زندگی موت کی عاقلہ اطلاع ملے یونہی دسویں میں رات گزر گئی حسینہ کا کچھ پتہ نہ چلا دوسروں بھی اس کی تلاش میں بیت گیا تلاش کرنے والے ابا کاروں نے چاروں طرف دور دور تک آوازیں بھی لگا لیں ارد گرد کا چپہ چپہ جھان مارا کوئی سراغ نہ ملا اور دوسری رات سر پر آگئی نیلے کی آنکھوں سے نیند غائب تھی اب تک ہی دروازے پر دستک ہوئی اس نے پوچھا کوئی کوئی جواب نہ ملا اٹھ کر دروازہ کھول دیا سامنے حسینہ کھڑی تھی

شکر ہے تم زندہ ہو کہاں چلی گئی تھی نیلے نے بے قراری سے کہا۔ جانتی ہو بچے تمہارے لیے کتنے اداس تھے ایک عورت نے جب ان کو بتایا کہ تم تالے کی نظر ہو گئی ہو تو انہوں نے رو رو کر حال برا کر لیا

وہ کچھ نہ بولی گوئی سی چار پائی سرسٹ کر بیٹھ گئی بتاؤ تو سہی آخر تم ہمیں کہاں بڑی مشکل سے زبان کھولی۔

ایک بندر درخت سے اتر کر ادھر آ گیا تھا وہ تمہارے کپڑے لے کر درختوں کے جھنڈ کی طرف بھاگتا تو میں اس کے پیچھے دوڑنے لگی کہ وہ کپڑے پھینک دے گا اور میں اٹھالوں گی لیکن وہ آگے ہی بھاگتا رہا بھی گھٹائی کے کنارے میرا پاؤں پھسل گیا میں اس وقت بولی بہت نشیب میں جا رہی اور بے ہوش ہوئی رات بھر بے ہوشی کے عالم میں پڑی رہی صبح وہاں سے چلنا شروع کیا تو گری پڑی چڑھائی چڑھتی اب چچی ہوں بھوک پیاس اور خوف سے نہ حال ہوئی ہوں

نہیں نے غور سے بیوی کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں بھوک پیاس سے کمزوری و ناتواپی کا کوئی احساس نہ تھا البتہ وہ کچھ خوفزدہ ضرور لگ رہی تھی نپے کو شک گزرا کہ یہ جھوٹ بول رہی ہے اس نے کہا۔

ذرا چل کر مجھے وہ گھٹائی تو دکھاؤ جہاں سے تم پھسل کر نیچے گرتی چلی گئی تھی یہ شام کو وقت تھا حسینہ گھبرا کر کہنے لگی

باساؤں نہیں بچے تو سو گئے ہیں

بھی ان کی اعلیٰ ترین دور بینوں سے نظر آ جاتیں مجھے لگتا ہے کہ تم جھوٹ بول رہی

وہ بولی سچ کہتی ہوں اللہ قسم میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں۔

دیکھو حسینہ میں صحیح کہتا ہوں کیونکہ تم سے محبت کرتا ہوں اگر تمہارے ساتھ کوئی دھوکا یا زیادتی ہوئی ہے مجھے بتا دو ہم چپ چاپ یہاں سے چل جائیں گے اگر تم سچ نہ بولو گی تو ممکن ہے میں شک و شبہ کی وجہ سے کوئی غلط قدم نہ اٹھاؤں حسینہ ڈر گئی مگر شوہر کے سامنے لب نہ کھول سکی اس طرح وہ رات ان دونوں کے درمیان اجنبیوں کی طرح گزر گئی

اگلے روز صبح کو جب نپلا دھوپ ڈیوٹی پر آیا تو وہاں موجود ایک لڑکے نے اسے بتایا کہ ہمارے اور تمہارے کوارٹر کے سچ جو گھر بنا ہے وہاں پر ایک آدمی منان نامی کچھ دن پہلے آیا تھا یہ کوارٹر اس کے دوست کے پاس ہے منان وہاں ٹھہرا ہوا ہے پرسوں سے اس سے ملنے ایک عورت آئی تھی مجھے لگا جیسے وہ باجی حسینہ ہو کیا منان کو تم جانتے ہو۔

نہیں۔ نپے نے مختصر جواب دیا لیکن وہ سوچ میں غرق ہو گیا اس نے اس بات کا کھوج لگا لیا کہ حسینہ گھٹائی میں نہیں گری تھی کیونکہ اس کے جسم پر کسی چوٹ کا نشان نہیں تھا اما کوارٹر کے کی بات اس کے دل میں کھب سی گئی سمجھی وہ بڑوسی کے کوارٹر میں گیا پتہ چلا کہ منان بھی اسی شہر کا ہے جہاں سے نپے کا تعلق ہے اس نے لڑکے کو اعتماد میں لے کر کہا

تم پتہ کرو میری بیوی وہاں کب تک رہتی تھی اس لڑکے نے کھوج لگایا ساتھ والے کوارٹر

میں اس کا دوست رہتا تھا اس نے بتایا کہ نپے کی بیوی تقریباً تین چار پار آئی پہلے تو وہ منان سے باتیں کرنے چل جاتی تھی لیکن اس روز جب وہ آئی تو باہر سے منان کے دوست جمیل نے ان کو کوارٹر میں بند کر کے تالا لگا دیا پھر الٹکاروں نے جب تلاش شروع کی تو جمیل نے ڈر کے مارے تالا نہ کھولا اسی سبب حسینہ اس کے کوارٹر سے باہر نہ آ سکی۔۔۔

نپے نے تمام واقعہ بیوی کے سامنے دہرا کر پوچھا اب بتاؤ کیا کہتی ہو جمیل اور منان کے کوارٹر میں کیا کرنے جاتی تھیں اور ان سے تمہارا کیا تعلق ہے وہ روئے لگی روتے روتے بھی بندہ ہو گئی اس نے کہا۔

جان سے مادریں یا زندہ رکھیں مجھ سے غلطی ضرور ہوئی ہے منان میرے میکے کے محلے میں رہتا ہے اور ہمارا ہمسایہ ہے وہ اتفاق سے جمیل کے پاس آیا تو مجھے نالے پر دیکھ لیا اس روز میں اپنے میکے والوں کی خیر خیریت معلوم کرنے منان کے پاس گئی تھی ہم کوارٹر میں بیٹھ کر بات کر رہے تھے جمیل باہر سے آیا اس کو معلوم نہ تھا ہم دونوں اندر ہیں وہ باہر سے تالا لگا کر چلا گیا بس اتنی سی بات ہے اور اتنی میری غلطی ہے اب آپ جو بھی چاہیں معاف کر دیں یا سزا دیں

نپے کا دماغ بیوی کے اس اعتراض بیان سے پھٹنے لگا اس نے کہا اچھا جو بھی ہو معاف کر دوں گا لیکن ابھی میرے ساتھ چلو وہ آگے آگے چلنے لگا اور حسینہ ڈر سے سب سے

قدموں اس کے پیچھے پیچھے ہوئی جب وہ نالے کے پاس پہنچا تو نپے کو یاد آیا

اور آج یہ دوسرا واقعہ ہے یقیناً تم جھوٹی ہو اور میں جان چکا ہوں کہ ماضی میں تمہارا تعلق اپنے ہمسایہ منان سے رہا ہے وہ تمہارے پیچھے یہاں تک پہنچا تھا اب اگر یہ واقعہ راز رہتا تو میں شاید بچوں کی خاطر تم کو معاف کر دیتا لیکن جس لڑکے نے مجھے حقیقت بتائی ہے یقیناً وہ کسی اور کو بھی یہ قصہ بتا چکا ہوگا۔ اب اس معاملے کو کھلنے میں کھلنے میں دیر نہ لگے گی لہذا قصے کو قصہ پارینہ سمجھ کر ختم کرتا ہوں یہ کہہ کر نپے نے بیوی کو نالے کے تند و تیز ریلے میں دھکا دے دیا اور خود وہاں سے لوٹ آیا وہ سیدھا میرے بھائی کے پاس پہنچا تمام احوال بتا کر کہا۔

میرے بچے امانت ہیں ان کو میرے والدین کو پہنچا دینا اور مجھے معاف کر دینا کہ میں نے بیوی کا قصہ تمام کر دیا ہے جو سزا ملے گی اسے مقدر سمجھ کر قبول کروں گا

نپے کو متعلقہ حکام کے حوالے کر دیا گیا اور اس کے معصوم بچوں کو بھائی جان کی تحویل میں دے کر ان کے افسران بالائے کہا ان کو اپنے نپے دھوپ کے والدین کے پاس پہنچا دیں اور نپے کو قید کی سزا سنائی۔

قارئین کرام کیسی لگی میری کہانی اپنی رائے سے مجھے ضرور نوازے گا اگر پسند آئی تو میں مزید لکھ کر اڑ سال کروں گا۔ آپ سب کا اپنا۔

شاہد رفیق سہو۔ کبیر والا۔

جاؤ جا کر ڈھونڈ لو ہم سے زیادہ پابنے والا مل جائے تو خوش رہنا نہ ملے تو پھر ہم سیرے ہیں

کراہت کہہ تھی کہ گھائی سے لڑھکتی تھی

قسم ہے ان آنسوؤں کی

--- تحریر: آسیہ اشرف آشو --- شیخوپورہ ---

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔
آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے سنی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے قسم ہے ان آنسوؤں کی رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے منہ میں لے جاتا ہوگا۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوئی ہوں ضرور بتانا۔ قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پاسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ ادارہ جواب عرض یامیں نہ ہوں گے۔

سارہ کی طبیعت گزرتے ہوئے دنوں کے ساتھ ساتھ مزید بگڑتی جا رہی تھی آج انوشہ نے سارہ کو اپنے ہاتھوں سے ناشتہ کروایا تھا سارہ کو میڈیسن دے کر پھر اسے آرام کرنے کی تاکید کر کے وہ یونیورسٹی چلی گئی۔ انوشہ کو یونیورسٹی جا کر بھی ایک پل کے لیے بھی چین نہیں ملا تھا وہ سارہ کے لیے بہت پریشان تھی اور کل سے چونکدار بابا بھی چٹنی لے کر اپنے گاؤں گیا ہوا تھا اور ماں ماں بھی شاید اس وقت اپنے سرنوٹ کوارٹر میں ہوگی پتہ نہیں سارہ آپلی اس وقت کس حال میں ہوگی جب انوشہ یونیورسٹی سے لوٹی تو اس نے گیٹ کے باہر گاڑی کھڑی کی پھر اس نے اپنے بیگ سے گیٹ کی چابیاں نکال کر جلدی سے گیٹ کو کھول کر اپنی گاڑی اندر کی پھر اس نے اندر سے گیٹ کو لاک کر دیا شدید بھوک اور گرمی کی وجہ سے انوشہ کا حال بہت برا ہو رہا تھا جلدی

سے اس نے ٹی وی لاؤنج میں رکھے ہوئے صرف پر اپنی کتابیں اور اینڈ بیگ رکھنے کے بعد ملازماں کو آواز دی۔
صائمہ صائمہ۔۔ صائمہ کہاں ہو تم۔ انوشہ کی آواز کانوں میں پڑتے ہی ملازم فوراً چراغ کے جن کی طرح حاضر ہو گئی تھی جی انوشہ باجی۔
پلیز جلدی سے کھانا لگا دو مجھے بہت زیادہ بھوک لگی ہوئی ہے۔ اور سارہ آپلی کہاں ہے ان کی طبیعت کیسی ہے۔
وہ جی میں تو اپنے کوارٹر میں تھی اور لگتا ہے کہ سارہ باجی سو رہی ہیں آج وہ اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلی ملازمہ نے سادگی سے جواب دیا۔
اچھا میں سارہ آپ کو دیکھتی ہوں تم جا کر کھانا لگاؤ آج تو میں نے آبی کی ٹینشن میں کنٹینر سے بھی کچھ نہیں لیا۔ بہت بھوک لگی ہے پلیز ذرہ

جلدی کرتا میں آپ کی پاس جاری ہوں تم
کھانا لگا کر مجھے بلالینا۔ صابنہ کو ہدایات سن کر
انوشہ اپنی آپ کے روم میں چلی گئی تھی۔

انوشہ نے جیسے ہی سارہ کے روم کا دروازہ
کھولا آگے کا منظر دیکھ کر اس کے پاؤں کے نیچے
سے زمین پر گر گئی وہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے سارہ کی
طرف بڑھی تھی اس نے زمین پر پڑی ہوئی سارہ
کو اٹھا کر اپنی ہانپوں میں بھر لیا سارہ آپلی اٹھنے
ناں کیا ہوا ہے آپ کو وہ رونے کے ساتھ ساتھ
سارہ کو دیا وہ وار پار رہی تھی انوشہ کے یونیورسٹی
جانے کے بعد سارہ نے زہر پی لیا تھا جس سے
اس کی موت واقع ہو گئی تھی انوشہ کو یقین نہیں
ہو رہا تھا کہ سارہ اسے ہمیشہ ہمیش کے لیے چھوڑ کر
چلی گئی ہے۔ انوشہ نے روتے ہوئے کانپتے
ہاتھوں کے ساتھ سارہ کے ہونٹوں سے جما ہوا
خون صاف کیا انوشہ کا سہی کون تھا سوائے
سارہ کے سارہ ہی تو اس کی کل کائنات تھی سارہ
آپلی آپ کیسے مجھے اتنی بڑی دنیا میں تنہا چھوڑ کر
جاسکتی ہیں۔ سارہ آپلی میں کیسے جنوں کی آپ
کے بغیر مجھے تو ایک منٹ بھی آپ سے دور رہنے
کی عادت نہیں ہے کاش آپلی آپ موت کو گلے
لگانے سے پہلے میرے بارے میں سوچ لیتی
کاش وہ ہانگوں کی طرح سارہ کے بے جان وجود
کو جھجھوڑ کر پوچھ رہی تھی تب ہی ملازمہ نے آ کر
سے سنبھالنے کی کوشش کی وہ اس کے بہلاوے
میں نہیں آ رہی تھی وہ کوئی پی تو نہیں تھی۔

سانہ دیکھو سارہ آپلی مجھ سے روٹھ گئی ہے۔
بیز تپ سارہ سے کہو کہ وہ میرے ساتھ بات
کرے انوشہ ملازمہ کے سامنے بچوں کی طرح

خند کر رہی تھی۔ آنسو تھے کہ کسی سیلاب کی مانند
اس کے رخسار کو چھو کر زمین پر گرتے جا رہے تھے
انوشہ کی بھوک اور پیاس سارہ کے ساتھ ہی مٹ
چکی تھی وہ کچھ دیر کے بعد ملازمہ کی ہانپوں میں جھو
ل گئی تھی۔

انوشہ کو جب ہوش آیا تو سارہ کفن میں لپی
ہوئی ابھی نیند سو رہی تھی آج انوشہ کی ایک
اور ہستی اس سے بچھڑ چکی تھی کاش کہ وہ سارہ کو
روک پاتی وہ ایک عورت کے گلے لگ کر پھوٹ
پھوٹ کر رو رہی تھی اور وہ عورت بھی بے چاری کیا
کر سکتی تھی سوائے انوشہ کو حوصلہ دینے کے اور اس
کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سارہ نے ایسا کیوں کیا
ہے یہ عورت اس کی شادی کی تھی آخر اس نے کیوں
موت کو گلے لگایا تھا اسی طرح کچھ دیر تک انوشہ
سارہ کے رخسار سے کفن ہٹا کر اسے بڑی بھوکی
نظروں سے دیکھ رہی تھی تب ہی وہاں پر کچھ مرد
حضرات آئے اور وہ سارہ کی میت کو اٹھا کر نلے
مگے آج انوشہ کے لیے یہ دن کسی قیامت سے کم
نہ تھا۔ وہ ایک بار پھر کفن عورت کی ہانپوں میں
جھول چکی تھی وہ ماں باپ کا سایہ تو بچپن میں ہی
چھن گیا تھا اور آج اس کی انکوئی مہربان ہستی اس
کے جینے کی وجہ اس کی ماؤں جتنا خیال رکھنے والی
اس کی چوٹ کو دیکھ کر تڑپ کر رو دینے والی اس کی
سارہ آپلی بھی آج اس دنیا سے فانی سے روٹھ کر مٹی
کی سپرد ہو چکی تھی۔

سارہ کی موت سے لے کر چالیسویں تک
انوشہ تمہم اور ساری دنیا سے لاپرواہ تھی ہوئی تھی
سارہ نے خود کشی کرنے سے پہلے انوشہ کے نام

ایک آخری لیٹر لکھا تھا جو سارہ کے بیڑی کی سائینڈ
تھیل میں پڑی اس کی ڈائری سے انوشہ کے
اچانک ہاتھ لگا تھا۔ انوشہ نے ڈائری کو ایک
سائینڈ پر رکھا اور لیٹر کو بڑی بے چینی کے ساتھ
کھول کر پڑھنے لگی۔
انوشہ کے نام۔

انوشہ میری جان میں جانتی ہوں کہ تم مجھ
سے بہت پیار کرتی ہو۔ اور مجھے یہ بھی بہت اچھی
طرح سے معلوم ہے کہ تم میرے بغیر ایک مل بھی
نہیں رہتی لیکن انوشہ میں اس بے وفا اور ظالم دینا
میں اور جیٹا نہیں چاہتی ہوں۔ انوشہ میری جان
میری زندگی کا ایسا راز ہے جو تم نہیں جانتی انوشہ
میں نے ہزار بار کوشش کی تھی تمہیں بتانے کی مگر
مجھ میں ہمت نہیں ہوتی تھی پتہ ہے انوشہ میری
زندگی میں ایک لڑکا تھا جس کا نام عباد تھا تم یقین
نہیں کر سکتی کہ میں کتنا ٹوٹ کر جا رہی تھی اسے اتنا
چاہتے تھی میں عباد کو کہ تم سوچ بھی نہیں سکتی۔
میں عباد کے پیار میں پور پور بھگ چکی تھی مجھے اس
سے ملاوہ کوئی اور نظر ہی کب آتا تھا۔ انوشہ یہ
میں تھی جو اس کیساتھ دل و جان سے پیار کرتی تھی
اور ایک وہ تھا جو میرے ساتھ نام پاس کر رہا تھا۔
جسٹ نام پاس۔ انوشہ عباد کا ایک دوست بچہ تھا
جس کا نام صائم تھا جب عباد کے بعد صائم۔
بھی میرے ساتھ پیار کے بڑے بڑے دعوے۔
کئے تو میں ایک بار پھر جھول گئی اور پتہ نہیں ہے
میں اس کی باتوں میں آ گئی۔ شاید میں بہک چکی
تھی کہتے ہیں کہ اگر ایک بار ٹھوکر لگے تو انسان
بھل جاتا چاہیے تم جانتی ہو کہ میں اتنی زیادہ بھلا
کیوں ہو گئی ہوں انوشہ میں بریکسٹ ہو چکی ہوں
اور جب میں نے یہ خیر صائم کو سنائی تو اس نے

انوشہ کھنوں کے بل زمین پر پڑ گیا
آنسو تھے کہ کسی سیلاب کی مانند اس کے گاموں
جو زمین پر گرتے جا رہے تھے بہت روئے سن
کے بعد آپ اس کے دل کا خباہتہ ہلکا ہوا اس
نے آپ ہاتھ میں پکڑے ہوئے لیٹر کو تہہ کہ
ایک لڑکی۔ ریکوہر سائینڈ تھیل کی دراز میں رکھ
د پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ
پچے آؤں کو صاف کیا پھر وہ چلتے ہوئے سارہ
کو قصے کے چن جا کر رک گئی اس تصویر میں
انوشہ کی ہانپوں کے ساتھ انوشہ کو اپنے گلے
میں لٹائی ہوئی تھی۔ پتک کلر کے ڈریس
میں۔ مہری تھری سی لگ رہی تھی اس کی
انوشہ نے اسی
پتہ کہ اس فوٹو فریم کو اٹھا کر اپنے سینے

جسم ہے ان آنسوؤں کی
جواب عرض

سے لگا لیا۔ آپ کی بارود بچکوں کے ساتھ رونے لگی تھی کاشر آپ نے یہ سب باتیں مجھے پہلے بتادی ہوئی تو آج میں نے آپ کو خود سے دور نہیں جانے دینا تھا آپی میں آپ سے نفرت نہیں کر سکتی کبھی بھی نہیں آپی اسی وقت وہ تصویر کو اسی جگہ پر رکھ کر خود سے عہد کرنے لگی سارہ آپی مجھے قسم ہے آپ کے پیار کی آ کی زندگی کی آپ کے کفن کی اور اپنے ان آنسوؤں کی میں ان کمینوں کو چھوڑوں گی نہیں میں ان کا جینا حرام کر دوں گی میں ان سے ان کا سکون چھین لوں گی میں ان کو برباد کر دوں گی سارہ آپی جس طرح سے ان کمینوں نے آپ کو پیار کے جال میں پھنسا کر لوٹا ہے بالکل اسی طرح کا کھیل میں بھی ان کے ساتھ کھیلاؤں گی آپی آپ دیکھنا میں آپ کے ساتھ ہونے والے اظہم کا سارا حساب ان دونوں سے سود سمیت وصول کروں گی۔ اور یہ میرا وعدہ ہے آپ سے اور شاید تب ہی آپ کی روح کو سکون ملے گا انوشہ کے اندر انتہم کی آپ بھڑک اٹھی تھی اس نے اسی وقت اپنے آنسوئو پیپر کے ساتھ بڑی بے دردی سے رونا لے لیا تھا اب اسے رونا نہیں تھا۔۔۔

جس کی وجہ سے اس نے خود جا کر نادہی کے گھر والوں سے اس کا پتہ مانگا لیکن اس کے گھر والوں نے رشتہ دینے سے صاف انکار کر دیا اتفاق اپنے نوٹے ہوئے دل کے ساتھ اپنے گھر واپس آئے اتفاق کے پاس دیتا کی ہر آزمائش تھی اس کا اپنا محل نما گھر جنگ بیلنس اپنا بزنس سب کچھ تو تھا اس کے پاس یہ سب کچھ اس نے اپنی تعلیم اور قابلیت کے بل بوتے اور دن

قسم ہے ان آنسوؤں کی

انوشہ نے ان دونوں کو ڈھونڈنے کے لیے
شہر کی خاک چھان ماری تھی تب کہیں
اسے عباد کوکھاں پایا تھا۔ انوشہ نے کافی دن
تک عباد کی کار کو فلو کیا وہ کہاں جاتا ہے کیا کرتا
ہے اور کس سے ملتا ہے اور اس کا نام شہل کیا
ہے انوشہ زیادہ تر عباد کوکھاں کے ساتھ ہی دھنستی
ہے اسے اب موقع نہیں مل رہا تھا کہ کس طرح
۔۔۔ عباد کوکھاں اسے بتائے۔ اور پھر چند ہی دنوں

او مانی کا: سر آپ کو تو بہت زیادہ چوٹ لگی ہے وہ اپنے نشو و نما سے اس کی پیشانی کو صاف کرنے لگی تھی۔ آئی ایم رینلی ویری سوری سر میری وجہ سے آپ کو چوٹ لگی ہے بلیو می سر میں نے یہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا وہ اس کی پیشانی صاف کرتے ہوئے ساتھ ساتھ ایکس کیوز بھی کر رہی تھی خون اب رستا بند ہو گیا تھا

نہایت ان آنسوؤں کی

اف یہ تیرا نازک سراپا اور نیشے میں ظالم
ذراہ بتا کہ ہم تو پر سر میں ناں تو اور کیا کریں
عباد نے دل ہی دل میں اس کی خوبصورتی
کے قصیدے پڑے اس لڑکی کی کانوں میں رس
گھولتی آواز سیدھی اس کے دل میں اتر رہی تھی
اس لڑکی نے وہ نشو و نما پیر سڑک کے ایک طرف
پھینک دیئے اس کے بعد سے وہ پھر عباد کی طرف
متوجہ ہو گئی۔

سر کیا آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے۔ اسی
وقت عباد حال میں لوٹا تھا۔
نوں نوں اس ادا کے مس۔ آگے عباد نے
بات ادھوری چھوڑ دی تھی

سر میرا نام انوشہ آفاق ہے انوشہ نے عباد کی
مشکل آسان کرتے ہوئے اسے اپنا نام بتایا تھا۔
ناکس نیم۔ مس انوشہ آفاق مجھے آپ کا نام
بہت ہی پسند آیا ہے۔ عباد نے انوشہ کے نام کی
کھلے دل سے تعریف کی تھی۔ اینڈ مس انوشہ میرا
نام عباد حسن ہے۔ اس نے ساتھ میں اپنا نام بھی
بنا پوچھے انوشہ کو بتا دیا تھا۔

اور نیلی سر۔۔۔ سر آپ نہیں جانتے کہ عباد
حسن نام سے مجھے کس حد تک شوق ہے اور آپ تو
ماشا اللہ سے اپنے نام سے بھی کہیں بڑھ کر خوبصورت
ت ہیں انوشہ نے دل کھول کر اسے مسکھ مارا تھا۔
جس سے عباد اور بھی پھیل گیا تھا۔ اسی وقت انوشہ
نے اپنے گھر کا ایڈریس نوٹ کر دیا تھا سر میں اس
دنیا میں ایسکی ہوں اور ایسکی ہی رہتی ہوں سر آپ
کا جب دل چاہے میرے گھر آکر آپ اپنا ہونے
والا نقصان پورا کر لیجے گا۔ اوکے اب میں چلتی
ہوں عباد نے کچھ بولنے کے لیے اپنے لب
کھولے ہی تھے کہ انوشہ ایک بہت ہی خوبصورت

اور دل کو مو لیتے والی سائل پاس کر کے اپنی گاڑی
کی طرف بڑھ گئی اس کے بعد اپنی گاڑی اشارت
کر کے اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اور عباد
نجانے کتنی ہی دیر اس جگہ پر کھڑا ہو کر انوشہ کے
بارے میں سوچتا رہا اب اسے گرمی کا احساس بھی
نہیں ہو رہا تھا۔ انوشہ کا ایک تیر تو نشانے پر لگا تھا
اور اب اس کا دوسرا نارنگ صائم تھا۔ کچھ دیر
سوچنے کے بعد انوشہ نے اپنا موبائل فون اٹھایا
اور صائم کا نمبر ڈائل کرنے لگی تیسری بل پر دوسری
طرف سے کال اینڈ ہو گئی تھی سیلو صائم نے
موبائل کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ انوشہ سیلو تو
تھوڑا کنفیوز ہو گئی پھر اسی بل اس نے خود کو کھپوز
کر لیا تھا۔

جی آپ کون۔ انوشہ نے انجان بننے ہوئے
کہا۔ اور جواب کا انتظار کرنے لگی۔

جناب کال آپ نے کی ہے میں نے نہیں
ویسے آپ نے کس کو کال کی تھی صائم نے سوال کیا
جی وہ تو میں نے اینڈ سنڈ صبا کو کال کی تھی
لگتا ہے کہ رونگ نمبر ہے انوشہ نے
مصومیت سے جواب دیا۔

مس نمبر تو رونگ ہے بٹ اس رونگ نمبر کا
بندہ ایک دم رائٹ ہے۔

اوہ مسٹر آپ رونگ ہیں یا رائٹ میری بلا
سے میں کیا کروں۔

فرینڈ شپ۔۔۔ صائم نے ایک خوبصورت
سے مشورے سے نوازا

نوشٹکس مسٹر مجھے کوئی شوق نہیں ہے بوائے
سے فرینڈ شپ کرنے کا۔

کیوں شوق نہیں ہے کیا۔ آپ مجھے بتانا پسند
کریں گی۔

جی جناب ضرور۔ اس لیے پسند نہیں ہے کہ
بوائے بہت فلرٹ ہوتے ہیں
لگتا ہے کہ کافی اندازہ ہے آپ کو بوائے کے
بارے میں۔

زیادہ تو نہیں کچھ کچھ ہے انوشہ نے جواب
دیا تھا۔

وہ کیسے۔ مس کہیں آپ کے ساتھ۔۔۔ آگے
صائم نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

نوشٹکس آپ غلط سمجھ رہے ہیں انچو کلی میری
فرینڈ کے ان دوسالوں کے اندر اندر پورے نو
افیر چل چکے ہیں۔ ایک بھی لڑکا ایسا
نہیں نکلا جس نے اس بے چاری کے ساتھ فلرٹ
نہ کیا ہو۔

اوہ ویری سید بٹ میں تو ایسا نہیں ہوں۔
مسٹر سبھی بوائے ایسا ہی کہتے ہیں۔

مس صائم نام ہے میرا اینڈ یونیم پلیز۔
میرا نام انوشہ ہے۔

انوشہ جی میں آپ کی بات سے ایگرمی ہوں
باب یہ سچ ہے کہ اس دور میں ہیرا راجھا کے جیسا
عشق نہیں ہوتا آئی ایم سوری انوشہ جی آپ کو سن
کر شاید برا ہی لگے بٹ آج کل کی گرلیز بھی بہت
فلرٹ کرتی ہیں۔ انوشہ کو بہت ہی غصہ آیا تھا اس
کی بات سن کر۔

صائم جی میں نہیں مان سکتی کہ گرلر فلرٹ
کر سکتی ہوں۔ وہ اس لیے کہ میں نے اپنی ایک

بہت ہی پیاری ہستی کو کھویا ہے جس کے ساتھ یہ
فلرٹ ہوا تھا انوشہ کی آواز بھرا آئی تھی۔

واٹ ڈو یو میز کسے کھویا ہے آپ نے میں
کچھ سمجھا نہیں ہوں انوشہ جی

میری ایک دوست تھی تانیہ اس کے ساتھ

ایک لڑکے نے دھوکا کیا تھا اس کی بے وفائی کو وہ
برداشت نہیں کر سکی تھی اور اس نے سوسائٹ کر لی
انوشہ نے سارہ کی بجائے تانیہ نام بتایا تھا اس
لیے میں کہتی ہوں کہ آپ اس بات کو مان لو کہ آج
کل لڑکے زیادہ فلرٹ کرتے ہیں۔

اوکے مس انوشہ جی میں ماننے کے لیے تیار
ہوں بٹ میری بھی ایک شرط ہے آپ کو ماننا

پڑے گی۔
کیسی شرط۔ میں کچھ سمجھی نہیں۔

آپ کو میرے ساتھ فرینڈ شپ کرنی پڑے
گی۔ وہ بے دریغ ہو کر بولا۔

واٹ۔ انوشہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی
پلیز انوشہ جی ویل یو فرینڈ شپ وہ وہی۔

نودے۔ انوشہ نے صاف انکار کر دیا تھا
بت دانے انوشہ جی

میں آپ کو سب کچھ یہ بات بتا چکی ہوں کہ
مجھے بوائے پرفرٹ نہیں ہے

پلیز فرسٹ می۔ انوشہ جی آئی پرومیس یو کہ
میں آپ کے ساتھ بھی فلرٹ نہیں کروں گا پلیز

بیلوی۔ صائم نے ریکوسٹ کی۔
صائم جی بہت ہو چکی باتیں آئی تھنک کہ

اب مجھے فون بند کر دیا چاہیے اوکے ہائے اینڈ
خدا حافظ۔ انوشہ نے جان بوجھ کر صائم کی بات کو

اگنور کر کے کال ڈس کنکٹ کر دی تھی۔

انوشہ کی خوبصورت آواز ابھی بھی صائم کے
کانوں میں رس گھول رہی تھی اس کی آواز اتنی

پیاری تھی نجاتے وہ خود کتنی خوبصورت ہوگی۔ اسی
وقت صائم نے سوچا کہ کال کر کے یا ابھی وہ عباد

کے گھر جا کر اس لڑکی کے بارے میں بتائے جس

اسے دیکھنا بنا دیا تھا۔ بسبب بھی صائم کا کسی کے ساتھ انفریج چلنا تو وہ عباد کو ضرور بتاتا تھا۔ عباد کا بھی یہی حال تھا وہ دونوں ہی اپنی لڑائی فرینڈز کو ایک دوسرے کے ساتھ شیئر کرتے تھے جیسے کہ سارہ کو ان دونوں نے پوز کیا اور چھوڑ دیا تھا۔ وہ دونوں بہت کلوز فرینڈ تھے۔ تم نے عباد کو کال کی پھر جب نیل جانے لگی تو نے کچھ سوچ کر کال کاٹ کر اپنا سیل فون لے کر دیا یا یہ میں کیا کرنے لگا تھا اگر میرے دو اس لڑکی کا بھری سینڈ کرنے یا اس سے ملوانے سے عباد اس کے ساتھ سیٹ ہو گیا تو میں تو گیا پھر ہم سے وہ سنا تو مجھ سے بھی زیادہ فلرٹ کر رہی تھی بے صائم کے دل میں بے ایمانی نے جنم لے لیا تھا۔ اور اصرار عباد کے دل میں بھی کھوٹ چکی تھی۔ اس بار وہ دونوں دوستوں نے اپنی اپنی بات اپنے دلوں تک محدود کر لی تھی۔ اور ان دونوں نے بے وقوفی کی وجہ سے انوش کا کام اور بھی سناں ہو گیا تھا انوش نے اب خود سے کانٹ کانٹ نہیں کرنا تھا اسے اب ان دونوں کے کانٹ کانٹ نہیں کرنا تھا۔ اسے اب ان دونوں کے کانٹ کا اتنا رنج نہ تھا۔ انوش نے ایک گہری سانس فضا میں خارج کی تھی تب ہی اس کی نظر اپنے بیڈ تب ہی اس کی نظر اپنے بیڈ پر پڑے فوٹو فریم پر پڑی جو اس نے تالی کرنے سے پتہ اپنے پاس بید پر رکھا تھا سارہ فوٹو فریم میں کھڑی مسکرا رہی تھی۔ انوش نے فریم کو اٹھا کر سنے سے لکھا تھا۔

ریزہ ریزہ ہو کر

منی میں مل جائے

انوشہ سارہ کی نظم پڑھ کر تڑپ ہی تو مٹی تھی
کتنا درد تھا اس نظم میں اور کتنا تڑپتی ہوئی آپنی ان
کینوں کے پیاز میں۔

آپنی پلیز تھوڑا سا اور صبر کر لیں اگر اسی طرح
سے میں نے ان کو اپنے لیے نہ تو پایا تو میں بھی
انوشہ نہیں ہوں۔ انوشہ نے سارہ کی تصویر کو ایک
نظر دیکھ کر خود سے کہا۔ اتنی دیر میں صائمہ نے
اسے کسی کے آنے کی اطلاع دی تو وہ اسی وقت
اٹھ کر اپنے آنسو صاف کر کے پوچھنے لگی تھی کون آیا
ہے صائمہ۔

وہ جی چوکیدار بتا رہے تھے کہ کوئی عباد
صاحب ہیں وہ آپ سے کچھ بات کرنے کے
لیے آیا ہے۔ بابا نے اسے گیٹ پر ہی روکے
رکھا ہوا ہے۔

واٹ۔ کیا عباد آیا ہے پاگل جلدی سے
چوکیدار بابا سے کہو کہ اسے کیسٹ روم میں بٹھائے
اور تم جا کر ان کو جا کر کولڈ ڈرنک دے آتا میں ذرا
نہا کر فریش ہو کر آتی ہوں۔ انجانی سی خوشی کا
احساس ہونے لگا تھا اسے وہ صائمہ کو ضروری
ہدایات سنا کر اپنا ڈریس لے کر جلدی سے شاو
لینے چلی گئیں۔

وہ کچھ دن کے بعد مطلوب ایڈریس پر پہنچ
چکا تھا کافی دیر اس نے کچھ سوچا پھر گیٹ کے ایک
سائیڈ پر لگی ہوئی نمبر پلیٹ کو پڑھا آفاق ہاؤس
پڑھنے کے بعد اس نے ڈور بل پر ہاتھ رکھ دیا اسی
وقت چوکیدار نے گیٹ کھول دیا اور انہوں نے
اسے اندر آنے کے لیے نہیں کہا تھا بلکہ اس کا نام

پوچھنے کے بعد وینٹ کا کہہ کر چوکیدار نے پھر گیٹ
بند کر لیا تھا۔ عباد کا سخت گرمی کی وجہ سے پیٹنے سے
بہت برا حال ہو رہا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو وہ
اپنے گھر سے فریش ہو کر آیا تھا بلکہ پیٹ کے
اوپر واٹ کمر کی شرٹ کے اوپر مہرون ٹائی
اور ابھی ابھی کروائی گئی شیو میں وہ بہت ہی سارٹ
لگ رہا تھا اور اب پورے پندرہ منٹ آفاق
ہاؤس کے باہر کھڑا رہنے کی وجہ سے اس کی فیش
منس کا بیڑا غرق ہو چکا تھا۔ تب ہی چوکیدار نے
آکر گیٹ کا پوزا دروازہ کھول دیا اسی وقت عباد
نے اپنی گاڑی اندر کی اس کے بعد چوکیدار نے
اسے کیسٹ روم میں بیٹھایا اور خود باہر نکل گیا عباد
کو اسے سی روم میں آئے ہوئے ابھی پانچ منٹ
ہی گزرے تھے کہ وہ اب خود کو بہت ہی پرسکون
محسوس کرنے لگا تھا اس کا پسینہ بھی اب خشک
ہو چکا تھا۔ چند منٹ کے بعد ملازمہ اس کے لیے
کولڈ ڈرنک لے آئی وہ کولڈ ڈرنک رکھ کر جب
واپس جانے لگی تو عباد نے اسے آواز دے کر
روک لیا۔

ایکسو کیوزی مس۔
جی صاحب جی ملازمہ نے ادب سے پوچھا
کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ مس انوشہ کہاں ہیں
اس نے بے چینی سے پوچھا۔

وہ جی انوشہ بی بی تو ابھی نہا رہی ہیں آپ
بینیص وہ کچھ دیر تک آجائیں گی بات ختم کرتے
ہی ملازمہ چلی گئی تھی۔

کیا وہ نہا رہی ہے۔ عباد کے سن کر اسی وقت
اس کے منہ میں پانی بھرا آیا اور اس کے بعد سے وہ
اور بھی بے چینی سے انوشہ کے آنے کا انتظار
کرنے لگا۔ اور پھر ٹھیک آدھے گھنٹے کے بعد

انوشہ فریش ہو کر گیٹ روم میں داخل ہو چکی تھی۔
السلام و علیکم سر۔

علیکم السلام۔ عباد اسے دیکھ کر اپنی جگہ سے
کھڑا ہو گیا تھا۔

آئی ایم رینلی سوری سر آپ کو اتنا وینٹ کرنا
پڑا انوشہ نے آتے ہی اس سے ایس کیوز کیا تھا
اس ادا کے مس انوشہ۔

سر پلیز بیٹھے ناں آپ۔ انوشہ نے صوفے
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اور اس کے
بعد وہ کو دیکھ کر سامنے والے صوفے پر تنک گئی تھی۔

آج انوشہ نے جینز کی بجائے پنک ٹکڑا ڈریس
زیب تن کیا ہوا تھا جس میں وہ بہت ہی ٹھہری
ٹھہری اور پرکشش دکھائی دے رہی تھی اور اوپر

سے لائٹ میک اپ نے اس کی خوبصورتی کو
اور بھی چار چاند لگا دیے تھے۔ کچھ ہی دیر کے بعد
اس نے اپنے سنہری بالوں کو آگے کر لیا تھا جو ابھی

بھی کچھ کچھ گیلیے نظر آ رہے تھے۔ سر میں آپ کے
لیے چائے منگوائی ہوں۔ اسی وقت وہ اس کے
پاس سے اٹھ کر باہر چلی گئی۔ جاتے ہوئے اس

نے پھر سے اپنے سنہری بالوں کو ہاتھ کے جھکے
سے اپنی کمرے پر گرا لیا تھا۔ جس سے اس کا نظر
آتا ہوا ڈیپ گلا چھپ گیا تھا عباد تو جیسے اس کی ہر

ہر ادا پر لٹتا جا رہا تھا۔ انوشہ نے جب کچن میں
جا کر صائمہ کو بتایا کہ یہ وہی ہے جس نے سارہ آپنی
کے ساتھ فلرٹ کیا تھا۔ تب ہی صائمہ نے اسے

مشورہ دیا کہ آپ ان سے چائے میں زہر ملا کر
پلا دیں۔
انوشہ اگر چاہتی تو اسے ایک پل میں ابدی
منہ سلا سکتی تھی مگر اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ وہ اس
فحش کو پل پل مرتبے ہوئے دیکھنا چاہتی تھی کچھ

ہی دیر کے بعد وہ ملازمہ کے ساتھ چائے لے کر
آگئی انوشہ کے ہاتھ میں چیک بک تھی جو اس نے
اپنے پاس صوفے پر رکھ لی ملازمہ ان دونوں کو

چائے سرد کرنے کے بعد چلی گئی تھی چائے کے
ساتھ اور بھی بہت سے لوازمات تھے جو باری
باری انوشہ نے عباد کو کھلائے تھے اس کے بعد ان

دونوں نے بناہ کوئی بات کہنے ایک ساتھ چائے ختم
کی انوشہ نے ملازمہ کو آواز دی تب ہی وہ آکر
برتن لے گئی عباد بڑی بھوک نظروں سے انوشہ کا

سر سے لے کر پاؤں تک جائزہ لے رہا تھا انوشہ
سے رہا نہ گیا تو اس نے عباد سے پوچھ لیا۔ کیا دیکھ
رہے ہیں آپ سر۔ انوشہ کے اس طرح پوچھنے پر

عباد ٹڑ بڑا سا گیا۔
وہ کچھ نہیں بس یونہی۔ انوشہ کے سامنے وہ
تھوڑا سا کنفیوز ہو گیا تھا۔ پلیز انوشہ آپ مجھے سر

مت کہو میں کوئی آپ کا بوس تھوڑی ہوں
تو پھر اور کیا کہوں۔ آپ کو سر انوشہ نے
معصومیت سے پوچھا۔

مس انوشہ آپ مجھے عباد کہو گی تو مجھے بہت
ہی اچھا لگے گا۔
چلیں جی جناب ہم آپ کو عباد ہی کہیں گے

اب بہت ہو چکی باتیں ہم کام کی بات تو بھول ہی
گئے۔ اتنا کہتے ہی انوشہ نے اپنے پاس بڑی ہونٹ
چیک بک اٹھائی اور اس میں سے ایک چیک کے

اوپر سائن کر کے اس نے سائن والے چیک کو
چیک بک سے الگ کرتے ہوئے عباد کی طرف
بڑھایا۔

یہ کیا ہے مس انوشہ۔ عباد نے چیک کو ایک
نظر دیکھنے کے بعد انوشہ سے سوال کیا۔
یہ بلینک چیک ہے میں نے اس دن غلطی

سے آپ کا جتنا بھی نقصان کیا تھا وہ آپ اس میں سے وصول کر لیجئے گا۔ انوشہ کا لہجہ نوس تھا۔

ایم سوری انوشہ میں آپ سے یہ چیک نہیں لے سکتا ہوں اور رہی بات نقصان کی تو وہ کونسا آپ نے جان بوجھ کر کیا تھا۔ اس اوکے انوشہ۔

لیکن سراسر ادوری میرا مطلب ہے عباد جی اگر آپ یہ چیک ایکسیٹ کر لیں گے تو مجھے بہت اچھا لگے گا۔ پلیز رکھ لیں۔

اوکے اگر وہال آپ کی خوشی کا ہے تو لائیں دیں مجھے یہ چیک عباد نے بہت ہی اپنایت سے وہ چیک لیا دوسری جانب انوشہ بھی اپنی بات پوری پورے کے بعد اسے چیک پکڑا کر خوش ہو رہی تھی تب ہی اسی پل عباد نے بھی مسکراتے ہوئے اس سے چیک کو چھڑا دیا تھا۔

یہ آپ نے لیا رو دیا ہے۔ انوشہ کو عباد کے اپنے رد عمل کی برز توقع نہ تھی۔

میں نے بالکل ٹھیک کیا ہے مس انوشہ میں یہاں پر کوئی نقصان وصول کرنے ہرگز نہیں آیا تھا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ میں آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے آیا تھا۔

واٹ۔ انوشہ کون کر حیرت کا شدید جھکا لگا جی ہاں مس انوشہ مجھے زیادہ لمبی چوڑی بات کرنے کی عادت نہیں ہے انوشہ جی آئی ریٹلی لویو انوشہ جی آپ میری زندگی میں پہلی لڑکی ہو جس نے پہلی نظر میں ہی میری فینڈ میرا سب کچھ لوٹ لیا ہے۔ نیلی انوشہ جی جب میں نے فٹ ٹائم آپ کو دیکھا تو میری نظریں آپ پر سے ہٹنے کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھیں۔ آپ نے میری زندگی میں آکر ایک بالکل سی مچادی ہے انوشہ جی جس دن سے آپ کو دیکھا ہے اس دن سے میں

ہر وقت آپ ہی کے بارے میں سوچتا ہوں۔ مجھے اب کوئی کام یاد نہیں رہتا۔ سوائے آپ کے عباد کی آنکھوں میں اس وقت ساری دنیا کی مٹی ہوئی محبت انوشہ کو صاف نظر آرہی تھی انوشہ اس بات پر حیران ہو رہی تھی کہ کیسے کوئی دوسری ملاقات میں بن جائے اس پر اپنی محبت نچھاور کر سکتا ہے انوشہ اس شخص کی باتوں میں مت آنا اسی طرح کی باتوں سے تو اس نے سارہ کو اپنے پیار کے جال میں پھنسا لیا تھا۔ کی ابھول مٹی ہو تم یہ اس کے دل کی آواز تھی۔ اس وقت اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا جواب دے۔

مس انوشہ آپ خاموش کیوں ہیں۔۔۔ کیا آپ کی لائف میں کوئی اور ہے جس کی وجہ سے آپ مجھے کوئی جواب نہیں دیا عباد نے اسے خاموش دیکھ کر سوال لیا۔

سر میں نے ابھی تک شادی کے بارے میں نہیں سوچا انوشہ نے حال میں لوٹنے ہی جواب دیا تھا۔

آپ نے مجھے پھر سر کہا۔ عباد نے اسے غصہ سے ڈانٹا۔

اوسوری اب نہیں سر کہتی آپ کو چلو اب بتاؤ کہ آخر وجہ کیا ہے جس کی وجہ سے آپ شادی نہیں کرنا چاہتی۔ مس انوشہ کیا آپ کا کوئی مشن ہے عباد نے مذاق میں اسے پوچھا۔ تو جواب میں انوشہ کھل کر مسکرا دی اس کی ہنسی نے عباد کو اپنے سحر میں جکڑ لیا۔

جی جناب آپ یہ ہی سمجھ لیں انوشہ نے شانے اچکا دئے ہوئے جواب دیا

کیا مشن ہے آپ کا عباد نے تھوڑا قریب ہو کر انوشہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

مسٹر عباد اگر بتا دیا تو میرا مشن کبھی پورا نہیں ہونے دے دیں گے آپ سچی انوشہ کے ہونٹوں سے پھسل تو چکی تھی لیکن عباد حسن کے فرشتوں تک کو بھی یہ خبر نہیں تھی کہ وہ کسی مشن کی بات کر رہی ہے سہ عباد نے انوشہ کی بات کو انور کر دیا کافی دیر ان دونوں نے باتیں کی پھر اس کے بعد انوشہ نے اسے سچ کی آفر کی جسے عباد نے قبول کر لیا اسی وقت انوشہ نے کھانا ٹیبل پر لگوادیا تھا عباد نے قورمہ اور بریانی کی دل سول کر تعریف کی کھانا کھا تے ہی وہ ٹیبل سے ہاتھ جھڑ کر کھڑا ہو گیا۔

اچھا انوشہ اب میں چلتا ہوں اپنا خیال رکھنا ہم پھر بیٹھیں گے وہ اب مس انوشہ سے انوشہ پر آگیا تھا۔ اور وہ یہی تو جانتی تھی عباد نے جانے سے پہلے انوشہ کو اپنا کانیکٹ نمبر دیا اس کے بعد انوشہ اسے گیٹ تک چھوڑنے کے لیے گئی عباد کے جانے کے بعد انوشہ اپنے روم میں آگئی وہ اپنے مقصد میں پچاس فیصد کامیاب ہو چکی تھی وہ دونوں بھیڑیے اس کے جال میں پوری طرح سے پھنسن چکے تھے جب روم میں آکر انوشہ نے اپنے سیل فون کو پکڑا وہ عباد کا نمبر سیکو کرنے لگی تھی تب ہی اس کی نظر فون میں آئے گئے القعدا ایس ایم ایس اور بے حساب مس کالز پر پڑی صائمہ پتہ نہیں کب سے زانیہ کر رہا تھا اور انوشہ نے پھر اسی وقت ریٹائی کیا تھا۔ اور پھر نجانے کتنی دیر اس نے صائمہ سے کال پر بات کی تھی دن بہت تیزی سے گزرتے گئے تھے اس دوران عباد پتہ نہیں بتی بار انوشہ کے گھر چکر لگا تھا عباد اور صائمہ سے بی وہ دو تین بار مل چکی تھی وہ دونوں ہی اس کے دیوانے ہو چکے تھے ان دونوں دوستوں نے ایک دوسرے سے ملنا جلنا تقریباً چھوڑ دیا تھا۔ جس سے انوشہ کا

مشن اور بھی آسان ہو گیا تھا اگر دیکھا جائے تو۔ انوشہ کے لیے بہت بڑا رسک تھا اس کی سچائی کبھی بھی ان دونوں کے سامنے آ سکتی تھی وہ ہر خوف سے آزاد ہو چکی تھی۔

اسے یانن کے مطابق ایک دن انوشہ عباد سے کہا کہ مجھے ایک روٹنگ نمبر سے بہت دنوں سے ایس ایم ایس اور کالیں آرہی ہیں یہ سے جب میں نے اسی انسلٹ کی تو اس نے مجھے دھمکیاں دینی شروع کر دی ہیں عباد میں بہت ڈر پکی ہوں اس روٹنگ نمبر سے انوشہ کی بات کر عباد غصہ سے لال پیلا ہو گیا تھا۔

انوشہ مجھے ابھی اور اسی وقت وہ نمبر میں دیکھتا ہوں اس کہنے کو

انوشہ نے عباد کو صائمہ کا نمبر سینڈ کرنے کے بعد صائمہ کو بھی یہی سٹوری سنا کر عباد کا نمبر سینڈ کر دیا ان دونوں نے جب ایک دوسرے نمبروں کو دیکھا تو بجائے ایک دوسرے پوچھنے کے کہ وہ ایک دوسرے کو انوشہ کو فون نہ کر گئی وارننگ کرنے لگے کہتے ہیں کہ محبت ہوتی ہے عباد کو شک تھا کہ صائمہ نے اس سے انوشہ کا نمبر چوری کیا ہوگا اور ادر صائمہ یہی خیال تھا وہ دونوں دو تین دن تک دوسرے کو دھمکیاں دیتے رہے انوشہ نے لو با گرم سے کیوں ناں اس پر اب چور۔ جائے اسی پل وہ چپتے ہوئے سارہ کی تصاویر پاس آکر پڑی۔

آئی آئی میرے مشن کا اینڈ ہونے کا۔ آگیا ہے آج سے آپ کا اور میرا پل انتشار ختم ہوگا ہاں آپ آج میں اس سنو

ایڈ کر دوں گی کچھ سوچ کر انوشہ نے عباد کو کال کی
اسی وقت عباد نے کال پک کر لی اسی وقت انوشہ
رونے لگ پڑی عباد کے پوچھنے پر اس نے بتایا
کہ صائم نے مجھے دھمکی ہے کہ وہ ابھی اور اسی
وقت مجھے میرے گھر سے اٹھا کر لے جائے گا۔

پلیز عباد مجھے بھائی نہیں تو میں اپنی جان دے دوں
گی۔ انوشہ کی جھجکیوں کی آواز سن کر عباد تڑپ سا
گیا عباد نے دس منٹ میں اس کے پاس آئے کا
کہا اور اسی وقت لائن ڈس کنکٹ ہوئی اسی وقت
انوشہ نے صائم کو کال کی ہیلو ہیلو صائم کہاں ہوں تم
صائم وہ مجھے اٹھا کر لے جائے گا پلیز صائم کچھ
کر لو نہیں تو ہم کبھی ایک نہیں ہو سکیں گے۔ انوشہ
کی آواز میں گھبراہٹ تھی۔

کون آرہا ہے انوشہ۔ پلیز مجھے بتاؤ صائم
بھی ایک دم اتنا پریشان ہو گیا تھا انوشہ کی بات سن
کر۔۔۔۔۔

صائم عباد نے ابھی کال کر کے کہا ہے کہ
انوشہ تم جہاں مرضی چھپ جاؤ میں تمہیں ڈھونڈ
ٹکالوں گا۔ اور آج میں صائم کو تمہارے ساتھ نکاح
کر کے بتا دوں گا کہ میں بھی کچھ ہوں۔ اس کی
ایسی کی تیسری میں اسے شوٹ کر دوں گا انوشہ پلیز تم
رومت میری جان میں ہوں ناں تمہارے ساتھ
۔ صائم نے اسے تسلی دی۔

صائم میرا گھر سیون نہیں ہے میرے لیے کیا
میں ابھی تمہارے ابھی آ جاؤں۔
ہاں انوشہ تم آ جاؤ ہم آج ہی نکاح کر لیں
گے۔ صائم نے کہا۔

اوکے میں ابھی آرہی ہوں۔
ہاں آ جاؤ میں تمہارا ویٹ کر رہا ہوں۔
انوشہ نے اپنی گاڑی وہی پر چھوڑی اور

چوکیدار بابا سے کہا کہ آپ کچھ دیر کے لیے ادھر
ادھر ہو جائیں آخری پلان وہ صائم کو بتا کر اپنا
موبائل فون لے کر جانے لگی تو صائم نے اس
کے اوپر چاروکل اور آیت انکر سی پڑھ کر پھونک
ماری اور اسی پل وہ گھر کو ایک نظر دیکھ کر آفاق
ہاؤس کا گیٹ کر اس گئی۔

دو دنوں دوستوں میں غلط فہمی تو تھی ہی اب
مزید ایک دوسرے کے لیے نفرت بھی بڑھ چکی تھی
وہ دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے
ہو گئے تھے عباد کے آنے سے دس منٹ پہلے ہی وہ
صائم کے گھر کے لیے نکل چکی تھی۔ جب عباد نے
اس کے گھر آ کر اسے پاگلوں کی طرح آوازیں
دینے شروع کر دیں انوشہ کہاں ہوں تم انوشہ کہاں
ہوں تم۔ ملازمہ نے جب اس کی حالت دیکھی تو کہا
صاحب جی انوشہ بی بی کو ایک لڑکا زبردستی لے گیا
ہے چوکیدار بابا بھی پولیس میں رپورٹ لکھوانے
کے لیے گیا ہے۔

ملازمہ نے انوشہ کا رٹایا ہوا سبق جب عباد کو
سنایا تو عباد اور بھی طیش میں آ گیا اس کے سر پر
اب خون سوار ہو چکا تھا اسی وقت عباد نے صائم
کے گھر کا رخ کیا۔ وہ آندھی کی طرح ڈرائیو
کرتے ہوئے کچھ ہی پل میں صائم کے گھر کے
پاس آ کر جلدی سے گاڑی سے باہر نکلا انوشہ صائم
کے پاس ڈری سہی ہوئی کھڑی تھی جب اس کی
نظر عباد پر پڑی تو اس نے ڈری ہوئی آواز میں کہا
۔ وہ پوری طرح اداکاری کر رہی تھی۔

صائم پلیز مجھے جانے دو یہاں سے میری
کسی فرینڈ کے گھر چلی جاتی ہوں صائم میں نہیں
چاہتی ہوں کہ میری وجہ سے تمہیں کوئی نقصان

وہ اتنا کہتے ہی گیٹ کی طرف بھاگی تو را
ستے میں صائم نے اسے کلائی سے تھام لیا۔ اور
واپس روم کی طرف لے جانے لگا۔ یکدم عباد بھی
آ گیا جب اس نے دیکھا کہ صائم اس کو زبردستی
اپنے روم میں لے جا رہا ہے تو وہ غصہ سے اور بھی
پاگل ہو گیا اس لمحے صائم نے بھی عباد کو دیکھ لیا۔ تو
وہ انوشہ کو کمرے میں چھوڑ کر عباد کی طرف بڑھا۔
دفع ہو جاؤ میرے گھر سے کیسے انسان۔ وہ غصہ
سے لال پیلا ہونے لگا۔ اس نے آتے ہی صائم کا
گر بیان پکڑ لیا تھا اور صائم نے اس کا
پکڑ لیا تھا۔ اور وہ اس کو مسلسل دھمکیاں بھی دے
رہا تھا جب عباد نے اپنے غصہ کو کوئی اور ہی رنگ
دے دیا وہ اس کی تیش کرنے لگا۔

پلیز انوشہ میرا پیار ہے میں اس کے بغیر نہیں
رہ سکتا ہوں تم میری انوشہ کو مجھے دے دو وہ تیش
کرنے لگا جس کو صائم اور بھی شیر ہو گیا۔
پیار اور وہ بھی تم۔ تم کو کیا پتہ کہ پیار کیا
ہوتا ہے تم تو لڑکیوں کو پیار کا جھانسہ دیتے ہو کئی
لڑکیوں کی زندگی سے کھیل چکے ہو۔ لیکن اب
انوشہ کو میں کبھی بھی تمہارے حوالے نہیں کروں
گا۔ اب تمہارا کھیل ختم۔

صائم پلیز بلیوی۔ اس بار میں سچ کہہ رہا
ہوں میں سچا پیار کرنے لگا انوشہ سے زندگی بن
چکی ہے وہ میری۔

اوہو زندگی۔۔۔ عباد تمہیں شاید یاد نہ ہو کہ کسی
روز سارہ کو بھی تم نے اپنی زندگی بنایا تھا اور جسے ہی
تمہارا دل اس سے بھر گیا تھا تم نے اسے ٹھوکر مار
دی صائم بہت بڑا کمینہ ہے۔

اگر میں نے سارہ کو ٹھوکر ماری تھی تو تم نے

کون سا اسے اپنا لیا تھا۔ عباد نے بھی فوراً اسے
آئینہ دکھایا۔ دیکھو صائم اب میں پہلے جیسا نہیں
رہا ہوں میں نے جب سے انوشہ کو دیکھا ہے
میری فینڈ میرا چمن میرا سکون میرا قرار سب کی
دور۔ انوشہ ہے انوشہ کے بغیر میں ایک پل بھی نہیں
رہ سکتا ہوں اور اگر یہ محبت نہیں تو اور کیا ہے یا عباد
نے پوری ایمانداری سے صائم کو اپنے دل کا حال
سنایا کہ شاید وہ اس کے رستے سے ہٹ جائے۔
صائم اس کی باتوں کو بہت ہی دلچسپی سے سن رہا تھا
پھر بولا۔

عباد اس بار میں نے بھی انوشہ سے سچا پیار
کیا ہے انوشہ اس مائی لو۔ اس مائی لائف انوشہ
صرف میری ہے اور میری ہی رہے گی اور اگر تم
اپنی زندگی چاہتے ہو تو چلے جاؤ یہاں سے تمہیں
کچھ بھی نہیں ملنے والا اور ایک بات میں کچھ ہی دیر
کے بعد انوشہ سے نکاح کرنے والا ہوں۔

صائم کے منہ سے نکاح کی بات سن کر عباد کو
انوشہ کی کال پر بتائی گئی بات اور بھی عجیب لگنے لگی
تھی اسی پل عباد نے صائم کو ایک زور کا دھکا دیا
اور اس کے اوپر بیٹھ کر اس کا گلا دبا دیا۔

صائم تیری یہ جرات کیسے ہوئی آج میں
تیری آنکھیں ہی نکال دوں گا جان لے لوں گا
آج میں تیری۔

صائم نے اپنا آپ چھڑوانے کی ناکام
کوشش کی اسی فلاح میں فائر کی آواز گونگی اب
انوشہ عباد کے خون سے لپٹ پت وجود کو زمین پر
مگرتے ہوئے دیکھ رہی تھی جو ایک دم لہرا کر
مگرتے ہی زمین پر تڑپنے لگا تھا اسی وقت صائم
نے دو فائر اور عباد پر کر دیئے انوشہ نے پولیس کو
کال کر دی تھی اور اس بات کا صائم کو اس نے ذرہ

تجھی شک نہیں ہونے دیا تھا اس کے بعد صائم نے عباد کے بے جان وجود پر ایک نفرت بھری نگاہ ڈالی اور اسی پہل وہ انوشہ کی طرف بڑھا تھا جب صائم پہل سمیت انوشہ کی طرف بڑھا تو اس وقت انوشہ ڈر کے مارے کانپ رہی تھی۔

انوشہ میری جان وہ مر چکا ہے اب تمہیں اس سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اوکے میں ہوں ناں میری جان

ہاتھ پائی سے لے کر قتل تک۔ اب صائم کو ہاتھ سے کوئی بھی نہیں بچا سکتا تھا پولیس اس کو چھڑکا لے گئی صائم جاتے ہوئے بار بار انوشہ کو دبا رہا تھا اس کی آنکھوں میں ایک سوال نمایاں رہا ہوا تھا کہ آخر انوشہ نے اس کے اور عباد کے ساتھ اتنی بڑی گیم کیوں کھیل۔ اور اس بات کا جواب صرف انوشہ ہی دے سکتی تھی۔

فہمیں بڑے رعبی ہو۔ وہ خاموشی سے اس کی حالت کا جائزہ لے رہی تھی جو پاگل ہو رہا تھا وہ محفوظ ہو رہی تھی۔

واٹ۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو صائم کو اب ساری بات سمجھ میں آ چکی تھی۔ وہ حیرت زدہ نظروں سے انوشہ کو دیکھ رہا تھا۔

کر رہی تھی۔۔۔۔۔ ختم شدہ۔

درد پاک کی برکتیں

○ درد پاک پڑھنے والے کو نہ قبر میں مٹی کھانی اور نہ کیڑے بگڑے۔

○ درد پاک جنت کا راستہ ہے۔

○ درد پاک کی برکت سے مال و دولت میں اضافہ ہوتا ہے۔

○ درد پاک تنگ دوستی کو دور کرتا ہے۔

○ درد پاک پڑھنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے۔

○ درد پاک پڑھنے سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔

○ درد پاک کی برکت سے بیمار شخص کا علاج ہوتا ہے۔

○ درد پاک کثرت سے پڑھنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور درجات بلند ہوتے ہیں۔

○ درد پاک پڑھنے والے کو غضب و اکرم کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

○ درد پاک دونوں جہانوں میں کامیابی اور کامرانی کی نگینہ ہے۔

○ درد پاک کی وجہ سے عبادت کی قبولیت ہوتی ہے۔

○ کثرت سے درد پاک پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

☆ مجاہد حسین۔ مٹھن کوٹ

سنہری باتیں

○ غم کو برانہ کہو کیونکہ اس کے بعد جو خوشی ملے گی اس کا تم اندازہ نہیں کر سکتے کہ جس میں یہ کتنی خوشی دے گی۔

○ تم اللہ تعالیٰ کے ذکر میں دل لگا لو سکون و اطمینان تم سے دل لگا لیں گے۔

○ دنیا میں جینے کے لئے مسکراؤ کیونکہ دنیا بننے والوں کا ساتھ دیتی ہے اور رونے والوں کو چھوڑ دیتی ہے۔

☆ گلشن شیرازی۔ شاد کوٹ

ہونے لگی میری طرف سے سارہ کی قبر پر جا کر سوری بول دینا آج صائم کو اپنی سارہ کے ساتھ کی جی زیادتی پر برداشت محسوس ہو رہی تھی یہ لفظ کہتے ہوئے صائم کی آنکھوں میں آنسو اٹھ آئے تھے لیکن انوشہ نے اس کے آنسوؤں کی پروا ہی کی نہ کی تھی۔

صائم بھائی کل آپ خود سارہ آپنی سے سوری کر لیتا۔ فیس نو فیس۔ کل آپ بھی تو ان کے پاس جا رہے ہیں تاں اس کے بعد انوشہ ایک منٹ بھی وہاں نہیں رہی تھی وہ چلی گئی صائم کو ہکا بکا چھوڑ کر اور آج صائم بھی اپنی غلطی تسلیم کر چکا تھا وہ مرنے سے پہلے دعا کر رہا تھا کہ اسے آخری دیدار ہو جائے انوشہ کے آنے سے اس کی آخری خواہش بھی پوری ہو گئی تھی۔

آپنی میں نے اپنی قسم پوری کر دی ہے میں نے ان دونوں درندوں کو ان کے انجام تک پہنچا دیا ہے اب کوئی عباد اور صائم کسی کی بہن کے ساتھ ٹکڑ نہیں کرنے گا۔ انوشہ نے بہت سارہ رونے کے بعد اپنی دونوں آنکھوں میں آنسوئے ہوئے آنسوؤں کو صاف کیا اور پھر اس کے بعد اس نے چوکیدار بابا سے پھولوں کی چادر لی اور صائمہ کی مدد سے سارہ کی قبر پر چڑھا دی اسی رات سارہ اس کے خواب میں آئی وہ بہت ہی خوش دکھائی دے رہی تھی جیسے اس کی روح کو سکون مل گیا ہو۔ اسی بل اس کی نگاہ اپنے بیڑی کے ساتھ بیل پر پڑی جہاں سارہ اسے اپنے گلے سے لگائے سال پاس کر رہی تھی اسی وقت انوشہ نے ایک گہری سانس لی اور اسی بل وہ بھی تھوڑا سا مسکرا دی آج وہ بھی خود کو بہت پرسکون محسوس

رانگ نمبر

--- تحریر: احمد حسن عرضی۔ قبولہ شریف۔ 0300.4632945

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔

آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے سنی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے رانگ نمبر۔ رکھا ہے۔ یہ ایک حقیقی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی جینے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے منہ میں لے جاتا ہوگا۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہوں ضرور بتانا۔ قارئین کرام اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا مدد دار ادارہ جواب عرض یامیں نہ ہوں گے۔

واقعہ چند ماہ قبل میرے دوست احمد کے ساتھ پیش آیا یہ ظاہر یہ عام سا واقعہ ہے مگر ان دنوں میں نے اپنے دوست کی جو حالت دیکھی تھی اس کے نتائج کچھ بھی نکل سکتے تھے ہوا یہ تھا کہ ایک دن احمد کے موبائل فون پر ایک لڑکی کی کال آئی احمد نے اسے رائٹ نمبر کہہ کر فون بند کر دیا وہ نہایت حساس اور مخلص طبیعت کا مالک تھا شادی شدہ تھا اور اپنی بیوی سے محبت کرتا تھا سیدھی سادی زندگی تھی آفس اس کے بعد گھر۔ شادی کو بھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ دونوں میاں بیوی ایک دوست کا بہت خیال رکھتے تھے اسی لیے ایک اچھی لڑکی کے فون پر احمد نے کوئی دیکھی نہ دکھائی اگلے روز پھر اسی لڑکی کا فون آیا اس نے انتہائی انداز میں فون کرنے کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ میں گزشتہ روز سے آپ کی آواز کے بارے میں سوچ رہی ہوں کیونکہ مجھے آپ کی آواز



اپنی بیوی کی موجودگی میں بات کرے گا
 نے اس شرط کو خوشی سے مان لیا۔ احمد کو ادب
 گہری دلچسپی تھی رانی بھی ادب سے لگاؤ رکھتی
 اس لیے احمد کو اس کی باتیں بھی لگنے لگیں
 کی بیوی کو ادب وغیرہ سے دلچسپی نہیں تھی احمد
 نے اسے رانی کے بارے میں بتادیا اسے اپنے
 ہر پھر و سہا تھا اس نے خود کہا کہ اس لڑکی کو
 ہر بلا میں وہ بھی مل لے گی تو ایک روز احمد نے
 فی کو دعوت دی تو وہ بلا تکلف ان کے گھر
 فی۔ احمد کی بیوی سے گرم جوشی سے ملی وہ اس
 لیے تحفہ بھی لائی تھی اور اسے یقین دلایا تھا کہ
 مدد کو وہ ہمیشہ ایک دوست کی نظر سے دیکھے گی
 سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے وہ شادی اپنے
 الدین کی مرضی سے کرے گی اور ایک شادہ شدہ
 نصیب سے ہرگز نہیں احمد کی بیوی مطمئن ہو گئی وہ
 بھی بھی سمجھی ان کی فون کی گفتگو میں شامل ہو کر
 ان کی دلچسپ گفتگو سے محظوظ ہوتی تھی یہ دوستی
 ایک سال تک اسی طرح قائم رہی اس دوران وہ
 تین بار ان کے گھر آئی ایک بار اکیلی دو بار اپنی
 چھوٹی بہن کے ساتھ ان ملاقاتوں کے علاوہ وہ
 بھی باہر اکیلے میں احمد سے نہیں ملی اور احمد نے
 بھی بھی ایسی خواہش کا اظہار نہیں کیا ایک بار کئی
 روز تک رانی کا فون نہیں آیا تو احمد کو قدرے بے
 چینی محسوس ہونے لگی۔ فون ہمیشہ رانی اپنی سہولت
 کے مطابق کیا کرتی تھی جمعہ کا دن تھا صبح نو بجے
 احمد کے موبائل پر فون کی تھنٹی بجی ان دونوں کے
 درمیان چونکہ یہ پہلے سے ملے تھا کہ رانی ہمیشہ
 رات کو فون کرے گی اس لیے احمد نے فون کاٹ
 دیا تھا تاکہ وہ آئندہ بے وقت فون نہ کرے کچھ دیر
 بعد ایک صبح آیا کہ ایک ضروری بات کرنی ہے

آپ فون کر لیں احمد اس وقت آفس میں تھا اس
 لیے فون نہیں کر سکا جب گھر واپس آیا تو موقع پا کر
 رانی کو فون کیا اس کی بیوی چھت پر دھلے ہوئے
 کپڑے اتارنے لگی تھی دوسری طرف سے رانی
 کی بجائے اس کی بہن نے فون اٹھایا۔ س نے
 سلام کے بعد کہا میں آپ کو صبح سے فون کر رہی تھی
 آپ نے اب کال کی جب کچھ بھی باقی نہیں رہا
 احمد پریشان ہو گیا اور پوچھا۔ کیا ہوا رانی کہاں
 ہے تو اس کی بہن نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب
 دیا کہ یہی بتانے کے لیے آپ کو فون کیا تھا پرسوں
 شام چھت کی ریلنگ اچانک ٹوٹ جانے سے
 رانی نیچے گر گئی تھی سر میں گہری چوٹ آنے کے
 سبب اسے ہوش نہیں آیا دو دن بے ہوشی کے عالم
 میں ہسپتال میں رہنے کے بعد آج صبح سو پرے وہ
 انتقال کر گئی دو دن تک ہم لوگوں کو اپنا ہوش نہیں تھا
 آج صبح اس کا موبائل فون ٹکنے کے پاس پڑا ملا تو
 میں نے آپ کو اطلاع دینا ضروری سمجھا تاکہ آپ
 اس کے جنازے میں شرکت کر سکیں مگر آپ نے
 فون نہیں اٹھایا اس کی تدفین دو پہر کو ہو گئی ہے اس
 خبر کو سن کر احمد کی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا
 چھانے لگا اس نے کہا کل رانی کا سوئم ہے آپ آنا
 چاہیں تو اس کی فاتحہ میں شریک ہو جائیں احمد نے
 فون بند کر دیا اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کا دل
 بند ہو رہا ہے اپنی بیوی کو بھی کچھ بتانے کی ہمت
 نہیں ہوئی کم صبر کی کیفیت میں جتلا ہو گیا بیوی بھی
 کہ احمد کا آفس میں کسی سے جھگڑا ہو گیا ہے رات
 بھر احمد کو نہیں بدلتا رہا۔ رانی کی باتیں اس کی
 صورت رہ رہ کر یاد آتی تھیں آخری بار جب فون کیا
 تھا تو وہ کچھ ناراض سی لگتی تھی مگر وہ اسے منا بھی
 نہیں سکا اسے اب احساس ہو رہا تھا کہ وہ تو اس کی

جست میں جلاھا۔ اس جذبے کو وہ دوستی سمجھ رہا تھا وہ اس کے دل کی گہرائی میں اتر چکا تھا۔
 اگلے روز وہ اُس چلا گیا مگر اس کا کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا تو چھٹی لے کر میرے پاس آ گیا میں نے اس کی یہ حالت دیکھ کر وجہ پوچھی تو اس نے پوری کھٹا سادی اس سے قبل اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا تھا اس کی روداد سکر مجھے بھی افسوس ہو رہا تھا میں نے اسے تسلی دی تو اس نے چلتے ہوئے مجھ سے پوچھا کہ کیا مجھے اس کے سوئم میں جانا چاہیے میں نے سمجھا یا کہ وہاں تم سب کے لیے سوائیہ نشان بن جاؤ گے جس سے بے چاری لڑکی مرنے کے بعد رسوا ہو جائے گی پھر تنہا ہی حالت بھی ایسی ہے کہ لوگ تم پر شک کریں گے کہ یہ کون ہے اورانی کا کیا لگتا ہے۔
 میری بات اس نے مان لی کہنے لگا کہ وہاں تو نہیں جاسکتا مگر قبرستان میں اس کی قبر پر فاتحہ پڑھنے تو جاسکتا ہوں میں نے اس کی یہ بات مان لی اتوار کی صبح وہ بروگرام کے مطابق آ گیا میں نے قبرستان جا کر گورگن سے پوچھا کہ جمعہ کے روز کی نو جوان لڑکی کی تدفین ہوئی تھی اس کی قبر پر فاتحہ پڑھنی ہے اس نے دماغ پر زور دیا اور ہمیں ایک قبر پر لے گیا پھر کہنے لگا میں نے وہاں لوگوں کی باتیں سنی تھیں جس سے پتہ چلا کہ لڑکی نے خودکشی کی تھی اس خبر نے احمد پر مزید برا اثر ڈالا اس نے قبر پر پھول چڑھائے فاتحہ پڑھی اور بلک بلک کر روتا رہا۔ اس کے دماغ میں بیٹھ گیا تھا کہ رانی کی بہن نے اس سے خودکشی والی بات چھپائی ہے رانی نے خودکشی ہی کی ہوگی او اس کی وجہ احمد ہی ہوگا کیونکہ وہ اس سے ناراض ہو گیا تھا قصہ مختصر میں اسے ادھر ادھر گھماتا پھراتا رہا اور پھر شام کو

اس کے گھر چھوڑ دیا۔ اس کی بیوی اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئی تھی احمد نے اسے سب کچھ بتا دیا وہ نرم طبیعت کی تھی اس نے بھی اس خبر کا گہرا اثر لیا ابھی وہ اسی صندے ہی میں تھے کہ اچانک شام چھ بجے رانی کی بہن کا فون آ گیا وہ پوچھ رہی تھی کہ سوئم میں کیوں نہیں آئے جب کہ وہ دنیا میں سب سے زیادہ پیار آپ سے کرتی تھی جواب احمد نے کہا کہ میری ہمت نہیں پڑی کہ اجنبی ماحول میں آ کر سب کے لیے سوائیہ نشان بن جاؤں میں قبر پر فاتحہ پڑھنے گیا تھا مگر کن کہہ رہا تھا کہ تدفین کے وقت لوگ بائیں کر رہے تھے کہ اس لڑکی نے خودکشی کی تھی کیا یہ سچ ہے۔ وہ کچھ دیر چپ رہنے کے بعد بولی میں یہ بات آپ کو بتانا نہیں چاہتی تھی رانی نے واقعی خودکشی کی تھی وہ آپ کو چاہتی تھی مگر آپ کی بیوی کو دکھ پہنچانا بھی گوارہ نہیں تھا مگر میں اس کے رشتے کی بات چل رہی تھی وہ اپنی دباؤ میں بھی احمد آپ سے بھی کسی بات پر جھگڑا ہوا تھا جس کے بعد اس نے جھپٹ سے کود کر جان دے دی احمد نے دل میں شدید کٹھن محسوس کی وہ رو پڑا۔ اور فون بند کر دیا احمد کی بیوی نے شوہر کو غم سے نڈھال دیکھا تو اس کی خلوص دل سے دل جوئی کی احمد کو احساس جرم نے جکڑ لیا تھا وہ راتوں کو اٹھ بیٹھتا تھا اس کی بیوی اسے ڈھارس دیتی اس سے دیر تک رانی کی باتیں کرک اس کے دل کا بوجھ ہلکا کرتی رہتی مگر احمد کا ہر شے سے جی اچاٹ ہو گیا تھا کھانے پینے سے رغبت نہ رہی تھی جب کہ وہ کھانے کا بہت شوقین تھا اس کی صحت پر اس صدمے نے گہرا اثر ڈالا تھا وہ خاموش رہنے لگا تھا اس کی بیوی نے شوہر کو اس غم کو گرداب سے نکالنے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی

مگر اس کی ذہنی حالت دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ ایسے کسی ماہر نفسیات کو دکھانے کی ضرورت ہے تقریباً ایک ماہ تک اس کی ایسی حالت ہی رہی کہ ایک روز فون کی گھنٹی بجی رانی کی بہن نے پہلے بھی اسے ایک دو بار فون کیا تھا مگر اس کی بیوی فون کاٹ دیتی تھی تاکہ وہ رانی کے تذکرے سے دور رہے اس روز وہ بچن میں تھی کہ اس کا فون آ گیا احمد خود بھی اس کا فون زینسور کرنے سے کتر رہا تھا مگر اس وقت اس نے فون اٹھا لیا اس نے سلام کے بعد گلہ کیا کہ آپ فون کیوں بند کر دیتے تھے میں تو رانی کی یادیں شیر کرنے کے لیے فون کرتی تھی آج اس کی ایک سبیلی تعزیت کے لیے آئی ہوئی ہے وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے پلیز فون بند نہ کریں اس کی بات ضرور سن لیں چند لمحوں بعد وہ فون پر جو کھلتی آواز سنائی دی اسے گھوٹ میں پہنچان گیا وہ رانی تھی وہ اپنی کزن کی شادی میں پنجاب گئی ہوئی وہاں انٹرنیٹ نہیں تھا اس لیے وہ فون اپنی بہن کے پاس چھوڑ گئی تھی اس دوران اس نے آپ کو بہت تنگ کیا میں نے اسے بہت ڈانٹا ہے اب میں اس کی طرف سے معافی مانگتی ہوں وہ اور بھی بہت کچھ کہتی رہی مگر احمد کا دماغ سن ہو گیا تھا اس نے جواب میں صرف یہ کہا کہ کوئی بات نہیں۔ مگر بہتر یہ ہوگا کہ اس تعلق کو اب توڑ دیا جائے کیونکہ میری اور میری بیوی کی خوشیاں کسی غیر عورت کی دوستی کی گھنٹا نہیں ہو سکتیں امید ہے تم میری بات سمجھ گئی ہوں گی عورت مرد میں دوستی کا رشتہ ہمیشہ پریشانیوں ہی پیدا کرتا ہے لہذا مجھے آئندہ فون نہ کرنا اور رانی سمجھ دار لڑکی تھی اس نے تعلق ختم کر دیا شاید اس نے فیصلے سے اپنی بیوی کو بھی آگاہ کر دیا اس طرح یہ سلسلہ ختم ہوا کچھ دنوں بعد

جب اس نے اپنی کہانی کا انجام مجھے بتایا تو میں نے نصیحت کی کہ اب اس فیصلے پر قائم رہنا تم آگ سے کھیل رہے تھے قدرت نے تمہیں بچا لیا ورنہ سب کچھ تباہ ہو جاتا۔ جو صدمہ تم نے جھیلنا ہے سو چو کیا تم پھر سے پھیل سکو گے جب اس کی شادی ہو جائے گی پھر کیا اپنی بیوی کو پھر سے پریشان اور خود کو تباہ کر دے گا خدا کا شکر ہے میرا دوست اس گرداب سے نکل آیا یہ واقعہ ان لوگوں کے لیے ایک سبق ہے جو بوجھ بآل فون یا فیس بک وغیرہ پر غورتوں سے دوستیاں کر کے اپنے لیے پریشانیوں خریدتے ہیں۔

بنادے کوئی ایسا دوست جو میرے آنسوؤں کا بھرم رکھے یا رب

یہاں تو ہر شخص نے رلانے کی قسم کھائی ہے احمد حسن رضی۔ قبولہ شریف۔

صرف تیرے نام

یہ سرخ شرابی آنکھیں..... یہ معصوم ادا میں..... یہ لوکڑا تے قدم..... یہ اچھے بال..... یہ روپ فقیراں..... یہ چال ملنگاں..... یہ سگریٹوں سے جلتے کپڑے..... یہ حسرت بھری نگاہوں سے دکھنا..... ہر ایک چہرہ میں تیرا عکس تلاش کرنا..... تیرے غم کو بھلانے کے لیے نشہ کرنا..... کتنا عجیب ہے جاناں..... کتنا عجیب ہے جاناں.....

سلوک اس نے مجھ سے کسی سگریٹ سا کیا پہلے دلایا، پھر پیلا، پاؤں رکھا اور منی میں ملا دیا یعنی جب طلب تھی اس کو میری کچھ وقت کیلئے پہلے ہونٹوں سے لگایا پھر دھوئیں میں اڑا دیا اپنی سانسیں سمجھ کر میری خوشبو کو خود میں بھا کر میری جلتی راکھ کو اٹھوں کے جھٹکے سے گا دیا (عابد رشید، راولپنڈی)

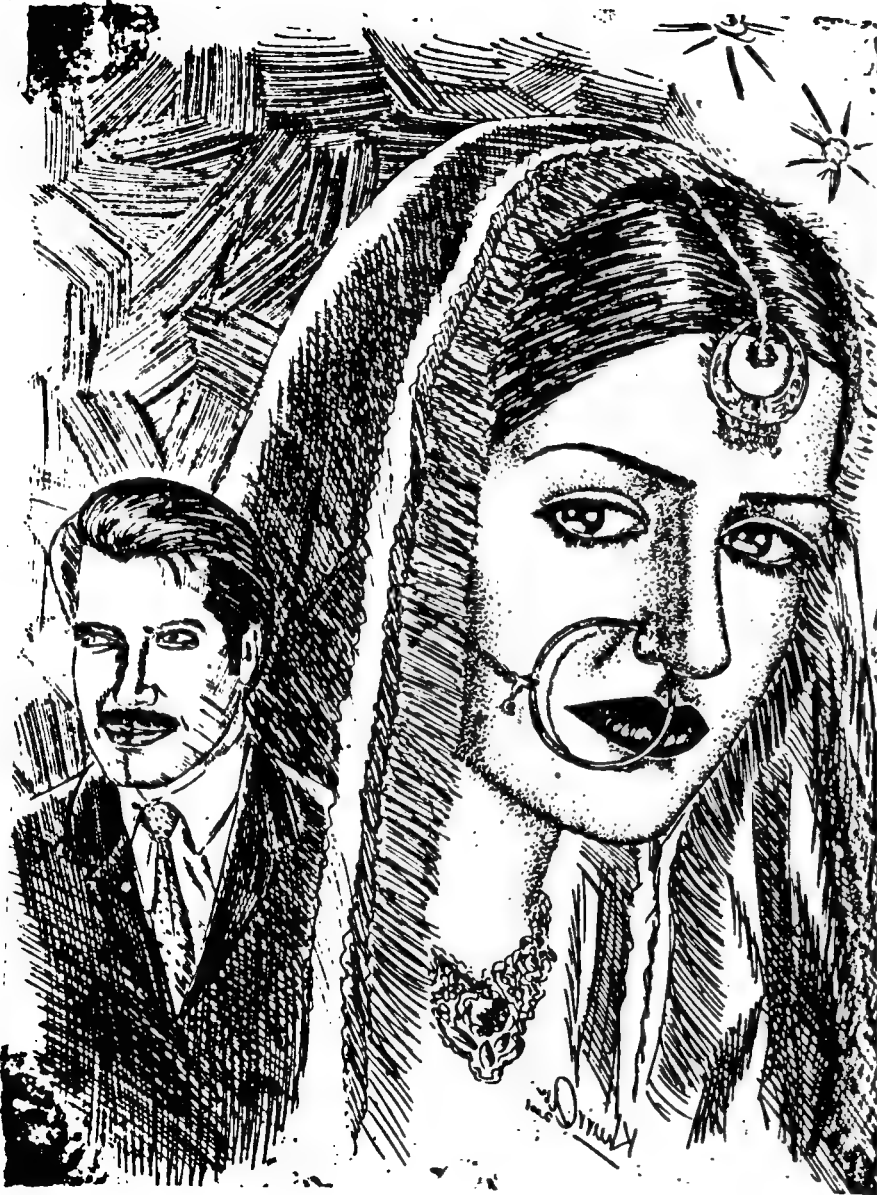
عورت

-- تحریر: کنول جی تہاٹ - مگومندی - 0347.4796219

افس منجر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔
آج آپ کی بزم میں یہ جو کہانی میں نے سنی ہے یہ بہت ہی محنت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے عورت رکھا ہے۔ یہ ایک سچی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر جنم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایک کہانیاں جنم لیتی رہیں گی ایسے ہی بھینے کا مزہ جاتا رہے گا میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔
قارئین کرام! اپنی قیمتی آراء سے ضرور نوازئے گا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ادارہ جواب عرض کے پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ذمہ ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے۔

جیسا کہ آپ سب قارئین کو میرے نائل نام سے ہی پتہ چل گیا ہوگا میں آپ سب کی خدمت میں کیا پیش کرتا ہوں جی ہاں درست سمجھیں کہ عورت کیا ہے کیوں ہے عورت عورت کے نام ہی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک دکھوں اور مصیبتوں کا مجموعہ ہے قربانیوں کی داستان ہے خدمت کے جذبے سے شہسارہ سستی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے خود تعریف کی اور کہا کہ میں تم سے اتنا پیار کرتا ہوں جتنا کہ تمہاری ماں کرتی ہے اس میں مقدر کا فرق ضرور ہے پر پیار وہی ہے جو اللہ نے اپنے بندوں سے کرتا ہے اللہ نے کہا کہ میں تم سے ستر ماؤں جتنا پیار کرتا ہوں اگر اتنی بڑی کائنات کا مالک ہم سے ستر ماں جتنا پیار کرتا ہے تو ماں جو کہ وہ بھی اللہ کی مخلوق ہے ہم سے اس خدا سے صرف 69 درجے ہی کم پیار کرتی ہے مگر ماں بھی ایک عورت ہے یہ مرتبہ اللہ نے خود ایک

عورت کو دیا ہے یہ عزت اس کو خدا کی دی ہوئی ہے جس نے عورت کو مرد کے برابر حقوق دیئے اور مرد کی ماں بہن بیوی اور بیٹی ہے رشتوں سے نوازا ہے یہ رشتے دے کر مرد کی عزت بڑھاتی ہے اس کا وقار بلند کیا ہے یہ سب رشتے دن رات محنت کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ میرا بیٹا اچھی زندگی بسر کرے میرا بھائی ہمیشہ خوش رہے میرا شوہر یوں ہی مجھے پیار کرتا رہے اور بیٹی ہر وقت یہی دعا کرتی ہے کہ اے خدا میرے ابو سلامت رہیں بلاشبہ ایک عورت کے بغیر مرد نمونہ کوئی ہے وہ نمونہ جو صرف مالی ہو تو اس کو کوئی نہیں دیکھتا مگر جب اس پر کوئی چیز سجائی جائے تو اس کو بھی کو عوام دیکھتی ہے اور نمونہ بہت خوش ہوتا ہے کہ یہ لوگ مجھے دیکھ رہے ہیں مگر اس کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ اس پر جو چیز سچی ہے مثلاً بوتیک میں کپڑے وغیرہ تقریباً ایک اندازے کے مطابق تقریباً پانچواں 54



52 فیصد حصہ عورت پر مشتمل ہے مگر ان کو موقع میسر نہیں کہ بیڑھی چڑھ کر ترقی میں اپنا بڑوہ لکھ سکے۔

موت کو تو لوگ یوں ہی بدنام کرتے ہیں تکلیف تو زندگی دیتی ہے

ایک طرف 48 فیصد آبادی مردوں کی ہے ہر طرف آگے دکھائی دیتے ہیں جب تک پانچویں سے زیادہ آبادی گھر پر رہے گی تو آپ ترقی کر سکتا ہے ایک طرف تو عورت کے کام نے پر ہمارے معاشرے پر بہت سے شکوک بات ہیں اور دوسری طرف سارے کام ایک ت ہی کرتی ہے مثلاً کثرت مردوں کی سوچ ہے اگر ان کی عورتیں کام کریں تو ان کی غیرت دارہ نہیں کرنی ان کی آنا کا مسئلہ کھڑا ہو جاتا ہے ان ہی کی عورتیں سارا دن کھیتوں میں کام رتی ہیں اور وہ سارا دن گھر پر فارغ اپنے داخل میں مصروف رہتے ہیں اور ان کی غیرت کا قائم دائم ہے دوسری طرف اپنی عورتوں کو تو ہم کے زیورات سے محروم کر دیا ہے اور دوسروں پر احکامات کی پوجھاڑ کرتے ہیں مثلاً اگر کوئی بچہ ڈاکٹر کے سوا کسی کے انجکشن بھی نہیں لگواتا مگر اب کچھ بچہ آ رہی ہے لوگوں کو شعور ان ہے ان کا وہ وہ حق بھی نہ چھیننے کی کوشش کرے جو اللہ نے دیا ہے۔ ہمارے پیارے نبی پاک ﷺ نے سب سے پہلے ایک عورت سے شادی کی جو آپ سے عمر بھی بڑی تھی اور اپنا کاروبار خود چلائی تھیں آج ہمیں وہ عورت چاہیے جو ہمارے بچے سکے اور آپ کی چار دیواری میں رہ کر وہ آپ خوش رکھے بھی آپ میں سے یہ کچھ نے بھی چاہے کہ عورت کو اللہ نے اتنی بلندی مرتبے

اور اپنی عزت سے کیوں نوازا اگر میں درست ہوں تو شاید کبھی نہیں آخر ایک عورت ہی کو اللہ نے کیوں ماں بنایا ہے اپنے پیارے نبی پاک ﷺ کو ایک ماں کے ہی پیٹ سے جتا ہے ایک عورت کو کیوں ہی اس کی پرورش کی ذمہ داری دی ایک عورت کو کیوں ہی اپنے آخری نبی پاک ﷺ کی ماں بنایا ایک عورت کو ہی کیوں۔۔۔ کیونکہ وہ خدا جانتا تھا کہ اس نے ایک عورت میں کیا کیا کمالات چھپا رکھے ہیں۔ اس میں اس نے بے پناہ مہر بھر دیا ہے اس میں وہ چیز ہے کہ ایک نسل کو بردوان چھو سکتی ہے وہ جانتا تھا کہ جب اس کی گھوک سے لکھا ہوا بچہ پیاس کی شدت میں نڈھال زمین پر پڑا ہوگا تو وہ صفا اور مردا جیسی پہاڑیوں کو یوں طے کرے گی جیسے کوئی چھوٹا سا ٹیلا ہو عورت کی زندگی میں ہجرت اس وقت ہی لکھ دی جاتی ہے جب وہ پیدا ہوتی ہے مگر مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوتی ہے جب ایک عورت دنیا کے تمام دکھوں کو عبور کر کے کسی اچھی مقام پر کھڑی ہوتی ہے مگر اسے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جب اس کی زندگی کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ اس نے یہ مقام کیسے حاصل کیا ہے یقیناً یہ بہت مشکل ہوتا ہے مگر ناممکن نہیں اگر ناممکن ہوتا تو آج اتنی ساری عورتیں آپ کو اتنے بڑے بڑے عہدوں کو پانہ سکتیں۔ ایک عورت نے بہت کچھ کیا مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے عورت کو ایک عجیب ہی طریقہ سے ڈیل کیا ہے کبھی بھی اس سے خوش نہ ہوتے مگر اس کو اپنی جوتی سمجھنے کی کوشش کی اس عورت کو جو آپ کے لیے ساری ساری رات جاگتی ہے سارا دن اپنی خواہشات کو بلائے طاق رکھ کر آپ کی پرورش کرتی ہے مگر اس کو حوصلہ

بڑھانے کی بجائے اس کو وہ عزت بھی نہیں دی سکی جو اس کا حق ہے یعنی حقوق العباد ایک طرف تو مرد عورت کو اپنی عزت سمجھتا ہے اور دوسری طرف وہ اپنی عزت کی خود عزت نہیں کرتا آخر یہ کون ہے عزت ہے جو وہ کہتا ہے مگر عزت نہیں کرتا اگر خود اپنی ماں بہن بچی کی عزت نہیں کریں گے تو کوئی دوسرا بھی نہیں کرے گا اگر ہم اس کو کوئی اچھا مقام نہیں دیں گے تو کسی اور سے بھی اس کی امید کرنا فضول ہے کسی کی عزت اور مقام دینے سے کم نہیں ہوتا بلکہ عزت بڑھتی ہے اگر آج آپ کسی کو اچھے طریقے سے مخاطب کریں گے تو وہ بھی آپ کو ایسے ہی مخاطب کرے گا۔ ہم کسی عورت کے تاج محل نہیں بنا سکتے مگر ہمارا سامنا کسی نہ کسی طرح ایک عورت سے ضرور ہوتا ہے۔ اسے عزت ضرور دے سکتے ہیں ایک اچھی عورت بنانے میں بھی عورت کا اہم کردار ہے

کسی نے نوپلٹن سے پوچھا کہ آپ ہمیں اچھی قوم دو تو نوپلٹن کا بھی یہی جواب تھا کہ تم مجھے اچھی مائیں دو اور میں آپ کو اچھی قوم دوں گا آج ہم کو عورت کو کچھ دینے کی بجائے اس کا وہ حق بھی کھانے کی کوشش کرتے ہیں جو اسے اللہ نے اس کو اس کی وراثت میں دیا ہے اللہ تعالیٰ جب جب وراثت کی تقسیم کا حکم دیا تو پہلے عورت کی بات اور پھر مرد کو کہا یعنی جتنا تم دو عورتوں کو دیتے ہو تو تم اتنا ہی ایک مرد کو دو مگر ہم پہلے بہانے سے بھی اس کا یہ حق تلف کر لیتے ہیں ان کو یہ حق میں جہیز میں دے دیا ہے جو کہ سراسر اناضانی ہے ایسی ہی مثالوں سے ہمارا معاشرہ بھر پڑا ہے۔ شرم نہیں آتی بھول جاتے ہیں کہ یہ بھی ان ہی کی اولاد ہے جن کی وہ ہے اس نے آپ کی قدر اس طرح کی

ہے کہ جیسے آپ کی بچ نہیں کر دائیں اس نے آپ کو یہ دن دیکھنے کے لیے دعا میں نہیں کی۔ کہ گئی آپ کی وہ جموئی عزت جو آپ کو کسی کا کھانے سے نہیں روکتی ہم عورت کو باہر بھیجے پہلے ہی یہ کیسے سوچ لیتے ہیں کہ یہ ہو جائے ہو جائے گا اگر اتنا بھی آپ کو عورت پر یقین ہے تو اسے اپنے گھر میں بھی داخل نہ ہونے دے گا بھی ہو جانے سے پہلے کسی کو الزام مت دو عورت کی آپ کو ہر بات غلط لگتی ہے میرا نظاں کو پوچھنے والا ہی نہیں کوئی بات نہیں جوان لڑ جوانی میں اکثر ایسا ہی ہو جاتا ہے چھوڑو کچھ ہوتا مگر ایک عورت اپنی مرضی کی شادی بھی کر سکتی ہے یعنی کہ اپنی زندگی بھی نہیں جی سکتی بھی مل گیا بس اس کے پلو سے باندھ دی ہے۔ خدا نخواستہ اگر اس کا شوہر انتقال کر اور وہ دوسری شادی کر لے جو اس کا حق لوگ ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں کہ رب بے حیا لوگ اس حد تک کہہ دیتے ہیں نے پہلا شوہر اس نے عاشق کی وجہ سے ہے اللہ معاف کرے ہم سب کو مل کر بے چاہیے کہ ہم خود عورت کے لیے کیا کریں عورت کی خدمت کا اطراف کرنا ہے اگر ا لیے کچھ نہیں کر سکتے ہو تو ہمارا یہ بھی حق نہیں کی تذلیل کریں۔ یا اس کا حق کھائیں عزت مند ہو تو ہم جس عظیم ہستی سرکار محمد امتی ہیں تو انہوں نے تو اپنی عورت کے کالی ملکی زمین پر پھیلا عورت کو اس عزت مقام کی حبلندی پر پہنچا دیا جس کی شاید کبھی بھی نہیں کی سکتی تھی۔ اس سے معلوم ہوا عورت احترام کرنا ہمارے پیارے نبی پاک

کنول می تہا جٹ۔ گھومندی

خوشیوں بھری زندگی

تم خوش رہو یہ زندگی میری
تم سے وابستہ ہے ہر خوشی میری
دکھ نہ آئیں کبھی زندگی میں تیری
ہر گھڑی لیوں ہے تم سے ہنسکراتے رہو
گیت زندگی کے سدا یوں ہی گاتے رہو
چاند ستارے تیرے آگن میں ہوں
خوشیوں سے بھری رہے زندگی تیری
ہر گھڑی لیوں ہے تم سے یہ دعا میری
(عابدہ رانی، گوجرانولہ)
ساتھ مزرے لہوں کو یاد کر کے رو یا کہ گے تم
میری یاد کے سنگ بھر کبھی چین کی نیند نہ سوا کہ گے تم
رلائے کی بہت تھے محبت میری
جب تھے یاد آئے تھے چاہت میری
پھر مزرے ملی واپس نہیں آئیں گے
جب ہم نہیں چھوڑ جائیں گے
(عابدہ رانی، گوجرانولہ)

امید

کوئی سورج جاگے صبح
کچھ ایسا ہو رات
کوئی ہاتھ میں تھاے ہاتھ
کوئی لے مجھ کو ساتھ چلے
کوئی بیٹھے میرے پیلو میں
میرے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھے
اور پونچھ کے آنسو آنکھوں سے
پاؤں دھوئے سے یہ بات کہے
تھا سزا اب کتنا نیند
ہم بھی تیرے ساتھ چلو
(عابدہ رانی، گوجرانولہ)

تم کوئی ہے مگر ایک دریا پہلو بھی ہے کہ جو کہ ایک
عورت کا عورت کے ساتھ جوڑا ہے پہلے تو لوگ
ایک عورت کو اچھی طرح جگ کرنے کے بعد اس کو
اپنے خاندان کا حصہ بناتے ہیں وہ عورت ان کو
اچھی لگتی ہے دنیا جہاں کی خوبیوں کا محور ہوتی ہے۔
مگر جب شادی کے بعد ان کے گھر آتی ہے تو کچھ
دن گزرتے ہی اس کی تمام خوبیوں کو حایوں میں
تبدیل کر کے عجیب قسم کا ماحول تیار کیا جاتا ہے
اور ایک عورت دوسری عورت کا گھر اجاڑنے
سوچنے لگتی ہے۔ کبھی بھی تو یہ معاملہ بڑی خوش
اسلوبی سے سلجھا دیا جاتا ہے مگر کسی لوگ جن کی
عقل پر پردہ پڑا ہوتا ہے وہ اس کو کوئی رنگ دیتے
ہیں جن کا نقصان صرف ایک عورت کو ہی پہنچاتا
ہے۔ جو کہ ایک عورت ہی ان کا سبب بنتی ہے اگر
کوئی عورت کی عزت کرتا ہے تو وہ جوان سارے
معاملات جان بوجھ کر غافل ہے وہ ان کو رن مرید
کے خطاب سے نواز دیتے ہیں مرد اور عورت
دونوں ہی اہم ہیں ان میں سے کوئی بھی کمزور یا
طاقت والا نہیں ہے۔ اور برابر ہے ایک عورت کی
تذلیل ہوتی ہے۔ تو دوسری عورت کئی دفعہ خوش نہیں
کا شکار ہوتے ہوئے اس میں پیش پیش رہتی ہے
پہلے میں سمجھتا تھا کہ یہ ایک لیک آف انجیکشن کا
مسئلہ ہے تو کوڈن کو اتنی سمجھ نہیں کہ عورت کے کیا
حقوق ہیں مگر اب میں اس بات کو نہیں مانتا کیونکہ
اس کا تناسب تقریباً تعلیم یافتہ طبقے میں زیادہ ہے
۔ اس کی کئی مثالیں ہیں جنہیں بیان کرتا جاؤں تو
شاید شعوری کو کبھی بھی قسم نہ پاؤں۔ پلیز عورت کی
قدر کریں عورت ایک مان بھی ہے بہن بھی ہے
بیوی بھی ہے اور بیٹی بھی ہے اس کی عزت کریں
آپ کی دعاؤں کا محتاج۔ آپ کا اپنا۔

گنگن پور سے سن فوڈ پہ کنول کی شاعری

سنگ جو کہ ہیں میرے گھر میں
سنگ جو کہ ہیں میرے گھر میں دو
چار
جتنے بھی تھے پہلے سب گرے
میرے گھر کے پار پار
جب گرنے والے اپنے مقدر میں لکھا ہے تو
کیوں نہ اپنے ہی قدموں میں گریں
گرتی ہے جس طرح سایہ دیوار پہ
دیوار
اندھیرے تو چھوڑ گئے میرے گھر
کے اچالے مجھ میں
یہ ستارے تو گرے میرے گھر میں
بے کار
میں جب بھی منزل کی جانب چلی
مجھے ہر رستے نے دھوکہ دیا
کیوں قسمت نے دی یہ سزا مجھے بار
بار
دیکھ کر اپنے گردنوں میں لرز جاتی
ہوں
کربل کر رہے ہیں کس طرح یاروں
کو
مت دیکھو سراٹھا کر اوٹے غلوں کی
طرف
یہ نہ ہو کہ گر جائے اپنے ہی سر کی
دستار
یہ سانسوں کی ڈور ہے جانے کب
ٹوٹ جائے
کیا ہے کس گھڑی گر جائے یہ تھکی
بات کچھ نہ تھی مگر وضاحتیں بھرتی
بھی جو خوشی ملی تو وہ غموں کا بھیس
بل کر
ہر روز ہماری ذات پر قیاسیں بڑھتی
تھکی
نہ کر تنہا تھکی کی
تھکی نے اڑ جاتا ہے
تو ڈھونڈے گا دیوانا ہو کر
پراس نے ہاتھ نہ آتا ہے
تو رستوں میں کھو جائے گا
اس کی منزل نہ کوئی ٹھکانہ ہے
اسے پاگلوں کی طرح جب
ڈھونڈے گا
لوگ کہیں گے یہ دیوانہ ہے
تو روئے گا تنہا بیٹھ کر
پر واپس نہ اس نے آتا ہے
تجھے پانے کی تمنائیں
تجھے پانے کی تمنائیں
کیا کیا نہ خواب سہائے میں نے
تجھے لوگوں کی خوشگروں سے بجا کر
خود زمانے کے سنگ کھائے میں نے
تجھے اپنا بنانے کی خاطر
کتنے ہی دل دکھائے میں نے
کیا خبر بھی کہ تو بے وفا نکلے گا
کیا خبر بھی سب مجھ سے خواب
جائے میں نے

مجزہ

- تحریر - ڈاکٹر محمد سارم مانگا منڈی - 0305.4429446 -

ریاض بھائی - السلام علیکم - امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ ایک کہانی مجزہ کے ساتھ آج حاضر ہو رہا ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گا اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتا رہوں گا۔ یہ کہانی آپ کو پسند آئی تو مجھے اپنی رائے سے نواز دینے کا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ میری طرف سے سب قارئین کو خلوص بھرا سلام

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت شخص اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

ابتدا ہی سے میری انتہا ہے
تجھے ملے زمانے کی ہر خوشی یہی میری دعا ہے
غزل تیزی سے ایک مصروف سڑک عبور کر
رہی تھی کہ اچانک ایک تیز رفتار کار سے
اس کی ٹکر ہو گئی اس کے بعد اسے کچھ ہوش نہ رہا
جب اسے ہوش آیا تو وہ ایک خوبصورت کمرے
میں پڑی تھی اتنا اچانک سب کچھ یاد آنے لگا
کہ وہ تو سڑک پار کر رہی تھی کہ اس کا ایک کار سے
ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور وہ بے ہوش ہو گئی تھی وہ
جلدی سے اٹھی اور باہر جانے کے لیے دروازے
کا ہینڈل گھمایا ہی تھا تو اسے شاق سا لگا کیونکہ
دروازہ باہر سے بند تھا۔ اس نے زور زور سے
دروازہ پینا شروع کر دیا باہر سے کوئی رپانس نہ
ملنے پر وہ زور زور سے رونے لگی روتے روتے وہ
آکر بیڈ پر بیٹھ گئی وہ تیار ہو کر کالج جا رہی تھی کہ
آج وہ اپنی کالج جا رہی تھی کیونکہ اس کے

مگیتے صائم سے اس کا جھگڑا ہو گیا تھا وہ نہ دونوں
اکٹھے ہی کالج جاتے تھے ابھی وہ کالج پہنچی بھی نہ
تھی کہ راستے میں یہ حادثہ ہو گیا اس نے بیڈ کی
سائیڈ ٹیبل پر اپنا بیڈ بیک دیکھا اس نے بیگ کھولا
اس میں سے موبائل نکالا اور صائم کا نمبر ٹریس کیا
دوسری جانب سے صائم کی آواز آئی۔

غزل کہاں ہو تم
غزل نے صائم کو پوری بات بتائی اس نے
صائم سے کہا کہ صائم شاید مجھے یہاں کسی نے اغوا
کر کے رکھا ہوا ہے صائم مجھے یہاں سے لے
جائیں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے
تم گھبراؤ نہیں غزل میں ابھی کچھ کرتا ہوں
اتنے میں دروازہ کھلا اور ایک موٹا سا شخص دروازے
سے اندر اتر ہوا اس نے غزل کے منہ پر
زناٹے دار تھپڑ رسید کیا۔ غزل کے منہ سے ایک
زوردار چیخ نکلی چیخ صائم نے بھی سن لی تھی اس

منہس نے موہاں زور سے دیوار کے ساتھ مارا اور باہر چلا گیا۔ غزل نے اس نے موہاں کے کھڑے جوتے کی کوشش کی مگر وہ اتنا ٹوٹ چکا تھا کہ اب کسی کام کا نہیں رہا تھا۔

صائم اپنے کمر آیا اور اس نے چاچا وحید غزل کے ابو کو بتایا کہ اسے غزل کا خون آیا تھا اسے کسی نے اغوا کر رکھا ہے غزل کے ابو کا تو سن کر برا حال ہو گیا کہ میرا اور میری بیٹی کا بھلا کسی سے کیا لینا دینا جو اسے کسی نے اغوا کر رکھا ہے غزل کے ابو اور صائم جلدی سے تھانے گئے اور تھانے جا کر انہوں نے غزل کے اغوا ہونے کی رپورٹ درج کروائی اور اور کہا کہ ہماری بیٹی ملنی چاہئے انہوں نے کہا کہ ہم اپنی طرف سے اسے ڈھونڈنے کی پوری کوشش کریں گے۔

غزل سلیوں سے ساتھ رو رہی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور اس میں سے ایک خاتون اندر داخل ہوئی اس کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی اس نے غزل سے کہا کہ کھانا کھا لو غزل نے اس عورت سے کہا۔

آنٹی مجھے یہاں کون لایا ہے اور وہ لوگ کیا چاہتے ہیں غزل کے اس طرح پیار سے مخاطب ہونے پر وہ عورت اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور بولی۔

بیٹی جو لڑکی بھی یہاں اغوا کر لے لائی جاتی ہے وہ بھی واپس نہیں جاتی۔

نہیں میں یہاں نہیں رہوں گی میں خود کو مار ڈالوں گی۔ غزل نے روتے ہوئے کہا۔

مرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ مرنے کے بعد تمہاری لاش کو کہیں پھینک دیا

جائے گا اور تم ہمیشہ کے لیے گم نام ہو جاؤ گی اسے اب اپنی دنیا بھرا کر یہ کھانا کھاؤ۔

مجھے نہیں کھانا لے جائیں آپ اسے یہاں سے۔ وہ جیسے چیخ مچی پڑی۔

اوکے جیسے تمہاری مرضی۔ جب بھوک لگے تو دروازہ اندر سے ٹوک کر تا میں تمہیں کھانا دے جاؤں گی یہ کہہ کر وہ عورت باہر چلی گئی غزل اپنے گھر والوں کا یاد کر کے رونے لگی آج دو دن ہو گئے تھے غزل کا کہیں کچھ پتہ نہیں چلا ان لوگوں نے شہر کا ہر کوننا چھان مارا تھا مگر غزل کا کہیں بھی نام و نشان نہ تھا غزل اور صائم کے گھر والوں نے رو رو کر اپنا برا حال کر لیا تھا صائم انہیں دلا سہ دیتا مگر اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا اسے کون دلا سہ دے۔

غزل اور وہ دونوں پتیا زاد کنزن تھے اور ایک دوسرے سے بے حد پیار کرتے تھے ان کا رشتہ بچپن سے ہی ملے ہو گیا تھا ان دونوں میں کسی ایک کو ذرا سی بھی آج آتی تو تکلیف دونوں کو ہوتی تھی ان دونوں نے بچپن سے لے کر آج تک اپنا ہر دن اکٹھا گزارا تھا جب تک وہ دونوں میں ایک دوسرے کو دیکھ نہ لیتے تھے انہیں چین نہیں آتا تھا۔

غزل کو بھوک بہت لگی تھی کھانا بھی اس کے سامنے پڑا تھا مگر کھانا کھانے کو دل نہیں چاہ رہا تھا جب بھوک برداشت سے باہر ہو گئی تو اسے مجبوراً کھانا کھانا پڑا رات کے تقریباً دو بجے کسی کے بولنے کی آواز پر غزل کی آنکھ کھل گئی باہر کسی کے فون سننے کی آواز آ رہی تھی غزل نے دروازے کے ساتھ کان لگا کر سننے کی کوشش کی تو آواز اور واضح ہو گئی۔

ہاں ہاں میں آج دس بجے کی فلائٹ سے پاکستان پہنچتی ہوں لڑکی سو رہی ہے۔ بہت سی خوبصورت ہے آپ کے معیار کے عین مطابق ہے صبح میں اسے اپنی بیوی بنا کر اسے کینیڈا لے آؤں گا۔

ہاں ہاں آپ میرا پورا ایمان تو سنیں ہماری سیکرٹری نے میری بیٹی میں اس کو ڈیمل چیئر پر بٹھا کر میرج کے لیے لے جاؤں گا کورٹ میرج کے بعد میں اس کا کینیڈا کا ویزا بنواؤں گا اور سب سے کمبوں گا کہ اس کی ناک میں مجھے اس کے مہاج کے لیے اسے کینیڈا لے جانا ہے اور کینیڈا میری نہیں یہ لڑکی غزل جائے گی میرے پاس ایسی دوائی ہے جو انسان اسے خالصے وہ جو ہمیں ہنسنے کے لیے مفلوج ہو جاتا ہے اس کی آنکھیں تو کھلی رہتی ہیں مگر وہ حرکت نہیں کر سکتا اور نہ ہی بول سکتا ہے صبح اس لڑکی کو میری اپنی طرح تیار کرے اس کے بعد میں زبردستی اسے وہ دیکھاؤں گا پھر اسے برکا پہنا کر ڈیمل چیئر پر بٹھا کر پاکستان انٹر پورٹ سے کینیڈا لانا کون سا مشکل ہے پھر میری یہاں رہ کر کسی اور لڑکی کو اغوا کرے گی اور پھر میں اسے کینیڈا لائوں گا

ہاں ہاں ایک مہینے سے اس لڑکی پر میری نظر تھی آج اکیلی کانچ جاری تھی تو میری نے اپنی کار سے اسے گھر ماری جب یہ بے ہوش ہو گئی تو اسے گاڑی میں ڈال کر میری اسے اپنے ٹھکانے پر لے آئی تھی وہ یہ نہیں چاہتا بہت رازداری سے یہ کام ہوا ہے ویسے ہاں یہ لڑکی کسی کو ٹھکے پر بیچتی ہے چھٹی بار جب اسے اپنے گھر لائی تو پتا تھا وہاں سے قیامت بہت لمبی تھی اس بار لڑکی خوبصورت ہے اور قیمت بھی ڈیڑھ لاکھ ہوئی چاہئے۔

نہیں ہاں تا چنانچہ تو اسے نہیں آتا مگر جب کو ٹھکے پر طوائف بنے گی تو چنانچہ آجائے گا۔

غزل نے جب یہ سنا تو بے ہوش ہوتے ہوئے بھی غزل دعا کرنے لگی کہ خدا آج تیرے پیٹ پر لکھنے کی اتنی ایک بیٹی کی نیلانی ہوگی اسے خدا آج وہ بکے اسے خدا حوا کی بیٹی یہ سب برداشت ہیں کر سکتی اسے شرم و حیا کی چادر میں چھپائے رکھنا اسے خدا عورت کی عزت ایک راز کی طرح ہوتی ہے اگر وہ راز فاش ہو جائے تو عورت کے پاس کچھ نہیں بچتا اسے خدا تو میری عزت پر راز کی چھت بیٹھ رہنا غزل صائم کو یاد کر کے رو رہی تھی غزل تصور میں دیکھ رہی تھی کہ صائم اسے یہ غزل سنا رہا ہے۔

یہ محبت کچھ نہیں۔ رلائی ہے یہ

فموں کو دھیرے دھیرے پاس باقی ہے یہ

جودل میں سما جائے جس سے محبت ہو جائے

اسے خود سے بہت دور لے جاتی ہے یہ

میں نے مانا کہ محبت میں بھی کی ہے لیکن

درد لکھنے کا حال بھی مجھے سکھاتی ہے یہ

یہ محبت خود کو جدا کر دیتی ہے خود سے

اپنا نازک سادل کسی غیر کو شہنائی ہے یہ

چھ شعلوں میں جاتی ہے بھی کانٹوں پر چلاتی ہے

حسین جسم پر ہزاروں داغ لگاتی ہے یہ

میں کہتا ہوں کہ میں میں بتاتا ہوں نہیں

بس نامی حقیقت ہے محبت کی یہ

یہ محبت چھ نہیں رلائی ہے یہ

صائم رات سو رہا تھا اچانک اس کی آنکھ کھل گئی اسے لگا جیسے ڈال رو رہا ہے باہر رہی ہو کہ صائم ہنسنے میں ہاں سے لے جاؤ صائم جب غزل

تے پوچھتا ہے کہ تم کہاں ہو غزل کوئی جواب
نہیں دیتی آن دو دن ہوئے تھے غزل کو یاد کرتے
دن ہو جاتا مگر نہ تو خود آتی نہ اپنا کوئی پتہ بتاتی
صائم روز با تھا کہ غزل پتہ نہیں کس حال میں ہوگی
صائم اپنے آپ سے کہتا اس کا قصور وار میں ہی
ہوں ورنہ سوچا رہا تھا اس کی وجہ سے غزل کا ج
سے لیت ہو جاتی اس دن بھی میں دیر سے اٹھا تھا
جس کی وجہ سے غزل مجھ سے جھگڑا کر کے ایک
کا جی جا رہی تھی کہ راستے میں کسی نے اسے
اغوا کر لیا تھا میں اس کے ساتھ ہوتا تو شاید کوئی
اسے اٹوانے نہ دیتا مگر قصور میں غزل سے کہتا کہ
غزل چلیں مجھے بتاؤ کہ تم کہاں ہو میں تم سے وعدہ
کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی لیت نہیں اٹھوں گا میں
تو بارے اٹھنے سے پہلے جاگ جاؤں گا مگر تم
لو۔ تو غزل تم کو اتنا صائم بیڈ پر گردنوں سے
نیک لگائے یہ شعر لٹکا رہا تھا۔

میں ٹوٹ کر نہروں تو تھا م لینا تم
اپنے ہونٹوں سے بس میرا نام لینا تم
ابھی جو پتھرے تودل سے ملنے کی دعا کرتا
اپنے دل سے بس یہی کام لینا تم

غزل سوچ رہی تھی کہ اگر آج کی رات
یہاں سے نہ لگی تو یہ شخص مجھے ج میں کینڈا لے
جائے گا میرے صائم سے دور بہت دور مگر میں ایسا
نہیں بنوئے دوں گی غزل نے ایک پلان بنایا اٹھ
کر واش روم میں چلی گئی اور شار کے ساتھ گئے
آپنی کپڑے کاٹنے لگی یہ کام مکمل تھا ممکن
نہیں تھوڑی دیر کی کوشش کے بعد غزل اپنی پائپ
کاٹتے ہوئے میں سے پائپ ہو کر غزل نے پائپ
سیڑیہ ہال میں چلا اور واش روم سے نکل کر کمرے

میں آگئی اور زور زور سے چیخنے لگی اور دروازہ پیشے
لگی کہ بچا واش روم کے پانی خارج ہونے والی
جگہ سے سانپ نکل آیا ہے یہ جتنے کاٹ لے گا وہ
شخص کو باہر فون سن رہا تھا غزل کے شو کی آواز پر
اس طرف متوجہ ہوا کہ میں ابھی تمہیں بچاتا ہوں
میں دروازہ کھول رہا ہوں غزل کمرے کے درواز
سے کے پیچھے چھپ گئی وہ شخص اندر آواش روم
سے پانی گرنے کی آواز سن کر وہ واش روم کی
جانب بڑھا جیسے ہی واش کی طرف بڑھا غزل
نے دروازے کے پیچھے سے نکل کر پائپ پوری
قوت سے اس کے سر میں دے مارا پائپ اس
شخص کے سر میں اتنی زور سے لگا تھا کہ وہ شخص ب
ہوش ہو کر گر گیا غزل نے جلدی سے اس کی جیب
سے موبائل نکالا اور باہر کی طرف بھاگی اس کے
گھر میں اور بھی بہت سے کمرے تھے غزل نے
باہر آکر مین گیٹ کھولا تو اسے حیرت کا شدید جھکا
سا لگا کیونکہ باہر درخت ہی درخت تھے جیسے
چاروں طرف جنگل ہو غزل نے اللہ کا نام لیا اور
ان درختوں میں ایک طرف بھاگنے لگی اس گھر
سے تھوڑی دور آکر اس نے موبائل پر صائم دیکھا تو
رات کے دو بج رہے تھے اس نے صائم کا نمبر
ٹریس کیا دوسری نسل پر صائم نے کال انیڈ کی او
ر پوچھا۔

کون بات کر رہا ہے
غزل نے کانپتے ہونٹوں سے کہا صائم میں
غزل بات کر رہی ہوں
غزل کی آواز سن کر صائم تو پ اٹھا غزل تم
کہاں ہو۔

پتہ نہیں میں کہاں ہوں صائم تو بارے کہنے
کا سبب رہے غزل۔ صائم مجھے جس شخص سے

قید کیا تھا میں بہت مشکل سے اس کے چنگل سے خود
کو آزاد کر کے آئی ہوں اور جب میں اس کے
گھر سے باہر نکلی ہوں تو ہر طرف درخت ہی
درخت ہیں شاید اس کا گھر کسی جنگل کے درمیان
بے صائم مجھے بہت رگ رہا ہے مجھے یہاں سے
لے جاؤ پلیز۔

غزل مجھے پتہ چل گیا ہے تم کہاں ہو تم کہہ
رہی تھی تاکہ میرا بس سناپ کے پاس ایک ہیڈنٹ
ہو اٹھا اس بس سناپ سے دو کلو میٹر آگے کچا راستہ
ہے اور اس راستے سے تھوڑا آگے جنگل ہے تم
یہاں ہی رہتا میں ابھی آتا ہوں صائم نے کال
ڈسکلیٹ کر دی۔

صائم نے جلدی سے جا کر اپنے چاچا کو بتایا
کہ غزل کا فون آیا اور مجھے پتہ چل گیا ہے کہ وہ
کہاں ہے صائم اور غزل کے ابو کو ساتھ لیا اور
بڑھاپے راستے کی طرف چل پڑا غزل جنگل میں
کھڑی تھی کہ اسے لگا جیسے اس کے پیچھے کوئی ہو
اس نے پیچھے ٹوکر دیکھنا چاہا مگر دو آدمیوں نے
اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ لیا غزل نے اپنے
آپ کو ان سے چھڑوانے کی بہت کوشش کی مگر
نا کام رہی ان دونوں آدمیوں نے غزل کو اتنی
مضبوطی سے پکڑا تھا کہ غزل کچھ بھی نہ کر سکی وہ
دونوں غزل کو کھینچ کر ایک طرف لے جا رہے تھے
تھوڑے آگے جا کر انہوں نے غزل کو چھوڑ دیا
وہاں سینٹر میں آگ جل رہی تھی اور ارد گرد کچھ
آدھی بیٹھے تھے اور آگ پر دو آدمی گوشت بھون
رہے تھے اس سے غزل کو یہ اندازہ ہوا کہ یہ لوگ
یہاں شکار کرنے آئے ہوں گے۔

ان میں سے ایک آدمی نے ان دونوں سے

پوچھا جو غزل کو لے کر آئے تھے کہ رامو یہ لڑکی
کہاں سے آئی۔
صائم یہاں جنگل میں درختوں سے آنکھ
مچولی کھیل رہی تھی کہ ہم نے اسے پکڑ لیا اور آپ
کے پاس لے آئے ہیں وہ آدمی اٹھا اور غزل کے
پاس آکر بولا۔

اسے چھوڑی اتنی رات کو جنگل میں کیا کر رہی
ہے۔

غزل بولی وہ مجھے یہاں کسی نے اغوا کر رکھا
تھا میں ابھی ان سے بھاگ کر آئی ہوں اس سے
پہلے اور اس وقت یہاں ہوں۔

ارے چھوڑی تو ہے ہی اتنی سوتی کہ تجھے کوئی
بھی اغوا کر سکتا ہے مگر اب تجھے گھبراہٹ کی کوئی
ضرورت نہیں میرے ہوتے ہوئے کوئی تمہاری
طرف دیکھ بھی نہیں سکتا مینو جب آگ کے پاس تجھے
سردی لگ رہی ہوگی۔

ہاں مجھے سردی لگ رہی ہے میں بس تھوڑی
دیر آپ کے پاس بیٹھوں گی میرے بابا آ رہے
ہیں پھر وہ مجھے یہاں سے لے جائیں گے۔

ارے بابا کیا بولتی ہے بو یہاں پر آ رہے ہیں
اور تجھے لے جائیں گے دیکھ میں وڈیرا ہوں اور
میرے پاس بہت دولت ہے تو مجھ سے شادی کر
لے میں تجھے بہت خوش رکھوں گا راج کرے گی تو
میری دوپٹی بن کر دس تجھے منظور ہے میری دوپٹی
بنے۔

نہیں میں ایسا کبھی نہیں کر سکتی۔
ارے چھوڑی تو میں زبردستی تجھے لے
جاؤں گا۔

یہ سن کر غزل ایک طرف بھاگنے لگی وڈیرے
نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ پکڑو اسے غزل نے

بھاگنے کی بہت کوشش کی مگر آدمیوں کے مقابلے میں وہ بہت کمزور تھی وڈیرے کے آدمی غزل کو پکڑ کے وڈیرے کے پاس لے گئے ایک آدمی نے غزل کا بازو زور سے مروا جس سے غزل کی چیخ نکل گئی۔ وڈیرے نے اس کے منہ پر زور دار پھنر مارا اور اس سے کہا۔

کھوتے دیا چتر اشرم نہیں آتی اپنی ہونے والی چوہدرا کی بازو زور رہا ہے اس کے ہاتھ پیر پیار سے باندھ کر اسے لینڈ کروڑ گاڑی کے نیچے ڈال دے اور ہاں اس کے منہ پر شپ لگا دینا تاکہ یہ بول نہ سکے وڈیرے نے غزل کے ہاتھ سے موہاں چھین کر اپنی جیب میں ڈال لیا وڈیرے کے آدمی اپنی جیب اور لینڈ کروڑ اسٹارٹ کر کے جنگل سے باہر کی طرف چل پڑے۔

صائم کے بابا اور پولیس جنگل کی طرف بڑھ رہے تھے کہ انہیں جنگل سے چند گاڑیاں آتی ہوئی دیکھائی دیں سب الٹ ہو کر بیٹھ گئے قریب آ کر وہ ڈیاں رت گئیں ان میں سے ایک وڈیرا ناپ تھا اور باقی اسکے آدمی پولیس نے ان سے پوچھا کہ تم اس وقت کہاں سے آرہے ہو۔

صاحب میں شام پور کا وڈیرا ہوں اور اس وقت جنگل سے شکار کھیل کر آرہے ہیں مگر اس وقت کہاں جا رہے ہو سب خیریت تو ہے نا۔ انہیں خیریت نہیں ہے اس جنگل میں کسی نے ایک لڑکی کو اغوا کر رکھا ہے ہم اسے ہی لینے جا رہے ہیں۔

کیوں مذاق کر رہے ہو اس جنگل میں بھلا کس نے لڑکی کو اغوا کر رکھا ہے۔ مذاق نہیں ہے سچ کہہ رہا ہوں پھر تو بڑا خطر

ناک ہے یہ جنگل۔

صاحب اگر میرے آدمیوں کی ضرورت ہو تو آپ لے جاسکتے ہیں انہیں۔ نہیں نہیں تو کسی آدمی کی ضرورت نہیں ہے۔

اچھا پھر ہمیں اجازت دیں۔

نھک رہے آپ جاسکتے ہیں۔

پتہ نہیں میری جینی کس حال میں ہو گئی غزل کے ابو بولے۔

آپ حوصلہ رکھیں چاچا غزل کو انہوں نے اتنی مضبوطی سے باندھ رکھا تھا کہ غزل آنسو بہانے کے علاوہ کچھ بھی نہ کر سکی صائم اور اپنے بابا کی آواز سن کر اس کے آنسو تیزی سے بہنے لگے۔

وڈیرا اور اس کے آدمی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر جانے لگے صائم نے اس نمبر پر فون کیا جس پر غزل نے اسے کال کی تھی جب غزل کے نمبر پر تیل گئی تو اسے ایک کی آواز وڈیرے کی گاڑی میں سے آ رہی ہواتے میں وڈیرے کی گاڑی شہر کی طرف رواں دواں ہو گئی صائم بھی گاڑی میں بیٹھ کر جنگل کی طرف چل پڑا۔

غزل کے موہاں پر صائم کال کر رہا تھا مگر غزل کا نمبر نے بغیر ہی کال ڈسٹنکٹ کر دی تھی صائم نے فکر مندی سے اپنے چاچا کو بتایا کہ غزل فون نہیں اٹھا رہی۔ صائم تم پریشان نہ ہو ہم جنگل میں پہنچ چکے ہیں تو خود غزل کو ڈھونڈ لیتے ہیں صائم اور پولیس والے جنگل میں آگے بڑھتے جا رہے تھے جنگل کے درمیان انہیں ایک گھر نظر آیا انہوں نے اس گھر میں چھاپا مارا تو ایک کمرے میں غزل کا جینڈیک اور ایک آدمی بے دوش پڑا تھا اس کے

ملا وہ ایک لڑکی جس کا نام میری تھا وہ ایک بڑھیا اور چاچا لڑکے پکڑے ان میں سے دو کو انہوں نے بہت مارا تھا جس پر انہوں نے سب کچھ اٹھ لیا کہ ہم ڈرگ کا دھندہ کرتے ہیں اور یہ لڑکی یہی لڑکیوں کو اغوا کر لے جیتی ہے اور اس لڑکی کوں کو بھی انہوں نے اغوا کر کے بیچنا تھا مگر وہ یہاں سے بھاگ گئی ہے۔

صائم اور باقی سب نے سورج طلوع ہونے تک غزل کو جنگل میں تلاش کیا مگر غزل نہ ملی سب یہ سوچ کر واپس آگئے کہ شاید غزل چلی گئی ہو۔

گاڑیاں ایک شام اراحولی میں آکر رک گئیں انہوں نے غزل کو گاڑی سے باہر نکال کر کھوا وڈیرے نے اپنی نوکرانیوں کو آواز دی ان میں سے ایک آتی اور بولی۔

صائم یہ کون ہے۔

صائم کمراتہ شمو یہ میری ہونے والی بیوی ہے اسے کمرے میں لے جا اور لہنگا پہنا اور دہنوں کی طرح تیار کر میں۔ دلو کی کاندو بست کرتا ہوں جی صائم میں ابھی اسے تیار کرتی ہوں وہ لڑکی غزل کو لے کر ایک کمرے میں چلی گئی اس نے چارپانچ اور عورتوں کو بھی بلایا اس نے غزل کو ایک لہنگا دیا یہ چین لو غزل نے لہنگا اٹھا کر ایک طرف پھینک دیا۔

ار۔ لڑکی چین لے لہنگا وڈیرے کی بیوی ذہا قسمت والوں کو نصیب ہوتا ہے۔

کبواس بند کر دو اپنی اتنا قسمت والی بننے کا شوق ہے تو خود چین لے لہنگا۔

ارے چھوڑی اگر صائم مجھے کہتے نہ شادی کے لیے تو میں کب کا لہنگا چین چکی ہوئی چین لے

ضد نہ کر۔

مجھے نہیں پہنچنا۔

چارا جو صائم کو بتا جا کر وہ خود آکر اس کی ساری اُسٹر نکال لیں گے۔

تھوڑی دیر بعد جب وڈیرا اندر آیا اور غزل سے کاہ چھوڑی پکڑے چین لے وڈیرا جابر نام ہے میرا لڑکھو نہیں پہنتی تو میں زبردستی بھی پہنا سکتا ہوں۔ تو خود جا کر چین لے غزل نے نوکرانی کے ہاتھ سے لہنگا لیا اور پہننے کے لیے واش روم میں چلی گئی غزل نے لہنگا چین لیا تھا ایک عورت اسے دہنوں کی طرح تیار کر رہی تھی اشک لڑیوں کی طرح اس کی آنکھوں سے گر رہے تھے وہ عورت غزل کو تیار کر کے باہر چلی گئی تھوڑی دیر بعد ایک لڑکی اندر آئی اور اس نے دروازہ اندر سے بند کر دیا کھنڈی لگائی اور غزل کے پاس آکر بیٹھ گئی اور غزل سے کہا۔

مجھے پتہ ہے تمہارے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے یہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے مگر میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ مگر کون دو تم

میرا نام خر ہے جو تمہیں یہاں لے کر آیا ہے وہ جابر ہے اور جو مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے اس کا بڑا بھائی جابر ہے آج وہ زبردستی مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے مگر اس کی دہن بننے سے پہلے میں خود کو ختم کر لوں گی۔

نہیں میری بہن تم صرف اتنا کرو وڈیرا جابر سے میرا موہاں لے آؤ میں فون کر کے اپنے منگیترا کو بلالوں گی اور وہ ہمیں یہاں سے لے جا لے گا مگر اس کے لیے تو مجھے وڈیرا جابر سے شادی کے لیے ہاں کرنی پڑے گی

تم کچھ بھی نہ روئے اس سے موبائل لے آؤ
مجھے یقین ہے نکاح ہونے سے پہلے وہ ہمیں
یہاں سے لے جائے گا۔
انچھامیں کچھ کرتی ہوں یہ کہہ کر وہ لڑکی سحر
بابر چلی گئی۔ بابر آکر سحر جابر کے کمرے کے پاس
آئی اور اس کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے
آواز آئی کون سے ارے بابا دروازہ کھلا ہے اندر
آ جاؤ۔ سحر اندر چلی گئی سحر کو اپنے کمرے میں دیکھ
کر جابر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آیا اور
بولو کوئی کام تھا دی مجھے بلا لیتی۔
مہمیں ایک خوشخبری دی تھی ہے۔
کون سی خوشخبری۔

یہی کہ میں تمہارے بھائی سے شادی کے
لیے تیار ہوں۔

کیا آپ سچ کہہ رہی ہیں۔ یہ خبر سن کر جابر
اچھل پڑا ابھی یہ خبر ادا ہوا پر کونسا کراتا ہوں جابر
بابر نکل گیا۔ جابر کے بیڈ پر دو موبائل پڑے تھے
ایک سحر کو پتہ تھا کہ جابر کا بے خبر دوسرا موبائل تھا
یہ بھول کا تھا سحر وہ دو موبائل اٹھ کر کمرے سے باہر
جائے مٹی چار پانچ نوکرانیاں آگئیں بولیں۔

بی بی اپنے کمرے میں چلیں آپ کو تیار کرنا
ہے انہوں نے سحر کو بھی ایک ہنگا دیا پہن لو سحر نے
ان سے کہا۔

تم باہر چلو مجھے کپڑے بدلنے ہیں سحر نے
وہ پہنے کے نیچے موبائل چھپایا ہوا تھا کمرے میں
پری الہ ری میں سحر نے بکھو یا لنگا پہننے کے بعد
نوکرانیاں اندر آئیں انہوں نے سحر کو کچھ غزال کی
طرح تیار کیا سحر اس کے لیے رضامند نہیں تھی مگر
غزال کو بچانے کے لیے وہ سب کر سکتی تھی اپنی
زندگی بھی داؤ پر لگا سکتی تھی تھوڑی دیر بعد باہر اور

جابر دونوں اندر آئے بابر بولا۔

بہت خوبصورت لڑکی رہی ہو سحر۔

سحر شرماتے کی ایکٹنگ کرنے لگی بابر بولا
جابر تو ادھر ہی رہنا میں شہر سے مولوی لے کر آتا
ہوں بابر باہر جانے لگا تو سحر نے آواز دی بابر بولا
کیا بات ہے سحر بولی۔

میرا ایلی کیابہاں دل نہیں لگ رہا میں اس
لڑکی کے پاس چلی جاؤں

بابر نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا کہ ہاں
تم جا سکتی ہو مگر تمہارے ساتھ ایک نوکرانی بھی
جائے گی۔

ٹھیک ہے آپ بھیج دیں سحر نے کہا۔

وہ دونوں بھائی باہر چلے گئے سحر نے غزل
کے کمرے کا دروازہ کھولا تو غزل کے پاس بیڈ پر
جابر بیٹھا تھا سحر نے اسے بازو سے پکڑ کر باہر بھیج
دیا کہ نکاح سے پہلے آپ وہن سے نہیں مل سکتے
جابر کے جانے کے بعد سحر نے اندر سے کھڑی
لگائی اور وہ بائل غزل کو دیا غزال نے صائم کو فون
کیا اسے ساری بات بتائی کہ مجھے ڈیرے نے
قید کر رکھا ہے یہ بھی مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے
پلیز مجھے یہاں سے لے جاؤ

غزل تم میرا انتظار کرو میں ابھی آتا ہوں

صائم تم ڈیرے کی حویلی کے پیچھے آ جاؤ
میں کھڑی سے باہر آ جاؤں گی۔

انچھام غزال میں آتا ہوں

صائم تم جلدی آتا وہ ڈیرہ اشام ہونے سے
پہلے مولوی کو لے آئے گا اگر تمہیں دیر ہوئی تو وہ
ہم سے نکاح کر لے گا میرے ساتھ ایک اور لڑکی
بھی ہے جس نے میری بہت مدد کی ہے تم پلیز
جلدی آ جاؤ۔

سحر تیار مگر نہیں ہے تم بھی انہیں فون کر
کے ماؤں۔
وہ جیسے ایکسپٹ نہیں کریں گے۔

کیا مطلب ہے تمہارا۔

غزال آج سے تیرا پتہ کی بات ہے جب
مجھے ایک آفتاب نامی لڑکے سے پیار ہو گیا تھا وہ
بھی مجھے پیار کرنے لگا تھا آہستہ آہستہ ہماری
ملاقاتیں بڑھتی جا رہی تھیں میرے گھر والوں کو پتہ
چل گیا انہوں نے آفتاب کے گھر والوں کو بلایا
ہمارے گھر والوں کو آفتاب پسند آ گیا اور ان کے
گھر والوں کو میں پسند آئی تھی پھر ہماری مکلفی ہو
گئی اور شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی کہ نا جانے یہ ڈیرہ
کہاں سے آن پکا اس نے مجھے آفتاب کو دھمکی
دی کہ اگر تم نے اس سے شادی سے انکار نہ کیا تو
اپنا دیکھا برا حال ہو گا آفتاب اور میں ڈیرے کی
بہت بے عزتی کی ہماری شادی سے دو دن پہلے
اس نے مجھے اغوا کر لیا اور ابھی انی حویلی میں رکھا
ہوا ہے مجھ سے شادی کرو میں نے مسلسل اس سے
انکار رہی کیا ہے

جلو پھر جلدی آفتاب فون کرو کہ حویلی کے
پیچھے آ جاؤ سحر نے آفتاب کو فون کیا وہ سن کر
بہت خوش ہوا اور حویلی کے پیچھے آ گیا اتنے میں
دروازہ زور سے کھلا تو ایک ملازمہ مچی وہ بولی۔

مجھے سائیں نے کہا ہے کہ میں آپ کے
پاس رہوں۔

انچھام اندر آ جاؤ۔

تھوڑی دیر بعد صائم کا مسیج آیا کہ میں حویلی
کے پیچھے کھڑا ہوں غزال نے سحر کو اشارہ کیا دونوں
نے مل کر ملازمہ کے ساتھ پیر باندھ دیئے اور
کمرے کے کارشن اتارنے لگی اور کارٹون کو آپس

میں گر لگانے لگی کارٹن کو پھر انہوں نے بیڈ کے
ساتھ باندھا اور کھڑکی سے نیچے لنگا دیا پھر دونوں
کھڑکی سے باہر نکل گئیں اور کارٹن کی مدد سے
زمین پر پڑتی گئیں اتنے میں آفتاب بھی آ گیا غزال
بولی جلدی کرو اگر اس ڈیرے کو پتہ چل گیا تو وہ
اپنے آدمیوں کو ہمارے پیچھے لگا دے گا وہ چاروں
صائم کی جیب میں پیسہ کرشمہ کی طرف روانہ ہو
گئے۔

تیار ہونے کے بعد دونوں بھائیوں نے
غزال اور سحر کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا مگر انہیں
اندر سے کوئی رسپانس نہیں ملا بابر نے اپنے ملازمہ کو
آواز دی کہ دروازہ تو زور دو جیب انہوں نے دروازہ
توڑا تو ملازمہ بندھی پڑی تھی انہوں نے ملازمہ
کے منہ سے پتی اتاری اور پوچھا کہ وہ دونوں
کہاں ہیں۔

سائیں انہیں کسی کا فون آیا تھا وہ کھڑکی سے
بھاگ گئی ہیں۔

رامو کو جی کہتے جیسے نکالو اور وہ بھاگے نہ
پائیں۔ وہ تقریباً بیچنا۔

صائم کی جیب بھاگتے بھاگتے اچانک ایک
جھٹکے سے رک گئی غزال گھبراہٹ سے بولی صائم
گاڑی کو کیا ہو گیا ہے

غزال میں جلدی میں گاڑی میں پٹرول
ڈاؤنٹا بھول گیا تھا اب کیا کریں ہمیں بھاگنا
چاہیے۔ مگر سڑک پر نہیں اس ریت پر کیونکہ وہ
ڈیرے اگر سڑک پر آ بھی جائیں گے تو وہ ہمیں
دیکھ نہیں سکتے وہ چاروں ریت پر ایک طرف
بھاگ گئے۔

وڈیرے کی جیتیں اتنی تیز دوڑ رہی تھیں کہ
سے باتیں کر رہی تھیں ان کی جیتیں صائم کی
کے پاس آکر رک گئیں وہ چاروں کہاں
جا رہے تھے۔

اس کے لیے ہمارے کتے کس دن کام
یہ کتے انہوں نے کتے کھول دیئے کتے آگے
لے آئے اور وڈیرے اور ملازم پیچھے پیچھے۔

غزل بولی صائم اور کتا بھاکیں گے۔
غزل پہ نہیں گھر تم بھاتی رہو شاید منزل مل
ئے شاید کوئی حجرہ رہنا ہو جائے مجھے یقین ہے
بل جب بہت سی دغا نہیں ایک ساتھ مانگی
نہیں تو پھر غمزہ ہوتے ہیں۔

سحر پلیر مجھے حاف کردینا میں اتنے مہینوں
سے تمہیں تلاش کر رہا تھا تمہیں تلاش نہیں کر سکا
غرايسے مت کہو تھوڑی دور جا کر آگے انہیں بہت
سے اونٹ ایک آدمی نظر آئے وہ ان چاروں کو
پلیر کران کی طرف بڑھا کر جاوے تاج محمد عرف
نوکا مالق ہے یہاں چڑیا بھی مجھ سے پوچھ کر
پلیر پلیراتی ہے اور تم دو لڑکیوں کو اغوا کر لے لے
جا رہے ہو۔

نہیں۔ نہیں یہ نہیں انہیں کر کے لے جا
رہے بلکہ کچھ لوگ ہمارے پیچھے لگے ہوئے ہیں
ان سے بچا کر لے جا رہے ہیں تاج محمد بھائی
آپ نے کہا ہے کہ آپ کے علاقے میں چڑیا بھی
پلیراتی ہے پوچھ کر پلیر پلیراتی ہے مگر یہاں چار
لڑکیوں کے لیے پلیراؤ گئے آپ یہ برداشت کر
میں گئے پلیر ایک بہن سمجھ کر ہماری مدد کریں
میں بچاؤ

اتنے میں شکاری کتوں کے بھونکنے کی آواز
قریب ہو گئی آخر تاجو کے قدموں میں گر گئی تاجو
نے سحر کو اپنے قدموں سے اٹھایا اور دو اونٹوں
کو نیچے کیا اور اس پر بٹھا کر شہر کی طرف بھجے دیاس
یہ بھائی اتنی کڑھاتا ہے ایک اونٹ پر غزل اور
صائم اور دوسرے پر سحر اور آفتاب جیسے گئے اور
اونٹ شہر کی طرف بھاگے گئے وڈیرے اور اس
کے آدمی تاجو کے پاس آئے اور اس سے غزل اور
سحر کے بارے میں پوچھا تاجو نے ان سے کہا کہ
مجھے نہیں پتہ وڈیرے نے کہا۔

اچھا نہ بتا کہ اونٹ کتنے دے ہم خود اسے
ڈھونڈ لیں گے خبردار جو میرے اونٹوں کو ہاتھ لگایا
تو کیا کرے گا تو جا رہا ہوں

وڈیرے کی تیری محبوبہ جو تو نے ان کا پتہ نہیں
بتایا تاجو نے وڈیرے کا گھر بیان پکڑ لیا اور
وڈیرے جا رہے تھے اسے گولی مار دی اور اس کا ایک
اونٹ لے کر ان چاروں کا پیچھا کرنے لگا تاجو
کے قبیلے والے گولی کی آواز سن کر تاجو کے پاس
آگئے انہوں نے تاجو کو گولی لگی دیکھی تو اس سے
پوچھا آپ کو کوئی کس نے ماری ہے ان میں سے
ایک تاجو کا بیٹا بھی تھا تاجو نے اپنے بیٹے سے کہا
کہ اس طرف کچھ لوگ گئے ہیں انہوں نے مجھے
گولی ماری ہے وہ چاروں لڑکیوں اور لڑکیوں کا
پیچھا کر رہے ہیں جاؤ ان وڈیرے سے ان کو بچاؤ
اور وڈیرے کو مار دو اور انہیں میرا آخری سلام کہنا
تاجو اپنی سائیس پوری کر چکا تھا تاجو کے قبیلے
والے گلہ بازیاں لے کر وڈیروں کے پیچھے لگ
گئے۔

وڈیرے اور اس کے آدمیوں نے غزل

صائم اور سحر آفتاب کو کو اپنے گھرے میں لے لیا تھا
اور ان سے کہا کہ تم خود کو بہت ہوشیار سمجھتے ہو۔
وڈیرے کو دھوکہ دے کر بھاگ جاؤ گے اب
تمہارے ساتھ ساتھ تمہارا۔ عاشر بھی ماریں
جا میں گے اور تمہاری لائیں جس کی کوئیں میں کی
یہ بتاؤ سب سے پہلے کون مرنا چاہتا ہے ادا ان کو
ان میں سحر آفتاب نے احسا مارے ہیں انہیں انہوں
نے ان چاروں کو لائن میں کھڑا کر کے ہاتھ اوپر
کیے تھے کہ پیچھے سے کسی نے وڈیرے کا ہاتھ کاٹ
دیا اور پیچھے سے اور بھی بہت سے لوگ آگئے
انہوں نے وڈیرے اور اس کے آدمیوں کے کٹڑے
رو دیئے حمرے ان سے پوچھا۔

آپ کون ہیں ان میں سے ایک لڑکا بولا
ہمیں تاج محمد نے بھیجا ہے میں ان کا بیٹا ہوں وہ
آپ کو اپنا آخری سلام کہہ رہے تھے اب وہ اس
دنیا میں نہیں رہے۔
کیا اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا
فرمائے ان سب نے آمین کہا تاج محمد کے بیٹے
نے کہا۔

ہمیں خوشی ہے کہ میرے باپ کی جان حق
پر گئی ہے وہ سائنہ کے روشنیاں نظر آ رہی ہیں وہ
شہر کی ہیں آپ شہر پہلے جاؤ وہ چاروں شہر کی طرف
چل پڑے اور تاجو کے قبیلے والے واپس چلے گئے
غزل سوچ رہی تھی کہ اب زندگی میں کوئی تم نہیں
آئے گا یہ امتحان تھا جو گزر گیا اور تاجو محمد کا ملنا ان
چاروں کے لیے ایک معجزے سے کم نہیں تھا۔

تاج و تخت سے فقیر بنا دیتا ہے عشق
نازک کانوں میں اندر سے پہنا دیتا ہے عشق
نسیں پاؤں میں بے حد چھالے بنا دیتا

بے عشق
بھٹی پاؤں میں گھنگرو پہنا کے سر بازار نچا
دیتا ہے عشق

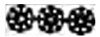
بے عشق
چتروں پہ چلاتا ہے کبھی سولی پہ چڑھا دیتا
بے عشق

بڑے اصولوں سے بغاوت کروا تا ہے عشق
نخت پیروں سے دور لے جاتا ہے عشق
رلاتا ہے کبھی بے حد سنا تا ہے عشق
محبوب کو بچوں سے پاکیزہ بنا دیتا ہے عشق
کبھی دین بچانے کے لیے نواسوں کو پیسا
ترساتا ہے عشق

بھٹی اک محبوب کی خاطر پوری دنیا بنا دیتا
بے عشق
دوستو کیسی نکلی میری کہانی اپنی رائے سے
ضرور نواز دے گا۔ دوستو میری کہانی جواب عرض
تک پہنچانے میں میرے ایک لڑن نے میری مدد
کی اس کا شکریہ ادا کرتا جاہوں کا نام لے کر
اشفاق احمد آپ کا بہت بہت شکریہ۔

ڈاکٹر محمد سارم تاجاب سرائے مانگا منڈی

اب تو ہاتھوں سے کبیریں بھی مٹی جاتی ہیں
تجھ کو کھو کر میرے پاس رہا کچھ بھی نہیں
میں تو اس واسطے چپ ہوں کہ تماشا نہ بنے
تو سمجھتا ہے کہ مجھے تجھ سے این گھ کچھ بھی نہیں



اشکوں کی زباں سمجھو۔

۔۔۔ تحریر۔ ایم ندیم بھکر۔ 0340.6774626۔

ریاض بھائی، السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ اشکوں کی زبان سمجھو کہانی نے رچ بلی بار آپ کی خدمت میں حاضری دے رہا ہوں امید ہے کہ مجھے باپس نہیں کیا جائے گا میں ادارہ جواب عرض کا بہت مشکور ہوں گا میں جواب عرض کا بہت بڑا فین ہوں عرصہ دراز سے پڑھتا آ رہا ہوں پہلی بار لکھنے کا شرف حاصل کیا ہے اگر راہنمائی ملی تو آئندہ بھی کچھ حاضری دے دیا کروں گا امید ہے میری تحریر کو جلدی شائع کرے شکریہ کا موقع فراہم کیا جائے گا سر ریاض احمد کا بہت بڑا فین ہوں سر آپ کی تحریریں بہت دلچسپ ہوتی ہیں پلیز غائب نہ ہوا کہ میں اپنی قسط پوری کیا ہے یہ شکریہ۔

ادارہ جواب عرض کی پاسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور طلبہ اذیت نہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

جب عشق مجازی اپنی اتہار پر ہو جب کسی کے ہونے سے زندگی کی تشکیل ہوتی نظر آئے جب میں تو کا فرق مٹ جائے اور ذات میں صرف تو ہی تو رہ جائے اور جب عاشق انا الحق کا نعرہ لگانے لگے تو یقیناً جدائی لازم ہو جاتی ہے۔

نہیں سے حوصلہ مجھ میں تمہیں کھونے کا یہ دنیا مجھ کو کھو دے گی اگر تم کھو گئے مجھ سے ہاں میرا عشق ناقص بھی اپنی حدوں سے تجاوز کرنے لگا تھا ارکان تھا کہ اس کی خاموشی مہک عالم میں اپنا چہ چاکر کرنے لگتی ممکن تھا کہ دونوں باہر زنجیر ہو کر فنا کی طرف گامزن ہو جائے ممکن تھا کہ آپ کو میری محبت کا ادراک ہونے لگتا اور یقین ممکن تھا کہ آپ کو مجھ سے محبت ہو جاتی جدائی ہی تیز دھار نے دونوں نوک ٹکرا لگ کر دیا دونوں کے پڑھتے ہوئے قدم روک دیئے۔

آہ۔ جب مجھے اذن جدائی ملا جب میرے شجر دار سایہ چھین کر مجھے کڑی دھوپ میں دھیل دیا گیا جب مجھے آسمان کی بلند یوں سے یک لخت پاتال کے اندھیروں میں دفن کر دیا گیا اور جب مجھے آپ کے دیدار سے محروم کر دیا گیا تو یوں لگا کہ جیسے بڑے بچے کہہ سکتے ہوئے زندگی مجھ سے دم توڑ چکی ہے۔

پچھلے سال ان دنوں اور اس وقت ہم ساتھ تھے بٹتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے خوش باش تھے اور آج۔ آج میں پتے ہوئے بے آب و گیاہ گر اس میں آبلہ پا ہرست آپ کو نکارتا ہوں آپ کہتی ہیں کہ آپ لاہور واہ ہو۔ آپ کو کوئی فرق نہیں پڑتا آپ کو کسی کی یاد نہیں آتی۔

تو کیا میں آپ کو بھی یاد نہیں آتا۔ جب کوئی آپ کی نرم مثال کو سلیقے سے تہہ لگا

کر رہے میرے ہاتھ کی لگی دیوار گیر گھڑہ کمرے میں آہ بڑاں فریم اور روازے کے مین اور آہ۔ نہ انٹرنیٹ کی سختی دیکھ کر بھی نہیں جب سڑک پر کسی کو بکلا اور موتیا کے کچرے پھینچتے ہوئے دیکھو تو کیا واقعی تم کو میری یاد نہیں آتی۔ کبھی اس لڑکے کا سراپا آنکھوں میں نہیں ابھرایا کیا۔

سند جانو۔

یونیورسٹی جاتے ہوئے گاڑیوں کو رواں دواں دیکھ کر احساسِ تنہائی نہیں ہوتا بارش میں بے ارادہ جھپٹتے ہوئے کسی کے ہاتھ کا تازہ لمس دل میں آگ نہیں لگاتا کسی کے شوخ لہجے کی کھنک تھپا راتوں میں بے تاب نہیں کرتی۔ اور کیا کسی کی دھیمی دھیمی سی محبت محسوس کرنے کی خواہش دل میں ابھرائی نہیں آتی۔

اور شاید آپ کا جواب ابھی بھی ناں ہے۔

ہاں میں جانتا ہوں اس مقام پر میں جہاں پیار و محبت کی باتیں طعنان لگتی ہیں۔ لیکن جانو میں کہتا ہوں جو عمر کی کوئی بھی منزل ہو انسان خواہ شہرت کی کشش ہی کتنی ہی بلند یوں پر چلا جائے محبت اپنے اظہار کا تقاضا کرتی ہے خدارا مصلحت کا چولا اتار پھینکیں کبھی تو دل کی بات کو زبان پر لا کر آپ نے ایک بار تو کسی سے کہا ہوتا۔

جانو۔

تاکہ میرے بے قرار دل کو چین تو مل جاتا میں بھی چاہتا ہوں جانے کے احساس سے سرشار ہو سکتا ہوں تجھے سنو نے اور باتوں پر تیرے نام کی مہندی لگانے کا جواز مل جاتا۔ خدارا ایک بار تو کہہ دو کہ مجھے آپ سے محبت ہے۔۔۔ مجبوری کی حد تک دیکھو اس وقت بھی آپ یہ جہنم دان اور اسکی

دینا پڑتی ہے کیونکہ مجھے حق نہیں کہ جانو الامان آپ کو مبارک دے سکوں آپ کی خوشیوں میں شریک ہو سکتا آپ کو میں اپنا کبر سکتا۔ اسے کاش تم یہ سب سمجھ سکتی تم سمجھ سکتی آرزو کی شدت کو تم سمجھ سکتی میرے دل کی چاہت کو اس طرح سستی ہیں ساتھیوں جدائی کی دکھ جدائی کا۔ ہنسنے پناہ مشکل ہے۔ میری اس ریاضت کو کاش تم سمجھ سکتی میرے اشکوں کی زبان میرے دل کی پکار میری خواہشوں کی فریاد کو۔

کاش تم سمجھ سکتی میری اس محبت کو کاش تم سمجھ سکتی میری آرزوؤں کو بے سبب نہ ٹھراتی پیار کو محبت کو کاش جانو تم چھو تو سمجھ سکتی۔

تم سمجھ سکتی میرے اشکوں کی بے زبانی۔ میرے اشکوں کی زبان کو مجھ کو تو دیکھتی۔

ایم ندیم بھکر۔

رحم دل پر بہار دیکھا ہے

رحم دل پر بہار دیکھا ہے
کیا محب لالہ زار دیکھا ہے
جن کے دامن میں کچھ نہیں ہوتا
ان کے سینوں میں پیار دیکھا ہے
خاک اڑتی ہے تیری گھٹوں میں
زندگی کا وقار دیکھا ہے
تعلقی ہے صدف کے ہونٹوں پر
گل کا سینہ نگار دیکھا ہے
سانپا! اہتمام بادہ کر
وقت کو سوگوار دیکھا ہے
جذیرہ غم کی خیر ہو ندیم
حسروں پر نکھار دیکھا ہے

(ملک ندیم عباس دھکو ساہیوال)

گناہ سے توبہ

— تحریر: حنا مرید۔ راولپنڈی۔

ریاض بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ گناہ سے توبہ کہانی لے کر پھر سے آپ کی خدمت میں حاضری دے رہی ہوں امید ہے کہ مجھے باپوس نہیں کیا جائے گا میں ادارہ جواب عرض کی بہت مشکور رہوں گا میں جواب عرض کی بہت بڑی عین ہوں عرصہ دراز سے پڑھتی آ رہی ہوں ایک بار لکھنے کا شرف حاصل کیا ہے اگر راہنمائی ملی تو آئندہ بھی کبھی کبھار حاضری دے دیا کروں گی امید ہے میری تحریر کو جلدی شائع کر کے شکر کا موقع فراہم کیا جائے گا سر ریاض احمد کی بہت بڑا عین ہوں سر آپ کی تحریریں بہت دلچسپ ہوتی ہیں پلیز غائب نہ ہوا کریں اپنی قسط پوری کیا کریں شکریہ۔

ادارہ جواب عرض کی پائیسی و مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

پیارے قارئین وقت دیتے نہیں کرتا کچھ لوگ کسی کے کہنے پر اپنی زندگی برباد کر لیتے ہیں اور کچھ لوگ فضول کاموں میں پڑ کر صرف انجوائے منٹ کرتے ہیں اور اپنا قیمتی وقت برباد کر جیتے ہیں۔ یہ فیسی مذاق اور انجوائے منٹ کے دوران ہی زندگی میں کچھ ایسے موز آ جاتے ہیں کہ انسان کے پاس بس کچھتا واپسی رہ جاتا ہے کچھ نظر نہیں آتا کچھ سوچتا ہے کہ میں نے کیا کیا۔ لیکن اس وقت تم دکھ اور پچھتاوا ہی انسان کا مقدر بن جاتا ہے اور اندر ہی اندر روتا ہے اور ہزاروں سوچیں ہر وقت ذہن پر سوار رہتی ہیں اور انسان وقت کے ہاتھوں مجبور ہو جاتا ہے جو وقت ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور لوٹ کر نہیں آتا۔ یہاں بھی کچھ ایسا ہی ہوا ہے۔

ایسے یا سمین کی کہانی سننے میں ایسے یا سمین میرا نام یا سمین ہے اور میں تین بھائیوں کی اکلوتی بہن ہوں اپنے ماں باپ کی بہت لاڈلی کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں تھی ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں تھیں کوئی کسی قسم کا بھی غم نہیں تھا منہ سے نکلی ہر بات پوری ہوتی تھی میرے بھائی اور ماں باپ میرے بچے اٹھاتے تھے کسی بھی چیز کی کمی نہیں آنے دیتے تھے۔ اس پاک ذات نے مجھے بہت حسن نواز اتھاری بڑی خوبصورت تھی میں اور شایہ کہ اسی بات کا میرے اندر ایک غور بھی تھا لوگ میری تعریف کرتے اور میں بڑا فخر محسوس کرتی وقت گزرتا گیا میں آہستہ آہستہ جوانی کی دہلیز آگئی سب میری دوست اور رشتہ دار لڑکیاں میرا تعریف کرتی تھیں خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ میں شوخ مزاج بھی تھی۔

اوت چاہا کہ جہاں تک کرنا چاہتا تھا گھر سے باہر میں کوئی دیکھتی نہیں تھی اور یہی تھی اور پابندی سے دینی کام کرتا تھا کیونکہ لاڈلی تھی سب کی سب میں منہ نہ کیا تو میرے ہی کہنے پر بھائی نے مجھے موہا بل گھٹ کیا اب تو ہر وقت اس کی مسودہ کی تصویر میں جاتی موہا بل تو میری ہی تصویر وہ اس سے بچا ہوا تھا اب میری دوست لڑکیاں بھی اس سے تم نہیں تھیں وہ ہر فیشن میں آگے ہوتی لڑکیاں تھیں وہ تو کرنا ان سے باتیں کرنا ان کی یہ بات تھی لڑکوں سے دوست کرنا یا تو نہیں لگتا تھا کہ میں اس کام کو غلط سمجھتی تھی میری خیر میری دوست تو کسی لڑکے سے نہیں تھی مگر اپنی دوست لڑکیوں کو دیکھ کر کبھی کبھی دل سے خیال آتا تھا کہ میں بھی کسی سے دوستی کروں دل ہی دل میں کہتی کہ کاش کوئی میرا چاہنے والا ہوتا طرح طرح کے خیال آتے مجھے بس ذہن پر یہی سوچیں گروہیں کرتے رہتے تھے پھر ایک بار ایسا ہوا کہ ہم اپنے گاؤں گئے خالہ کے گھر وہاں جا کر تو مجھے میرے سوال کا جواب مل گیا مجھے میرے پسپوں کا شبہ اود مل گیا میری اپنی خالہ کا بیٹا میرا اپنا لڑن جس کو بچپن میں دیکھا تھا اور اتنے عرصے بعد آج اسے دیکھا تو میں دیکھتی ہی روئی اسے بھی مجھے دیکھ کر بہت حیرانی ہوئی کیونکہ اب میں بھی بہت خوبصورت ہوئی ہوئی تھی اس کا نام جو تھا جوادی کی باتوں اور سہارا بہت نے تو میرا دل جیت لیا جوادی میں ایک ایسی کشش تھی کہ میں تو اپنا سب کچھ بار بیٹھی تھی اور جوادی نے یہ خیالوں میں گھومنی تھی اب ہر وقت اسی کے خیال رہتے مجھے جانتے سوتے اچھے بیٹھے بس میرے ذہن پر جوادی رہتا میں جوادی کی بہت میں اتنی پائل دوستی تھی کہ اتنا بھی نہ سوچتا

کہ جوادی بھی مجھے محبت کرتا ہے یا نہیں اس کے دل میں بھی میری جگہ ہے یا نہیں وہ میرا ہے یا کسی اور کا ہم واپس آئے تو جوادی کی باتیں بہت یاد آئیں تنگ آ کر بھائی سے موہا بل سے جوادی کا نمبر لیا اور اسے باتیں کرنا شروع کر دیں۔

اب دن رات صبح چوتیس گھنٹے جوادی سے باتیں کرنا میری عادت اور نشہ بن گیا تھا وہ بھی تو مجھ سے باتیں کرتا تھا اور ہر بات پر میری تعریف کرتا تھا جو اس کے منہ سے مجھے بہت اچھی لگتی تھی لیکن جوادی کے دل میں اس کی صف لڑن اور اک اچھی دوست بھی نہیں میں بے خوف پتہ نہیں کیا ہے کیا بنی تھی میں تو اسے شاید اپنا سب کچھ مان بیٹھی تھی ایک دن ایس ایم ایس پر بات ہو رہی تھی تو ہمارے درمیان یہ سوال پیدا ہوا کہ سب سے زیادہ کون پیارا اور عزیز ہے تو میں نے فوراً اپنے جوادی کا نام لکھ دیا لیکن افسوس کہ جوادی نے کسی ایس نامی لڑکی کا نام لکھا تو میں نے جوادی کی اس بات کا مذاق سمجھا پھر میرے غصے پر جوادی نے بتایا کہ میرے گاؤں کی ایک لڑکی ہے میں شروع سے ہی اسے چاہتا ہوں اور ہم ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو بہت چاہتے ہیں بس بات سنی تھی کہ میرے تو ہوش ہی اڑ گئے زمین گھونسنے لگی آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھانے لگا کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں دماغ سمجھنے لگا اس کے الفاظ میرا جگر خیر رہے تھے میں نے جوادی سے رورور کر کہا۔

جوادی میں تم سے محبت کرتی ہوں میں دل کی گہرائیوں سے تجھے چاہتی ہوں جوادی پلیز میرے ساتھ ایسا مت کرو جوادی میں تمہارا بغیر اودھی من اور بائبل ہوں میں میں اپنا دماغ بیوں اتنا

پیادوں کی کہ تم اس لڑکی کو بھول جاؤ گے میں تمہارے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی لیکن جوادی نے کہا۔

مجھے معاف کرنا یا سمجھنا تم میری کزن ہو اور ایک بہت ہی اچھی دوست ہو میں تمہیں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھتا اور نہ ہی کچھ بولا تم ایک پریمی لکھی سمجھدا شہر کی لڑکی ہو تمہیں اللہ نے حسن دیا ہے ایک سے بڑھ کر ایک لڑکا مل جائے گا تمہیں یا سمجھنا میرا خیال دل سے نکال دو جوادی نے فون بند کر دیا قصور اس کا نہیں غلطی میری تھی کہ میں نے بتائے پوچھے بغیر ہی اتنی آگے نکل گئی کہ اب واپس لوٹنا مشکل تھا۔

جوادی نے میرے ساتھ رابطہ اور تعلق ختم کر دیا تھا میری دنیا جڑ گئی تھی سارے خواب چٹکا چور ہو گئے اب میرے سائل ختم ہو گئے تھے شوخ ادا میں شوخا پن بھول گیا تھا کچھ مجھ کو اب خاموشی کو اپنا لیا میں نے پریشانیاں میرا مقدر بن گئیں سب دوست لڑکیاں مجھے مذاق کرتی مجھے تنگ کرتی لیکن کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تھا اب لڑکیاں مذاق کہ تم حکم کرو جان ہم تمہارے لیے ایک شاندار لڑکا ڈھونڈ کر لے آتی ہیں چاہئے والوں کی کوئی کمی ہے کیا پھر انہیں نے میری زبردستی دو لڑکوں سے دوستی کروائی۔ ان کا کہنا تھا میں ان لڑکوں سے بات کروں گی تو اپنے کزن جوادی کو بھول جاؤں گی آہستہ آہستہ۔ پھر کچھ یوں ہی ہونے لگا میرے ساتھ۔ میں ان لڑکوں سے بات کرنے لگی ایک لڑکا تو بہت سمجھدار اور سلجھا ہوا تھا شاید وہ بھی مجھے وہی دل میں چاہنے لگا تھا وہ بہت سمجھدار تھا اس نے میری دوست کے گھر اس کی سالگرہ پر دیکھا تو پھر بالکل ہی میرا دیوانہ ہو گیا تھا کچھ زیادہ ہی مر

منا مجھ پر ملین مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی یا دلچسپی نہیں تھی کیونکہ مجھے اس سے کوئی پیار نہ تھا اور نہ ہی مجھے پسند تھا میں اپنا دل بھلا رہی تھی پھر اس لڑکے نے اظہار محبت کر ہی دیا اس کی حالت بالکل تھی ہی میری حالت جیسی جب اس نے اپنی محبت کا اظہار کیا تو میں نے بھی ایسا ہی کیا جیسا کہ میرے ساتھ میرے کزن جوادی نے کیا تھا اسے صاف انکار کر دیا تو وہ میرے سامنے روتا رہا میری متیں کرتا رہا لیکن میں نے اس کی ایک نہی شاید کہ مجھے پیار سے نفرت ہو گئی تھی وقت گزرتا رہا اب میری یہ عادت بن گئی تھی کہ لڑکوں سے دوستی کرنا ان سے باتیں کرنا ہمیں لگتا لیکن دو مہینے سے زیادہ میں کسی سے دوستی نہیں کرتی تھی دو ماہ بعد ایک سے ختم کی تو دوسرے سے کر لی میری دوست لڑکیاں مجھے کہتی تھی کہ یا سمجھنا زندگی کو انجوائے کرو کسی یادوں میں تڑپنا چھوڑ دو میں بالکل ان کی باتوں میں آ کر روئی کچھ کرنے لگی جو وہ بہتی اور کہتی کہ جس بندے کوں کی قدر ہی نہ ہو اس کے لیے رونا فصول ہے مجھے کسی حد تک ان کی باتیں ٹھیک لگتی تھیں میں جب لڑکوں سے بات کرتی تھی تو اس وقت مجھے اپنے کزن کی یاد بالکل بھی نہیں آتی تھی میں بچ چکا میں ان رنگینوں میں کھو کر اپنے کزن جوادی کو بھول گئی تھی لیکن کبھی کبھی تنہائی میں اس کی یاد آتی تو تھوڑا رو کر چپ ہو جاتی اور نئے نئے لڑکوں سے دوستیاں کرنا میرا ایک فاصل بن گیا تھا میں اپنی اپنی زندگی میں ایسے کم ہو گئی کہ مجھے کسی کی کوئی فکر یا پروا نہیں تھی کبھی نہیں سوچتی تھی کہ میری وجہ سے کسی لڑکے کا دل دکھ رہا ہے یا نہیں کیونکہ میری تو اب کئی لڑکوں سے دوستی تھی اس لیے کہ میں ان میں سے کچھ بہت

اچھے لڑکے بھی تھے شریف بھی تھے جو بہت ہی اچھے انداز میں بات کرتے تھے اللہ نے مجھے معصوم سی شکل دی ہوئی تھی بالکل بھولی بھالی بچی لگتی تھی اس لیے تو ہر کوئی آسانی سے مجھے اپنے دل میں جگہ دے دیتا تھا اور اسی کا دل توڑ کر نکل جاتی تھی وہاں میں بھی کسی سے تو بھی کسی سے ملاقات کرتی تھی وقت اپنی رفتار سے چلتا رہا ایک دفعہ میں اپنی ایک لڑکے کے ساتھ پارک میں بیٹھی تھی کہ ایک لڑکے نے میری لڑکوں کو اپنا نمبر کاغذ پر لکھ پھینک دیا جب ہم گھر آئے تو میری لڑکوں نے وہ نمبر پھینک دیا اور میں نے اٹھا لیا میں نے سوچا کہ چل آج اس کو ٹرائی کر کے دیکھتی ہوں اپنی عادت کے مطابق میں نے اس لڑکے سے بھی دوستی کر لی اور اس کو بتا دیا کہ میں جس لڑکی کو تم نے نمبر دیا تھا میں اس کی بہن ہوں جو اس کے ساتھ تھیں اس دن تو اس نے کہا کوئی بات نہیں تم بھی بہت پیاری ہو ہم دونوں کی دوستی ہو گئی وہ لڑکا بہت اچھا اور ایک مزاحیہ باتیں کرتا تھا اور میں بھی اس کے ساتھ مذاق کرتی وہ دوسرے لڑکوں سے مختلف تھا اور اچھا تھا ہمارے درمیان باتیں ہوتی بس اب اس نے ضد پکڑ لی کہ مجھے اپنی تصویر بھیجو میں اس بات کو مسلسل اگنور کرتی رہی کیونکہ آج تک میں نے کسی کو تصویر نہیں دی تھی اور نہ ہی کسی کو ملٹی میڈی سے کوئی گفت لیا تھا اس قربان نے تو مجھے اس قدر مجبور کر دیا کہ میں نے غصہ آکر اور مجبور ہو کر اپنی تصویر دے دی اور یہ بہت بڑی جہدیں اور غلطی ہوئی مجھ میں وہ میری تصویر لے کر بہت خوش ہوا میں نے اس کی بات پر یقین کیا اور بڑی محنت کے مطابق اسے اپنا ایک دوست سمجھ کر بات کرتی تھی لیکن پتہ نہیں کب اور کیسے

اس کو مجھ سے محبت ہو گئی پتہ نہیں اس کو میری کون سے بات پسند آئی اور وہ تو میرا دیوانہ ہی ہو گیا اب دو مہینے سے زیادہ عرصہ ہو گیا تھا اس سے بات کرتے کرتے اب میرا دل نہیں کرتا تھا کہ اس سے بات کروں یہ میں اس سے جان چمڑوانے کی کوشش کر رہی تھی بات کرنا بہت کم تر دیتا تھا اسکے اب ایس ایم ایس آتے مگر میں جواب ہی نہ دیتی اور نہ ہی اس کی کال ریسو کرتی بھی کبھی تھوڑی بات کر کے کوئی مجبوری بتا کر بہانے سے کال بند کر دیتی اور شاید وہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھا اس لیے بار بار مجھے کال کرتا لیکن میں تو اب کسی اور کی تلاش میں تھی سبیلے تو قربان مجھے پیار سے مناتا تھا اور سمجھاتا تھا لیکن میں اس کی کسی بات پر توجہ نہیں دی بلکہ اب وہ مجھے اچھا ہی نہیں لگتا تھا میں نے تو اسے مجبور دیا تھا جب وہ تھک ہار گیا تو اس نے وہ کام کیا جو اس کو نہیں کرنا چاہئے تھا اس نے میرا موہا بل نمبر انٹرنیٹ پر دے دیا اور مجھ سے کہا دیکھنا یا سکین اب تمہیں کتنے لڑکے فون کریں گے اور دوستی کی آفر کریں گے اب دل کھول کر کرنا لڑکوں سے باتیں اور اسکو لگ رہا تھا کہ میں اس کی اس حرکت سے ڈر جاؤں گی مجھے غصہ آیا لیکن مجھ میں بھی کڑ اور غرور بہت تھا بجائے کہ اس کے ساتھ کوئی اور سلوک کرتی بلکہ میں نے تو اسے بہت برا بھلا کہا اور اسکو گالیاں سنائیں اس کی پوری جھلی کو بہت برا بھلا کہا جس کی وجہ سے قربان کو بہت دکھ ہوا اور غصہ بھی آیا اب اس نے مجھ سے کہا کہ تم بڑی شریف زادی بنی ہوئی ہو اب تم خود چل کر میرے پاس آؤ گی اور مجھ سے ملو گی اب دیکھنا میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں مجھے دے دو۔۔۔ غصے سے سب چھوڑ کر دل رہا ہے چھوڑ کر دے

مگر لیکن جب اس نے کہا کہ یا سکین تمہاری تصویر بھی نیٹ پر آ جائے گی یہ بات سن کر میرے تو ہوش ہی اڑ گئے دماغ چکر اٹ گیا کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں کہاں جاؤں اس نے تصویر دے دی تو میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گی میرے بھائیوں کی عزت منی میں مل جائے گی میرے ماں باپ کا مان ٹوٹ جائے گا۔ میری برادری میرے رشتے دار کیا سوچیں گے میرے بارے میں ہزار سوچیں پاگل کر رہی تھی مجھے کیا کروں اگر ملنے چلی گئی تو وہ کوئی اور مسئلہ کھڑا نہ کر دے سوچ سوچ کر میری آنکھوں میں آنسو آ گئے میں نے اسے فون کیا اور بڑی عزت اور پیار سے احترام سے بہت سمجھایا اسے بہت متیں کی اس کی مگر وہ نہ مانا اس نے میری ایک نہ سنی میں بہت مایوس ہو گئی اب اس کو ملنے جانے کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا کوئی حال نہ تھا میرے پاس اور میں بہت روٹی مجھے میرے سارے گناہ یاد آ رہے تھے جن کو میں نے دھو دیا تھا میرے سارے گناہ مجھے یاد آ رہے تھے میں اللہ سے معافی مانگ رہی تھی اور کہہ رہی تھی اللہ میں معافی کے قابل تو نہیں ہوں پر تو بڑا رحیم ہے میرا مولا مجھے معاف کر دے میں نے نماز پڑھ کر رورو کے اللہ سے معافی مانگی اپنے گناہوں کو یاد کر کے روئی اور معافیاں مانگی رہی میری روح کا پٹنے لگی جسم سن ہو گیا ہوش و حواس کھوئے پریشانی انتہا نہ رہی۔

ایک کب پتہ نہیں میرے رب کو میری کون سی آواز سنائی پند آئی کہ یکدم اس کی رحمت نے کمر و بدن اور بس قربان نے مجھے کل تک کا جہاد سمجھاتا اس قربان نے مجھے فون کر دیا میں نے نمبر دیا تھا تو وہی گئی کہ اب پتہ نہیں کہ کیا

جب میں نے سنا تو اس نے کہا یا سکین کیا یاد کرو گی جاؤں میں نے تمہیں معاف کر دیا تم نے مجھ سے بات نہیں کرنی تو نہ کرو جاؤ خوش رہو خدا حافظ جب اس نے فون بند کیا تو میں جدے میں مگر کئی اپنے پیارے رب کا شکر یہ ادا کیا میرے سر سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا مجھے بہت بڑی خوشی ہوئی دل کو ایک سکون سا مل گیا میں اس مصیبت سے باہر نکل آئی اب بہت خوش تھی لیکن اب سب کاموں سے نفرت ہو گئی تھی مجھے سب فیشن اور ایکشن ختم کر دیئے تھے اپنی تمام تصویریں ڈیٹ کر دی میں اب گناہوں سے توبہ کر لی دل سے یہ ایک خوف سا چھا گیا ہے دل سے نماز پڑھنا شروع کر دیا اور اپنے مالک کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا جس نے میں گناہگار بدکار کی توبہ قبول کر لی جس نے بہت بڑے عذاب سے بچا لیا مجھ کو کچھ دنوں کے بعد قربان کی کال آئی مجھ سے بات کر دین تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا لیکن مجھے اب پاک پروردگار نے ان چیزوں سے دور کر دیا تھا دوستی پیار محبت سے نفرت ہو گئی تھی مجھے بس میں نے سادگی اپنانی تھی لیکن قربان بار بار فون کر رہا تھا میں قربان سے اب اس وجہ سے بات کرنے لگی تھی کہ کہیں پھر یہ غصے میں آ کر کوئی اتنی سیدی حرکت نہ کر دے بس تھوڑی سی بات کر لیتی ہوں اس سے شاید اس پاگل کو مجھ سے محبت ہے لیکن اب قربان نے قسم کھا لی ہے کہ میں بھی کوئی ایسا کام نہیں کروں گا جس میں تمہاری بے عزتی ہو لیکن پھر بھی انسان کیا ہے چتا ہے بس جوش اور غصے میں آ کر کچھ بھی کر سکتا ہے اب بس یہی تھوڑا سا خوف میرے اندر رہتا ہے اور یہ وقت دعا مانگ رہی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی ملے بدایت دے میں نے توبہ کرنی ہے

۔۔۔ تحریر: مبین یوسف۔ گوجرانوالہ۔ 0307.4260028۔

ریاض بہائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک کہانی کا کچھ کا یقین کے ساتھ آج حاضر ہو رہا ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع
کرنے کے شکر یہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید کئی کوشش
کروں گا اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتا رہوں گا۔ یہ کہانی آپ کو ایسی لگی مجھے اپنی
رائے سے نواز دینے کا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار ہے گا۔ میری طرف سے
سب قارئین کو خالص بھرا سلام
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات
کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت خلص اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر
ذمہ دار نہیں ہوگا۔

چھوٹی چھوٹی خوشیوں کے لیے ترسنا شاید
میرے نصیب میں لکھ دیا گیا ہے ہاتھ
میں رکھتے تھے اب کوہِ برفی سے چٹا گیا تھا تم
ابھی امی سے بات کیوں نہیں کرتی شاید وہ تمہاری
کچھ ہیلپ کر سکیں سامنے بیٹھی سنبھل نہ چاہتے
ہوئے بھیا سے صرف بے بنیاد مشورے دے رہی
تھی وہ جانتی تھی کہ اسکے دیئے ہوئے مشورے اس
کے کسی کام کے نہیں۔
تم جانتی وہ سنبھل ان آنکھوں سے خواب تو
دیکھنے جاسکتے ہیں لیکن یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ
خواب یاد رہے ہوں گے جب یہ خواب پورے نہ
ہوں اور ٹوٹ جائیں تو اذیت بھرا لمحہ ہمارے
سامنے آجاتا ہے اور اذیت بھرا لمحہ وہ ہوتا ہے
جب ان ٹوٹے ہوئے خوابوں کی کرچیوں کو سینٹنا
پڑتا ہے خواب ٹوٹتے ہوئے دیکھ کر انسان کس

غزل
میں دل کو ایک ہل نہیں
کیوں تیرا ضم ابدل نہیں
تک رہا ہوں مدتوں سے راتے
میر کا بھی اب تو پھل نہیں
فیصلے ہوتے رہے ہیں بار بار
فیصلہ کوئی نہیں
معنی معنی میں کبھی کبھی ہوا
آرزوؤں کا کنول نہیں
ہوں تو لیتے ہیں ہزاروں لوگ
جب دکھائی وہ مجھے نہیں دیتا
پھر کوئی رجم غزل نہیں
(جید اقبال غور محض)

پیغام محبت

نفس ہنس غم حال ہے محبتیں کیا کر
محبتوں کا کال ہے محبتیں کیا کر
ہنس خوش رہا کرو، ہنس خوش ملا کرو
محبتوں کا سال ہے محبتیں کیا کر
یہ راستہ حیاں کا تھا تھا بھا بھا
یہ راستہ محال ہے محبتیں کیا کر
مدد تو کی بارشیں برس رہی ہیں چار
محبتوں کا کال ہے محبتیں کیا کر
(عزیز انجم چوہدری کوٹلی آزاد شہر)

نشہ

محبت کا ہوا شراب کا
ہوش دونوں میں کھوجاتی ہے
فرق؟
صرف اتنا ہے شراب سلا دیتی ہے
اور محبت رلا دیتی ہے

(عبدالحجید ملک، بدایہ)

گناہ سے توبہ۔
قارئین یہ تھی یا سمین کی زندگی کی ایک
حقیقت داستان جو ہمارے لیے ایک سبق ہے ہر
قدم سوچ سمجھ کر رکھیں اور یہ زندگی بہت کم بھگی ہے
اور بہت قیمتی بھی ہے پلینے اس اپنی قیمتی زندگی کو
فضول کاموں میں ضائع نہ کریں۔ دوسروں کے
دل اور زندگی کے ساتھ خیال کر خود انجوائے کرنا
کتنی غلط بات ہے جب اپنا دل نوتا ہے پھر
دوسروں کی قدر ہوتی ہے خاص کر لڑکیوں کو
گزارش ہے کہ یہ جو موہاں کا بھوت ہر کسی سے سر
پر سوار ہے پلینے اس پر تھوڑا سا کنٹرول کریں
ضرورت کے مطابق استعمال کریں اس موہاں
نے نبھانے کتنے دل توڑے ہیں نبھانے کتنے گھر
تباہ کر دیئے اور نبھانے تھی ہی عزم پامال ہو گئیں
موہاں کی محبت دوستی اور پیار لال ارو سبز بنن کا
محتاج ہے سوائے پریشانی اور ٹینشن کے کچھ بھی
نہیں موہاں پر محبت کرنے والے سبز بنن دبا کر
تمہاری زندگی روشن کریں گے ہزاروں ڈائلاگ
بول کر تمہارا دل جیت لیں گے تمہیں اپنی قیمتی آواز
کے جادو میں قید کر لیں گے اور بھی وہی لوگ لال
بنن دبا کر تمہاری زندگی اندھیروں میں ڈبو دیں
گے اپنے رب سے مانگوں جو کسی کا محتاج نہیں جو
بے حساب دے کر بھی حساب نہیں کرتا اس پاک
ذات سے خوف کھاؤ جو پہاڑ کو ہل میں خاک
نہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے اس پروردگار سے محبت
کرنے جو ستر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے میری
بات و برامت سمجھنا پلینے اگر کسی کو بری لگی ہو تو
سوئی۔

زمان آج میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے تم
میٹنگ کے لیے چلے جاؤ اور ساتھ فلک کو لے جاؤ
بھائی صاحب فلک کو کیوں لے جاؤں کیا
آپ کو اپنے بھائی پر یقین نہیں ہے۔ زمان نے
اپنے لہجے میں چھپی ناگواری کو دبائے کی کوشش کی
ارے نہیں تم تو میرے بیٹے جیسے ہو میں تم پر
کیوں نہیں یقین کروں گا میں تو صرف اس لیے
کہہ رہا تھا کہ فلک کو بھی بزنس کی سمجھ آنی چاہئے
حیدر اور صائم تو ابھی نہ سمجھتے ہیں میرا سہارا تو فلک
ہی بننا ہے نہ اور مجھے میری بیٹی پر پورا یقین ہے کہ
اگر مجھے کچھ ہو گیا تو وہ میرے بعد بزنس اور گھر
دونوں سنبھال سکتی ہے۔

عرفان ملک کو اپنی بیٹی پر ہمیشہ سے فخر تھا اور
وہ چاہتے تھے کہ ان کے بعد ان کی بیٹی بزنس کو
سنبھالے۔

بھائی صاحب وہ کیوں سنبھالے گی بزنس
میں مر گیا ہوں کیا۔ میں آپ کے گھر کا سہارا ہوں
گا اور ویسے بھی وہ ڈاکٹر بن رہی ہے کوئی بزنس
میں نہیں۔ اس بار زمان کے لہجے میں سختی ظاہر ہوئی
تو عرفان ملک نے خاموشی اختیار کر لی۔ زمان
کے چلے جانے کے بعد عرفان سوچ میں گم تھا
جب کسی کے نرم ہاتھوں نے آکر اس کے پاؤں
دبانے شروع کر دیئے۔

ارے میری بچی تم ادھر اپنے بابا جانی کے
باس آ کر بیٹھو عرفان ملک نے اٹھ کر بیٹھے ہوئے
گہرا۔ فلک نواز اپنے باپ کے قریب بیٹھ گئی۔

بابا جانی مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔
جی میری جان کیا بات کرنی ہے میری بیٹی کو
آپ بولو میں سن رہا ہوں۔ عرفان نے فلک کا
ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

وہ اتنی ضرورت تھی کہ اتنی جلدی ہار مان جائے
اور اپنی بار بار ماتم کرے ہر مشکل کا ڈٹ کر سامنا
رہے وہ اتنی آج بھی تھکنے ہی محسوس ہو رہی تھی اور
اس کی تھکاوٹ کا باعث کوئی دوسرے نہیں اس
سے اپنے ہی تھے بار بار کاری فریب لگاتے اور
اس کے بارے کا انتظار کرتے اور جب اس کے
بارے کی کوئی امید نظر نہیں آتی تو نیا جال بچھاتے
آج وہ پہلے سے زیادہ تھکنے ماری محسوس ہو رہی تھی
اور انہیں وہ اس کے درد کا بہتر احساس تھا۔

کڑی کی طرف نظر ڈالتے ہوئے وہ جلدی
لے اٹھ کھڑی ہوئی اور ہنڈ بیگ کو کندھے پر ڈالا
باتوں باتوں میں دھیان نہیں رہا ڈرائیور لینے آ گیا
میں چلتی ہوں۔ اس نے سنبھل کو گلے لگایا اور سن
کا مزے سہتے ہوئے تیز قدموں سے چلنے لگی۔

سنبھل کو آج بہت کچھ بدلا بدلا سا لگ رہا تھا
دور جاتی فلک نور کو اس قدر نوتا ہوا اس نے پہلے
کبھی نہیں دیکھا تھا ان دنوں دو سال کا عرصہ
ہونے کو تھا فلک نور کو اس نے ہمیشہ ایک مضبوط
کردار بلند حوصلے اور با اعتماد لڑکی کے روپ میں
دیکھا تھا ابناجہ دکھ سنبھل سے شہیر کرنے والی لڑکی
آج نکاس قدر درولی نہ تھی اور نہ ہی اس قدر ٹھنری
تھی۔ سنبھل کو فلک نور کا دکھ اپنا دکھ لگتا اور آج فلک
نور کے ساتھ ساتھ سنبھل بھی ٹوٹ چکی تھی کتنی ہی
دیر وہ کیفیت ایریا میں گم صم صی خاموش بیٹھی رہی
میں پائل کی رنگ سے گھبرا گئی۔

سکرین کے اوپر پانچ مسڈ کالز کا نامائل جگمگا
رہا تھا وہ تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی یونیورسٹی
کے پارکنگ ایریا میں آئی گاڑی ڈرائیور کرتے
ہوئے وہ بھی فلک نور کے بارے میں سوچ رہی
تھی۔



باباجانی مجھے آپ سے زیادہ تجربہ تو نہیں ہے زندگی کا اور نہ ہی آپ سے بہتر لوگوں کو پہچان سکتی ہوں لیکن فلک نوار کہتے کہتے رہ گئی۔
کیا بات ہے بیٹا آپ کھل کے بات کرو عرفان اپنی بیٹی کے ہر روپ کو جان لیتا تھا اور اس وقت بھی وہ جان چکا تھا کہ وہ کیا بات کرنے والی ہے۔

باباجانی میں نے بچپن سے لے کر آج تک یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی ہے کہ چاچو ہم سے بہت پیار کرتے ہیں لیکن ہر دفعہ میرا اندازہ مجھے غلط ثابت کر دیتا ہے یہ بات نہیں کہ مجھے اس طرح کے اندازوں پر یقین ہوتا ہے آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں کسی پر یقین کرنے کو ترجیح نہیں دیتی لیکن پھر بھی میں بار بار کوشش کرتی ہوں کہ میں چاچو پر یقین کر سکوں لیکن ہر بار میں غلط ثابت ہو جاتی ہوں۔ باباجانی اگر انہیں آپ کی پرہیزگاری پر تو جب آپ یہ کہہ رہے تھے کہ میرے بعد فلک سب سنبھال لے گی تو وہ یہ نہ کہتے کہ ہوا کا بادلوں کا سنبھالنا وہ ایسا بھگنا کام ہے کہ کہتے کہ بھائی اللہ نہ کرے کہ آپ کو کچھ ہوا نہیں آپ کی زندگی کی کوئی پروا تو نہیں ہے اور ویسے بھی اگر بی اے ملے مگر کو چاچو بزنس میں ڈال سکتے ہیں تو میں کیوں نہیں باباجانی میں دعا کرتی ہوں کہ آپ جلدی از جلد ٹھیک ہو جائیں تب تک میں کوشش کروں گی بزنس کے بارے میں جاننے کی اور بزنس کو سنبھالنے کی بھی۔

شاہد میری بچی مجھے یقین ہے کہ تم بزنس سیکھ جاؤ گی اور ایک بات تمہاری طرح مجھے بھی زمانہ کے ارادے ٹھیک نہیں لگتے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم بزنس سیکھ جاؤ میں زمانہ سے کچھ

کہتا تو نہیں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے۔ اور تمہاری دادی کو بھی میں دیکھ نہیں دیتا چاہتا کیونکہ وہ زمانہ سے بہت پیار کرتی ہے خیر تم چھوڑو ان باتوں کو مجھے میری بیٹی کی قابلیت پر پورا بھروسہ ہے اگر تمہیں میں ایک بزنس مین کا بتاؤں تو کیا تم اس سے ٹریننگ لو گی۔

جی باباجانی کیوں نہیں۔ آپ بتائیں میں جلد سے جلد بزنس سنبھالنا چاہتی ہوں تاکہ ہم لوگ ناکام ہونے سے بچ سکیں۔ زمانہ کی باتیں ایک جھٹکے سے فلک کے ذہن میں گھومنے لگیں۔

سلمان ملک ایک بہت قابل بزنس مین ہے اور آج کوئی پارٹی آرگنائزنگی ہے اس نے تم اس کی پارٹی میں چلی جاؤ۔

لیکن باباجانی میں ان کے بارے میں کچھ خاص نہیں جانتی ایسے کیسے چلی جاؤں۔ فلک کو یوں بن بلائے جانا مناسب نہیں لگا۔

بیٹا، میرے دوست کا بیٹا ہے دوست تو میرا کب کا اس دنیا سے جا چکا ہے اس نے مجھے اپنی شادی پر انوائٹ کیا تھا لیکن میں بزنس نوور پر تھا جس کے باعث میں جانے کا۔ اس کے بعد مجھے اس کی ایک میل ملی جس میں اس نے بتایا کہ اس کے دو بچے ہیں بیٹا پانچ سال کا تھا اور بیٹی ایک سال کی جب اس کی بیوی اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی اور جاتے جاتے اس کی ساری پر اپنی بھی لے گئی پر اپنی لے جانے کے بعد وہ بھی پلٹ کر نہیں آئی میرے دوست نے پھر سے بہت محنت کی اور کچھ میں نے اسے سپورٹ کیا تو اس نے پھر سے اپنا بزنس سٹارٹ کر لیا بزنس سٹارٹ کیے ابھی پانچ

سال ہی ہوئے تھے کہ وہ ایک کار ایکسیڈنٹ میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا اور تم جانتی ہو سلمان تب میں سال کا تھا اور بی اے میں اس نے ٹاپ کیا تھا اتنی کم نمبر میں اس نے بزنس کو اچھے طریقے سے سنبھالنے کے ساتھ ساتھ اپنی بہن کو باپ۔ ماں۔ بہن اور بھائی سب کا پیار دیا اور اپنی سٹڈی کو بھی جاری رکھا تم تب بورڈنگ میں تھی جب وہ مجھ سے بزنس کے بارے میں انفارمیشن لینے گھر آیا تھا پچھلے ڈیڑھ سال سے وہ اتنا مسرور ہے کہ بس فون پر ہی رابطہ رکھتا ہے بیٹا وہ میرا ایک بہت اچھا دوست بھی ہے اور اس نے اپنے آپ سے بھی زیادہ دوستی سمجھائی ہے اس نے مجھے پارٹی میں انوائٹ کیا ہے سین میں نہیں جاسکتا اس لیے تم چلی جاؤ وہ تمہیں بہتر طریقے سے بزنس سنبھالنا سکھائے گا۔

بی باباجانی میں چلی جاؤں گی۔ فلک بہت دیر سے یہ سب بہت غور سے سن رہی تھی اچھے کر باباجانی کو میڈیسن دینے لگی اب آپ آرام کر لیجئے میں چلتی ہوں۔ فلک نور اپنے کمرے میں جا کر تیار ہو رہی تھی جب اس کی ماں آئی۔

فلک نہیں جا رہی ہو۔ زینت بیگم چائے لائیں تمہیں۔

جی ہاں آپ پلیز یہ چائے لے جائیں مجھے ابھی جلدی نہیں جاتا ہے۔

بیٹا تو یہ بتا دو کہاں جا رہی ہو زینت بیگم نے بیٹی کی تیزی کو دیکھتے ایک بار پھر پوچھا۔

ماں وہ میں۔ فلک کہتے کہتے رک گئی۔ وہ اپنی ماں کی عادت کو اچھی طرح واقف تھی۔ زینت بیگم ہر بات صبا سے کہہ دیتی تھی اور صبا

اپنے شوہر سے اور فلک نور یہ بالکل نہیں چاہتی تھی کہ اس کے چاچو کو یہ خبر ہو کہ وہ کہاں جا رہی ہے فلک نے خاموشی اختیار کر لی اور تیز قدموں سے بیڑیاں ترانے لگی۔ جیسے ہی وہ گاڑی لے کر مین گیٹ سے باہر ہوئی صبا زینت کے پاس پہنچ گئی۔

بھابھی یہ فلک کہاں جا رہی ہے۔

پتہ نہیں میں نے پوچھا لیکن اس نے بتایا ہی نہیں زینت بیگم صاف دل کی مالک تھی اس لیے جو بات جیسی ہو وہی سے کہہ دیتی تھی میں کیوں جا رہی ہوں پتہ نہیں وہاں میری جان پہچان والا کوئی ہو چکا بھی ہوگا۔ نہیں نہیں جانتی ہیں ڈرائیو کرتے ہوئے وہ بی جا رہے گا کار اوڑھ کر چلی گئی۔

آخر کار وہ پارٹی میں پہنچ ہی گئی۔ گاڑی کی چابی گاڑ کر پکڑا دیا۔ وہ اندر داخل ہوئی۔ پارٹی ہول میں تھی تمام گیسٹ آپکے تھے ایک لمحہ کے لیے اس کو لگا اسے واپس چلے جانا چاہئے۔ نچے گرتے ہوئے سیاہ ریشمی بال۔ گلابی رنگت۔ جھکی پلکیں۔ اور ماتھے پر گرتے بال اس کے حسن کو چار چاند لگانے میں کامیاب ثابت ہوئے تھے۔ پارٹی میں کچھ کافی ٹائم اس سے اپنی جان پہچان لگانے کی کوشش کر رہے تھے۔

مس فلک نور کیسی ہیں آپ۔ بلیک پینٹ مگرے شرٹ کے اوپر کوٹ پہنے اور بلیک ہی ٹائی لگائے ہوئے سامنے کھڑے شخص سے وہ بالکل انجان تھی۔ میری انگلی عرفان سے بات ہوئی تھی انہوں نے بتایا کہ وہ نہیں آ رہے اور آپ آ رہی ہیں وہ اس انداز میں بات کر رہا تھا کہ فلک نور کو لگا وہ ایک دوسرے کو برسوں سے جانتے ہوں لہجہ بھر کو وہ کچھ سوچنے کی بھر اسے یاد آیا اور بولی۔

نہ کیجئے گا چچی جان پر گھبراتے وہ لوگ غلط کرتے ہیں فلک کے لیے کی مضبوطی تہادی دیکھتے ہوئے صبا کی گھبراہٹ

ارے چاچو نے کچھ پیپر ز سامین تھے بس اسی لیے آئی تھی بھائی صاحب صبا اپنی گھبراہٹ کو چھپانے کی کوشش کی۔

بے کون سے پیپر ز تھے جو دن کے اجالے رات کی سیاہی میں سانس ہونے تھے یہ شائستہ انداز میں بات کر رہی تھی لیکن یہ سب نہ چور کی رائی میں تھا۔ صبا کی دلی گھبراہٹ نے اسے وہاں سے جانے پر دیا صبا کے جانے کے بعد فلک صوفے پر بیٹھ رہی تھی کہ شاید اسے اب زیادہ محتاط

نہ بنے۔ چچی نماز پڑھنے کے بعد وہ گارڈن میں صائم بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا اور زارو دے لگا۔ بابا ایک زوردار چیخ اس کے حلق سے نکلی اور وہ دوڑتی ہوئی بیڑھیاں چڑھنے لگی۔

اسے میں سب موجود تھے عرفان کا وجود بستر پہنچے زمین پر تھادہ دوڑتی ہوئی اپنے باپ کے پیچھے۔ اپنے باپ کے سینے پر سر رکھ کر اس نے کی دھڑکن کو محسوس کیا۔

انہیں کب سے فکر ہونے لگی میرے بابا کی ابھی رات کو تو بھیجا تھا اپنی بیوی کو جائیداد تھیانے کے لیے رات سے فلک کے ذہن میں بہت سارے سوالات ابھر رہے تھے لیکن اس وقت اسے صرف اپنے باپ کی فکر تھی۔ جیسے ہی باپ صوفے پر بیٹھے وہاں آگیا تھا سلمان صائم عرفان کی حالت کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ آئی سی یو میں ہیں بابا ڈاکٹر کہہ رہے ہیں انہیں بارش ایک ہوا ہے صائم بات کرنے کرتے روئے لگا۔ سلمان نے اسے گلے لگایا اور تسلیاں دینے لگا۔

فلک بڑھنے کو سنبھالنے کے لیے جو چیز سب سے زیادہ اپورٹنٹ سے وہ ہے لوگوں کو ڈیل کرنا اگر آپ لوگوں کو ڈیل کرنا جانتے ہیں تو بڑھنے سنبھالنا کوئی مشکل کام نہیں ہے اور مجھے نہیں لگتا کہ آپ کو لوگوں کو ڈیل کرنا سیکھنا پڑے گا یہ کوئی آپ میں آل ریڈی موجود ہے۔ اور ہاں ایک اور بات لوگوں پر اعتماد انسان کو نا کام بنا دیتا ہے اور ویسے بھی آج کل تو اپنے بھی اعتماد کے قابل نہیں ہوتے سلام ملک کا آخری جملہ زواہٹ سے بھرا ہوا تھا۔ فلک کسی سوچ میں غم بھی جب سلمان کی آواز اس کے کانوں میں پڑی مس فلک کل میری ایک مینٹگ ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ چلیں تاکہ آپ بہتر طریقے سے سمجھ سکیں سلمان کا ہر انداز فلک کو سوچ میں مبتلا کر دیتا۔ سلمان کی زندگی میں ماں باپ دونوں کی کمی تھی لیکن اس کے باوجود وہ مکمل شخص معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے پاس دنیا کے تمام جواہرات ہوں

والدین بھی۔

کیا ایک بات پوچھ سکتی ہوں آپ سے۔ فلک نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

جی پوچھیے مس فلک۔ سلمان کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی جب سے سلمان اور فلک کی ملاقات ہوئی تھی فلک سوائے پارٹی والے دن کے صرف آج کچھ بولی تھی شاید وہ اس بات سے انجان تھی کہ کوئی اس کی آواز سننے کے لیے بے تاب رہتا ہے اس کی مسکان کے لیے اپنے غم بھائے جینا ہے اس کی ایک خوشی کے لیے اپنے آپ کو داؤ پر لگانے کو تیار ہے۔

کیا آپ کو اپنی زندگی میں کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں کئی سوال ابھرے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ اس نے اپنی تمام تر کوششوں کو اکٹھا کرتے ہوئے سوالات کے چہرے اُتراف کو ایک جملہ میں پوچھا تھا۔ سلمان اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اس کے سوال کے پیچھے چھپی داستان کو سمجھ چکا تھا۔ جس دن آپ مجھ پر اعتبار کرنے لگیں اس دن میں اس سوال کا جواب دوں گا۔

اب میں چلتی ہوں سلمان کی نظروں کے تعاقب میں اپنا چہرہ دیکھتے ہوئے وہ شرماسی گئی پہلی بار سلمان ملک نے ہنسی پلکوں کے سائے سے وہ موتیوں کے خوشی سے چمکتے ہوئے دیکھا گلابی چہرے پر شرمیلی سی مسکان سلمان کے لیے کسی نوید کا بیجا نہیں۔

وہ جا چکی تھی لیکن وہ منظر ابھی بھی اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔ کاش میرا اس لمحے کو روک لیتا اس کے چہرے کی مصدقہ سی مسکان کو ہمیشہ قہر کا پاتا کاش۔

فلک نور میری زندگی میں تمہاری۔ میری اس کی کو پرا کر دو مجھے پلکوں سے تلے بسا لو اپنے ہونٹوں کی مسکراہٹ کو میرے گرد بچائے سارے غم مجھے دے دو میری مکمل کرد دو کاش۔ سلمان کئی دیر تک خیالوں میں محو پرواز رہا۔

مس فلک آپ کے بابا کی طبیعت ا ہے انہیں بارش ایک ہوا تھا اور یہ سب وجہ سے ہوا ہے پلیز آپ ان کو تینشن رکھیے گا اور ہاں آپ انہیں دو دن بعد سکتیں ہیں۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد دونوں ہاتھ اٹھائے اور اللہ کا شکر یہ ادا کی اور حیدر اس سے پاس کھڑے ہوئے تھے آپ اب بابا کی طبیعت ٹھیک ہے نہ رہیں حیدر اسے تسلی دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ حیدر میں مر جانی اگر بابا کو کچھ کے بغیر نہیں رہ سکتی نہیں رہ سکتی۔

فلک آپ کو بابا جان بلارہے آئی سی یو سے باہر آیا۔ فلک اپنے تھامے ان کے پاس بیٹھی تھی جب سلمان فلک جینا تم جاؤ آج تم دونوں کو لیے جانا ہے عرفان نے سلمان کو اتے نہیں بابا جانی میں آپ کو اسر۔

چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ جینا میں بالکل ٹھیک ہوں سب میرے پاس تم جاؤ۔ مینٹگ بہت اچھے عرفان اسے سمجھانے کوشش کر رہا تھا۔ فلک انکل بالکل ٹھیک کہہ رہے پاس تو سب لوگ ہیں تم چلو مینٹگ

مپورنٹ ہے سلمان دروازے کے پاس کھڑا تھا
فلک خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی فلک کے جانے
کے بعد سلمان عرفان ملک سے کچھ فائل ڈسکس
کرنے لگا۔ آئی سی یو سے باہر آ کر سلمان نے اپنی
سیکرٹری کو کال ملائی۔
فائزہ آج مینٹل کینسل کر دو۔

اوکے سر۔ دوسری طرف سے جواب وصول
ہونے کے بعد اس نے کال بند کر دی۔
• عاف کرنا فلک یہ بہت ضروری ہے وہ زیر

لب مسکرا پیا۔
بھائی آج پھر فلک بہت پریشان تھی اس کی
چٹی تو بہت ہی غلط عورت ہے۔ فلک نے آئی
صبا کو کسی آدمی کے ساتھ کورٹ میں دیکھا ہے اور
ان دونوں کے اتھ میں کچھ پیر ز بھی تھے بھائی
میں سوچتی ہوں کہیں فلک کی چچی کوئی افیر تو نہیں
چلا رہی۔ سمان نے نہایت ہی عجب سے سنبل کا
چہرہ دیکھا۔

تم غلط سوچ رہی ہو خیر تم یہ بتاؤ فلک کیا
سوچتی ہے۔

بھائی فلک کو لگتا ہے کہ اس کی چچی ان کی
جانیہ اذیتھیا نا چاہتی ہے اور اس سب کے بعد وہ
ان سب کو چھوڑنے چلی جائے گی یہاں تک کہ
اپنے شوہر اور بچوں کو بھی۔

شی از ویری سارٹ سلمان کو اس کی ذہانت

بازر دوا۔
آپ آنٹی صبا کے لیے کہہ رہے
ہیں سنبل کو کچھ گئے گئے پہلے پر جراتی ہوئی۔

ارے نہیں پائل۔ میں تو یہ فلک کے لیے
کہہ رہا ہوں میں نہیں جانتا تھا کہ وہ لوگوں کو
پچھانے لگا۔ رہا بہت وہ میری بیٹی سے

بھی زیادہ سمجھدار لڑکی ہے سلمان ملک جوس کا
گلاس اٹھاتے ہوئے بیڑھیاں چڑھنے لگا۔ سنبل
کو ابھی تک سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ سلمان کی ان
باتوں کا کیا مطلب تھا شاید کوئی ایسا راز تھا جو اس
سے چھپایا جا رہا تھا۔ سنبل کو جاگتا دیکھ کر سلمان
اس کے پاس آیا۔

کیا بات ہے سنبل تم ابھی تک جاگ رہی ہو
بھائی کل میرے فائل پیپر ز سارٹ ہو
رہے ہیں بس انہی کی تیاری چل رہی ہے سنبل
کتابوں کو پھیلانے ہوئے بیٹھی تھی۔

تو کیا ارادے ہیں اس دفعہ کے فرسٹ آؤ
گی یا ہمیشہ کی طرح سینڈ ہی سلمان اب اسے چھیر
رہا تھا۔

بھائی آپ مجھے طنز کر رہے ہیں سنبل کو برا لگا
ارے نہیں میں تو بس پوچھ رہا ہوں سلمان
نے اپنا دائیں بازو اس کے گرد حمال بنایا۔

بھائی میں ہمیشہ فرسٹ ہی آتی تھی لیکن
جب سے فلک کے ساتھ میڈکل میں ایڈمیشن لیا
ہے تب سے میں سینڈ آنے لگی ہوں۔

بھائی آپ کو پتہ ہے جب میں نیو یونیورسٹی
میں گئی تھی تو فلک ایک دم خاموش سی رہتی تھی اس
کے رعب دار رویے کی وجہ سے سب اس سے
بات کرنے سے گھبراتے تھے یونیورسٹی کے دو
سال تک تو میں نے اسے کسی سے بات کرتے
نہیں سنا تھا اور جب اس نے پہلی بار بات کی تو
آپ جانتے ہیں کس سے۔

سنبل فلک کا ذکر کرتے ہی ہرجوش ہو جاتی
اس کی خوشی کو دیکھتے ہوئے سلمان اس کی باتوں کو
نور سے سنتا اور قلب کا زبردست سمن کے لیے
نہایت ہی غریب محسوس تھا۔

جہاں تک مجھے لگتا ہے اس نے کم سے بات
کی ہوئی سلمان نے بالکل درست اندازہ لگایا تھا
بالکل بھائی اس نے سب سے پہلے مجھ سے ہی
بات کی اور یہ بات کلاس کے لڑکے اور لڑکیوں کو
ختم نہیں ہو پا رہی تھی سنبل اب کتابوں کو ایک
سائیز پر رکھ چکی تھی۔

وہ کیوں۔ سلمان نے بظاہر حیرانگی کا مظاہرہ
کیا۔

کیونکہ بھائی فلک اتنی خوبصورت ہے کہ
سب کا دل جاتا تھا کہ وہ ان سے بات کرے اور
پھر اوپر سے اس کی ذہانت باتوں کی سنجیدگی اور
لینے کا رعب۔ سلمان نے ایک ٹخنڈی آہ بھری۔
بھئی میں بھی آپ کو اس سے ملواؤں گی آپ
دیکھنے کا کہ وہ کتنی الگ ہے عام لڑکیوں سے وہ
عام لڑکیوں کی طرح کمزور اور نازک نہیں ہے بلکہ
وہ بہت مضبوط اور بہادر ہے سنبل بولتے بولتے
لحہ بھر کے لیے رکھی۔

سنبل بھی تم نے اس کے سامنے میرا ذکر تو
نہیں کیا سلمان کو ایک دم یاد آیا۔

نہیں بھائی اتنا صرف اتنا معلوم ہے کہ میرا
ایک بھائی ہے اور اس کے علاوہ میرا کوئی نہیں
سنبل اپنے بھائی کے کندھے پر سر رکھ کر اپنے ماں
باپ کے بارے میں سوچنے لگی۔

سنبل ہماری ماں زندہ ہے سلمان نے سنبل
کو ہمیشہ بتایا تھا کہ ان کی ماں سنبل کی پیدائش کے
فوراً بعد اس دنیا سے چلی گئی تھی اس کے باپ نے
بھی اپنی بیٹی سے یہ بات چھپائی۔

بھائی یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سنبل کو جھٹکا لگا
اس کا منہ مانتا نہ تھا۔

تم تب ایک سال کی تھی جب ماں کی ماں پاپا

کی ساری پر اپنی لے کر چلی گئی پاپا بہت نوٹ
تھے لیکن پھر انکل عرفان نے پاپا کو سپورٹ کیا
انکل اور پاپا کا کچھ لائف سے ایک دوسرے کو
جانتے تھے انکل نے ہر طرح سے پاپا کی ہیلپ کی
جس دوران پاپا کا بزنس ابھی سارٹ نہیں ہوا تھا
انکل عرفان میری اور تمہاری سکول فیس بھی پے
کر داتے تھے تم ہمیشہ مجھ سے شکایت کرتی تھی کہ
میں اور پاپا تمہیں ہوسٹل کی بجائے گھر میں کیوں
نہیں رکھتے اس کی وجہ یہ تھی کہ گھر کے حالات
ٹھیک نہیں تھے اور پاپا نہیں چاہتے تھے کہ تم پر کسی
پریشانی کا اثر ہو دس سال بعد جب پاپا کا بزنس
سارٹ ہوا تو پاپا نے انکل عرفان کے سارے
پیسے لٹانے کی بات کی تو انکل بہت ناراض ہوئے
اور انہوں نے کہا کہ اگر وہ کچھ دینا ہی چاہتے ہیں
تو اس بات کا ذکر کسی سے نہ کریں کہ میں آپ
لوگوں کو سپورٹ کیا ہے انکل کی پہلی بہت تنگ
ذہن کی تھی اور وہ کسی صورت یہ قبول نہیں کرتے
کہ انکل اپنے پیسے کہاں اور کس پر صرف کر رہے
ہیں انکل نے یہ بات کسی سے نہ کی پانچ سال بعد
پاپا کی کار ایکسیڈنٹ میں ڈبھ ہو گئی تب مجھے کوئی
مجھ نہیں تھی انکل نے اپنے بزنس کے ساتھ ساتھ
ہمارے بزنس کو بھی سنبھالا آہستہ آہستہ مجھے بزنس
میں ٹرینڈ کیا انکل مجھ سے اپنے گھر کی ہر پر اہم
ڈسلس کرتے وہ زیادہ تر اپنی بیٹی کی وجہ سے
پریشان رہتے تھے جسے اس کی دادی نے بورڈنگ
میں بھجوا دیا تھا انکل جب بھی اس سے ملے جاتے
اس کی ایک تصویر لے آتے اور پورے گھر کے
ساتھ ساتھ مجھے بھی دکھاتے میں نہیں جانتا کیسے
مجھ اس لڑکی کی اس تصویر میں بے چین کرنے
تھیں میں موقع ملتے ہی اس کی تصویریں اپنے

سلمان بنای مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے عرفان کے چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔
جی کیسے اگل سلمان ان کے پاس بیٹھے ہوئے ہوا۔

بیٹا نکل رات کو صبا پر اپنی کے پیچھے لے کر میرے روم میں آئی تھی مجھے سوتا دیکھ کر وہ واپس روم میں چلی گئی جب وہ کمرے میں پہنچی تو زمان جاگ رہا تھا زمان کو اس کے لالچ کا اندازہ نہ تھا لیکن وہ اتنا آگے بڑھ جائے گی اس کا اندازہ نہ تھا اس کا ارادہ تھا ساری پر اپنی لے کر چلے جانا تھا زمان بہت غصے میں تھا اس نے صبا کو طلاق دے دی اس کے چلے جانے کے بعد زمان میرے پاس آیا اور بہت رورہا تھا مجھ سے معافی مانگ رہا تھا۔ سلمان ان سب باتوں کے دوران فلک کے بارے میں سوچ رہا تھا جس کا شک درست ثابت ہوا تھا۔

بیٹا صبا یہی تم لوگوں کی ماں ہے اس نے جب تمہارے پاپا کو میرے ساتھ ایک میننگ میں دیکھا تو زمان کو فورس کرنے لگی کہ وہ یہ ملک چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں لیکن زمان کے انکار کے بعد صبا نے تمہارے پاپا کو مارنے کا پلین بنایا صبا اور زمان ایک ریسٹورنٹ میں تھے وقار بھی وہی تھا صبا نے ایک ویٹر کو مونی رقم دی اور وقار کے کھانے میں زہر ملا دیا جب وقار زہر کر رہا تھا تو زہر کے زیر اثر اس کا گاڑی پر کنٹرول نہیں رہا اور اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہمیں اس بات کا علم نہیں تھا یہ سب زمان کو بھی کافی دیر بعد معلوم ہوا لیکن وہ صبا کو رکھنے۔ مجبور تھا۔ اس نے۔

عرفان سامنے بیٹھے سلمان کی آنکھوں میں

فلک کافی۔ فلک پلکیں اٹھائے سلمان کو دیکھ رہی تھی۔ چند لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے ویر کانی رکھتے ہوئے چلا گیا۔

میں اپنے بابا جان سے بہت چار کرتی ہوں میں ان کی ہر بات کو تسلیم کرنے کی کوشش کرتی ہوں لیکن میں بھی یہ نہیں مان سکتی کہ بچی اور چچا جان ہمارا اچھا سوچ سکتے ہیں آج وہ ایسے ری ایکٹ کر رہے تھے جیسے انہیں بہت تکلیف ہو رہی تھی بابا کی اس حالت سے اور بچی جان تورات کو بابا جان کے کمرے میں گئی تھیں۔ فلک نے ساری کہانی سلمان کو ایسے سنائی جیسے وہ اس پر اعتماد کرنے لگی ہو۔ سلمان کی خوشی اس کے چہرے پر نمایاں تھی فلک نور نے پہلی بار کسی مرد پر اعتماد کیا تھا اور وہ خود کو دنیا کا سب سے زیادہ خوش نصیب شخص تصور کر رہا تھا۔

میں کچھ بھی برداشت کرنے کو تیار ہوں لیکن اپنے ماں باپ کی مصیبت کا کسی کو فائدہ اٹھانے نہیں دے سکتی فلک کی آنکھیں نم ہونے لگیں فلک تم ایک بہت برا بھلا لڑکی ہو اور مجھے یقین ہے کہ تم اپنے ماں باپ کے ساتھ کچھ برا نہیں ہونے دو گی سلمان بات کر رہا تھا جب صائم کا بیج آیا۔

بھائی بابا جان آپ کو بلا رہے ہیں۔
فلک تم گھر چلی جاؤ اور میں اگل کے پاس رک جاؤں گا سلمان کو تھوٹھکی سی محسوس ہوئی

تمہیں میں رک جاؤں گی۔
نہیں۔ تمہیں کل یونیورسٹی بھی تو جانا ہے چلو میں تمہیں گھر ڈراپ کرتا ہوں فلک کو اس پر اعتماد ہوئے اٹھا اس نے وہ گھر چلی گئی۔

فلک نور۔ سلمان سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔
کیا فلک نور۔ سنبل نے دہرایا۔ وہ بے یقینی کے عالم میں بیٹھی تھی اس کی آنکھیں نم تھیں بھائی آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں اور ہماری ماما وہ کہاں ہیں آپ نے مجھ سے یہ بات کیوں چھپائی وہ اب ہماری ماں نہیں ہے میں نہیں جانتا وہ کہاں سے تم سلمان ملک کی بہن ہو جس نے اپنی ساری زندگی تنہائی میں گزارنے کے باوجود تمہیں کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی تمہیں ہر خوشی دی اور تم بھی ایسا ہی کرو گی ہر کسی کے سامنے اپنا تم بیان کرنے والے کمزور لوگ ہوتے ہیں اور تم ایسی نہیں ہو تم میری بہن ہونے کے ساتھ ساتھ میری بچی بھی ہو میں ان لوگوں کو سخت ناپسند کرتا ہوں جو کسی ایک کی وجہ سے اپنی زندگی تباہ کر دیتے ہیں اور تم ایسا نہیں کرو گی میں تمہارا باپ اور تمہاری ماں بھی ہوں اگر تم کہتی ہو تو میں کل سے شاپرک میض پہن کر اوپر دوپٹے لے لیا کروں گا۔ سلمان نے سنبل کو اپنے گلے لگایا اور دونوں کے تہمتے کو بچنے لگے۔

آدھے گھنٹے کا سفر ایک گھنٹے میں طے کیا گیا تھا سلمان اسی انتظار میں تھا کہ کب فلک اس سے بات کرے لیکن اس کا انتظار انتظار ہی رہا۔ گاڑی کو ایک ریسٹورنٹ کے سامنے روکا گیا فلک خاموشی کے ساتھ وہ ایک روم میں بیٹھی تھی جہاں شاید میننگ ہوتا تھی۔

ایم سوڈی فلک میں نے تم سے جھوٹ بولا آج کوئی میننگ نہیں ہے سلمان کو کچھ بھی وہ اٹھے گی اور چلی جائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا ویر ان کے پاس۔ آتے فلک کی بواہی تم۔ سلمان اسے نور سے دیکھ رہا۔

موبائل میں سیو لے لیتا اور دیکھتے ہی دیکھتے چار سال بیک گئے ایک دن اگل نے مجھے بتایا کہ ان کی بیٹی کا میڈیکل میں ایڈمیشن ہو گیا ہے اور وہ واپس آ رہی ہے میرے دل کی حالت ایسی تھی کہ میں بیان نہیں کر سکتا میری آنکھوں میں چراغوں کی روشنی اور دل میں پھولوں کی مہک ابھی بھی میں بڑس کے بارے میں سب کچھ سیکھ چکا تھا اس لیے میں نے اگل سے معذرت کر لی کہ میں اب ان کے گھر نہیں آیا کروں گا اگر کوئی بات ہوئی تو ہوں وغیرہ میں ملاقات ہو جایا کرے گی کیونکہ میں جانتا تھا کہ اگل کی اپنی پریشانی میرے علاوہ کسی سے چھپ نہیں کرتے۔ میں خدا حافظ کہتے ہوئے گیٹ سے باہر آیا جب میں نے اپنی گاڑی سٹارٹ کی تو ایک گاڑی آ کر رکی اس میں ایک لڑکی باہر آئی اگرچہ میں کچھ میل کے فاصلے پر تھا لیکن اس لڑکی کی آنکھوں کی اداسی اور ہونٹوں کی خاموشی میں نے صاف واضح محسوس کی پانچ سال میں جتنی بھی تصویریں اس کی میرے پاس تھیں وہ بالکل ان تصویروں سے مختلف تھی تصویروں میں تو شاید وہ اپنے باپ کی خاطر مصنوعی مسکراہٹ کو چہرے پر سجاتی تھی لیکن اس وقت وہ بالکل اداس لگتی تھی اسے گھر کو دیکھ رہی تھی کافی دن گزر جانے کے بعد اگل نے مجھے بتایا کہ اس نے اسی یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا ہے جہاں میں نے تمہارا کمرہ لیا تھا۔

میری یونیورسٹی میں کون ہے وہ لڑکی سنبل کو اپنے بھائی کی باتیں سن کر اتنا اندازہ تو ہو گیا تھا کہ سلمان اتنا مینڈم ہونے کے باوجود بھی کیوں لڑکیوں سے بھاگتا تھا اور کس کی وجہ سے جاگتا تھا۔

خوابوں کا جہاں

۔۔ تحریر۔ اسماء نصیب۔ محلہ جھویری۔ فیصل آباد

ریاض بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ ایک کہانی خوابوں کا جہاں کے ساتھ آج حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گی اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں ہوتی رہوں گی۔ یہ کہانی آپ کو کسی گلی مجھے اپنی رائے سے نوازے گا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار ہے گا۔ میری طرف سے سب قارئین کو خلوص بھر اسلام

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل دشمنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

سفیان کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہاسٹل کے برآمدے میں بیٹھا ہوا تھا وہ سفید کوٹ پہنے ہوئے ملک کے نامور ڈاکٹر کو حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا اپنے خوابوں کے جہاں میں کھویا ہوا کسی نے پیچھے سے آواز دی۔ سفیان۔۔۔ پر وہ جوں کا توں بیٹھا رہا کہ جیسے یہاں موجود ہی نہ ہو حسن نے زور سے اس کا کندھا بلایا اور سفیان ایک دم گڑبڑا گیا۔

ہاں۔۔۔ یار میں کب سے تمہیں آوازیں دے رہا ہوں اور تم ہو کہ سن نہیں رہے اور ان ڈاکٹروں کو کھور کر کیوں دیکھ رہے ہو ان بیچاروں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔

سفیان مسکراتے ہوئے کہا: اے نہیں یار میں ان ڈاکٹروں کو کھانے کی بجائے حسرت سے دیکھ رہا ہوں کیا میں بھی ابھی ان کی طرح پاکستان کا نامور

ڈاکٹر بن سکوں گا جب میرا نام بھی سنہری حروف میں لکھا جائے گا ڈاکٹر سفیان حسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

انشاء اللہ۔ جب ہم کسی چیز کی چیز کے حاصل کرنے کے لیے صاف نیت اور لگن سے محنت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ضرور کامیابی دیتا ہے کیونکہ اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے بندے کی محنت کو بھی رانچا نہیں جانے دیتا تو میں حسن علی اپنے ہوش حواس میں یہ بیان دیتا ہوں کہ ایک دن آپ بہت بڑے ڈاکٹر بن جائیں گے تو اب ہم گھر چلیں ماں انتظار کر رہی ہوں گی دونوں مسکراتے ہوئے ہاسٹل کے گیٹ سے باہر آ گئے۔

حسن اور سفیان چکری دوست تھے دونوں کی شدید خواہش تھی کہ وہ ڈاکٹر بنیں دونوں پنجاب میڈیکل کالج کے سٹوڈنٹ تھے۔ اور آپ اپنی سنسر میں سے فرق اتنا تھا کہ سفیان مڈل کلاس فٹبلی سے



تعلق رکھتا تھا سفیان کے والدین زیادہ پڑھے لکھے نہ تھے سفیان کے والد مدلل پاس تھے اور ایک فیکٹری میں مزدوری کرتے تھے اور والدہ ہاؤس وائف بھی دونوں زیادہ نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوانی تھی سفیان بہت مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے یہاں تک پہنچا تھا خوش قسمتی سے سفیان کے برے بھائی اور بھانجی بہت اچھے اور خوش اخلاق تھے دونوں نے سفیان کو کافی سپورٹ کا کی اور مالی مدد کی یہاں تک کہ بھانجی نے اپنا زیور بیچ کر سفیان کو میڈیکل کالج میں داخلہ کے لیے پیسے دیے۔

حسن علی ایک اپر کلاس فیملی سے تعلق رکھتا تھا اس کے لیے روپے پیسے کی کوئی کمی نہیں تھی لیکن کہتے ہیں ناں کہ ہر انسان کی زندگی میں کوئی نہ کوئی محرومی ضرور ہوتی ہے حسن علی کی سب سے بڑی محرومی اس کے والدین تھے جو اس کے بچپن میں ہی انتقال کر گئے تھے حسن علی دجاہت علی کا اکلوتا پوتا اور تمام جائیداد کا واحد وارث تھا حسن علی اپنے دادا- دادی کے ساتھ رہتا تھا اس کے دادا اور دادی اس پر جاں چھڑکتے تھے اور حسن علی کی ہر فرمائش کو پورا کرنا اولیٰ فرض سمجھتے تھے کیونکہ ان دونوں کی خوشی اور بوڑھی زندگی کا آخری سہارا حسن علی تھا حسن علی اپنے والدین کی کمی بہت شدت سے محسوس کرتا تھا اسی لیے وہ اکثر سفیان کے گھر جاتا تھا سفیان کے والدین بھائی اور بھانجی اور بہن اور باب سب اسے اپنے گھر کا ایک فرد سمجھتے تھے اس کے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے سب اسے بہت پسند کرتے تھے۔ حسن علی سفیان کے مالی حالات سے اچھی طرح واقف تھا اس لیے اکثر کسی نہ کسی بہانے سے وہ سفیان کی مدد کرتا رہتا

تھا۔

حسن علی اور سفیان کے خوابوں کے پورے ہونے کا وقت بہت قریب آ رہا تھا دونوں اپنا لاسٹ سمسٹر بھی مکمل کر چکے تھے فائل ایگزائم ہو چکے تھے اور رزلٹ کا انتظار تھا۔ صبح کے دس بج چکے تھے سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا سورج کی دھوپ پر چڑھ کر اپنی لپٹ میں لے چکی تھی سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے لیکن سفیان صاحب اچھی تک بستر پر اوندھے لیٹے سونے کا شغل فرما رہے تھے اور یاس پڑے نیپل پر فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ سفیان نے بیزاری سے فون اٹھایا۔

ہیلو کون۔۔۔

یار کون کے بچے رزلٹ دیکھا ہے۔
رزلٹ کا نام سنتے ہی سفیان کی آنکھیں کھل گئیں ہیں رزلٹ آگیا کیا ڈیٹ ہے یار۔
اوشٹ میں تو بھول گیا تھا کہ تم نے رزلٹ دیکھا ہے۔

ہاں ہاں ذرا سانس لو۔

دیکھ چکا ہوں میں رزلٹ حسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

ارے یار بتاؤ میری جان کیوں نکال رہے ہو۔ اس نے بے تابی سے کہا۔

پھر دل تمام کمر سنو میں تمہیں ایک ساتھ دو خوشخبری سنارہا ہوں۔ تم سیکنڈ ڈوژن حاصل کی ہے اور سفیان بہت بے تاب ہونے لگا۔

اور کیا۔ اب بتا بھی دو حسن نے کوش ہوتے ہوئے بتایا۔

اور یہ کہ ہم دونوں سیکورٹی ہاسٹل میں جاب آفر ہوئی ہے۔

یابو۔ سفیان خوشی سے تپنے لگا۔

حسن نے مسکراتے ہوئے فون بند کر دیا لیان تقریباً بھاگتا ہوا نیچے آیا اور صحن میں یابو یا کے نعرے لگا رہا تھا سب اس کا شور سن کر اٹھنے لگے گئے اور باب نے حیرت سے دیکھا۔

امی سفیان بھائی پاگل تو نہیں ہو گئے۔ امی بھائی بھانجی اور ابو سب حیران کھڑے تھے سفیان نے ار باب کی بات سن لی اور خوشی سے لاچار باب اگر تم سنو گی تو تم بھی پاگل ہو جاؤ گی۔
ہن پنجاب میں سیکنڈ ڈوژن حاصل کی ہے اور صرف بی بی نہیں مجھے سوئٹل سیکورٹی ہاسٹل میں باب آفر ہوئی ہے۔

امی ابو خوشی سے رو پڑے سب نے سفیان کو مبارک دی کہ اچانک اتے ار باب نے پوچھا اور حسن بھائی کا رزلٹ تو سفیان کو بوش آیا۔
اوشٹ میں نے اس سے پوچھا یہی نہیں بس اپنا سن کر بھاگ آیا سب لوگ ہنسنے لگے۔

بھی انسان کو اس کی محنت کا پھل اس کی توقع سے بھی زیادہ ملتا ہے اور کبھی کبھی محنت کے باوجود بھی انسان بار جاتا ہے خواہشات حسرتیں بن جاتی ہیں اور پھر ایک زخم کی شکل اختیار کر لیتی ہیں ایک زخم جس کا کوئی علاج نہیں اور یہ دیکھ کی طرح اندر ہی اندر انسان کو کھکا جاتا ہے لیکن سفیان کا شمار ان خوش نصیب لوگوں میں ہوتا تھا جن پر قسمت کھل کر مہربان ہو اور وہ قسمت کا ہاتھ پکڑ کر اپنی منزل تک پہنچ گیا۔ سفیان اب ہاسٹل میں ایک اچھا ڈاکٹر تسلیم کیا جا چکا تھا اور اس ارادے ہیڈ ڈاکٹر نواز سفیان کو بہت پسند کرتے تھے قسمت ایک بار پھر سفیان پر مہربان ہو رہی تھی۔ سفیان ریٹ ٹائم اپنے کیمن میں بیٹھا ہوا

جائے پی رہا تھا کہ اچانک ایک پری نما چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے سے گزرا اور جائے کا کپ سفیان صاحب کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور منہ کھلا رہ گیا اور وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا سفیان کی اس حرکت کو کیمن میں بیٹھے دوسرے لوگوں نے بھی محسوس کیا اور اب وہ سفیان کو غور سے دیکھ رہے تھے جب سفیان نے اپنے ارد گرد دیکھا تو شرمندہ سا ہو گیا اتنے میں ایک سروٹ آیا اور سفیان سے مخاطب ہوا۔

سر آپ کو سرنواز صاحب بار ہے ہیں اپنے کیمن میں تو سفیان پہلے ہی وہاں سے ہٹ جانا چاہتا تھا فوراً کھڑا ہو گیا اور سرنواز کے آفس کی طرف چل پڑا دروازے پر ہلکی سی دستک دینے کے بعد جیسے ہی سفیان دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا سامنے بنی کرسی پر ڈھیر اس پری نما چہرے کو دیکھ کر پھر سے بوکھلا سا گیا لیکن ڈاکٹر نواز کی موجودگی کی محسوس کرتے ہوئے جلدی سے ہی سنبھل گیا۔

جی سر آپ نے مجھے یاد فرمایا۔

ڈاکٹر نواز مسکراتے ہوئے مخاطب ہوئے جی ہاں میں آپ کو اپنی بیٹی سے ملواتا چاہتا تھا۔ سفیان صاحب ان سے بیس یہ میری بیٹی ہے پری سفیان صاحب نے مسکراتے ہوئے اور کچھ حیرت سے پری کو دیکھا اور سلام کیا۔

پری نے بہت دل سے سلام کا جواب دیا۔
سفیان بالکل خاموش تھا اور حیران بھی پری نے ہی بات شروع کی وہ سفیان کے تاثرات دیکھ کر سمجھ گیا تھی۔

پاپا گھر میں آپ کی بہت تعریف کرتے ہیں میرے پاپا سے کافی امپریس ہیں اور میں آپ کی

تعریف سن کر ہی بہت بور ہو چکی تھی اسی لیے آج ڈی سائیز کیا کہ آج اس سفیان نامی ہستی سے تو مل کر ہی آؤں گی اسی لیے آج یونیورسٹی سے چھٹی باری اور سیدھا ہاسٹل آگئی۔ پاپا پری کی بات سن کر کھل کر بنے اور بولے

تو ٹھیک ہے آپ اس سفیان نامی ہستی سے ملیں اور میں ذرا اپنے پیشنہ کو دکھاؤں۔ جیسے ہی ڈاکٹر نواز اپنے روم سے باہر گئے تو سفیان اور زیادہ پزل ہو گیا۔ اور پری نواز نے بولنے والی ایک مشین اس نے بولنا شروع کیا تو پھر بس چپ نہیں ہوئی ایک ہی سانس میں اپنا پورا بائیو ڈیٹا بتا دیا سفیان کو کہیں بھی بولنے کا موقع نہیں دیا خود ہی بات شروع کی اور خود ہی ختم اور سفیان بس حیران ہی حیران اتنے میں ڈاکٹر نواز روم میں آگئے تو سفیان نے شکر کا سانس لیا۔ ڈاکٹر نواز نے سفیان سے پوچھا۔

ارے سفیان صاحب میری بیٹی نے آپ کو تنگ تو نہیں کیا۔

سفیان نے مسکراتے ہوئے کہا بالکل نہیں سر یہ تو بولتی ہی نہیں بہت کم گو ہیں آپ کی بیٹی۔ پری نے کھور کر سفیان کی طرف دیکھا جس پر ڈاکٹر نواز اور سفیان کا زوردار قبضہ کرے میں گونجا ہر دو دن بعد پری ہاسٹل آئی اور سیدی سفیان کے روم میں جانی اور مسلسل بول بول کر سفیان کا سر کھپائی رہتی سفیان ظاہری طور پر تو بے زار ہونے کا ڈرامہ کرتا تھا لیکن اندر ہی اندر وہ پری کو پسند کرنے لگا تھا پھر یہ پسند محبت میں تبدیل ہوئی اگر کبھی کسی وجہ سے پری نہیں آتی تو وہ بے چین ہونے لگتا بار بار ٹیکٹ کی طرف جاتا اور ہر آنے جانے والے کو دیکھتا رہتا۔

سفیان جی سی پری کو اپنے دل کی بات نہیں کہہ سکا کیوں کہ وہ اپنے اور پری کے درمیان اینٹنٹس کی دیوار کو توڑ نہیں سکتا تھا وہ یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ پری ایک بہت ہی امیر بات کی بیٹی ہے اور اپر کلاس فیکٹی سے تعلق رکھنے والی شہزادی ہے اور سفیان خود ایک مل کلاس فیکٹی سے بی لوٹک کرتا ہے جو حسن جیسے دوست کے احساسات اور ماں باپ کے لیے گئے قرضوں کی وجہ سے ڈاکٹر بن سکا تھا ابھی تو اسے ترقی کرنی تھی اپنے آپ کو پری کے مد مقابل بنانے میں اسے ایک اور لمبا سفر طے کرنا تھا۔

لیکن کہتے ہیں کہ رب مہربان تے جب مہربان اگر قسمت کسی پر مہربان ہو جائے اور اللہ ارادہ کرے کسی کو عزت دینے کا تو کوئی دیوار کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو گر ہی جاتی ہے سفیان ڈاکٹر نواز کے سامنے ان کی بیٹی کا ہاتھ مانگ سکتا تھا اور نہ پری سامنے اظہار محبت کرنے کی جرات کر سکا لیکن وہ یہ بات نہیں جانتا تھا کہ پری بھی سفیان کو دل ہی دل میں چاہتی ہے اور ڈاکٹر نواز وہ تو اس انتظار میں بیٹھے تھے کہ کب ڈاکٹر سفیان سوالی بن کر ان کے دروازے پر آئے اور پری کا ہاتھ مانگیں ڈاکٹر نواز کو ایک ڈاکٹر داماد کی ہی ضرورت ہے جو شادی کے بعد ہاسٹل کا انچارج سنبھالے اور وہ خود اس ذمہ داری سے آزاد ہو جائے۔ ڈاکٹر نواز کے دو ہی بیٹے تھے اور دونوں سے کوئی بھی ڈاکٹر نہیں بننا چاہتا تھا بیٹا پرنس مین بن گیا اور اپنے بیوی بچوں کے ساتھ سینٹرل ہے اور پری ایم ای ڈی کر رہی ہے۔ سفیان اپنی فینلک شیر کرنا چاہتا تھا تاہنا چاہتا تھا کہ اسے پری سے زوروں کا عشق ہوا ہے وہ اب یہ بات مزید چھپاتا نہیں

چاہتا تھا چچی سے تو کہہ نہیں سکتا تھا تو اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے حسن کے پاس چلا گیا۔ سفیان کے دادا اور دادی کو ادب سے سلام کیا تو دونوں ہی سفیان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے حسن کے دادا نے سفیان سے پوچھا۔

کیوں بھی میاں بڑے دنوں کے بعد آئے ہو۔ کہاں مصروف ہو آج کل سفیان کو بہت شرمندگی محسوس ہوئی کہ جیسے اس کی چوری پکڑی گئی ہو فٹ سے بولا۔

دادا جی حسن کہاں ہے۔

وہ اپنے کمرے میں ہے جاؤ پلے جاؤ تم بھی سفیان نے جانے ہی میں عافیت بھی۔ سفیان حسن کے کمرے میں گیا تو حسن ہاتھ روم میں تھا حسن۔ ب نوپ میں ڈائری لکھتا تھا اور آج وہ جلدی جلدی میں اسے وہی کھلا چھوڑ کر نہانے چلا گیا تھا۔ سفیان کی جو بیٹی اس پر نظر پڑی سفیان نے اسے پڑھنا شروع کر دیا وہ جانتا تھا کہ یہ ایک غیر اخلاقی حرکت ہے پھر بھی اس سے رہانہ گیا۔

ارباب میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں تمہیں اپنے دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں۔ میرے جذبات و فامیں میرا خلوص میری چاہتیں یہاں تک کہ میں خود سب تمہارا ہے میں یہ سب کچھ تمہیں۔ سوچنا چاہتا ہوں پر ڈرتا ہوں کہ کہیں میں تمہیں اور سفیان کو کھونہ دوں مجھے دنیا اور سماج کی کوئی پرواہ نہیں میرا دادا اور دادی کے علاوہ اس دنیا میں کوئی نہیں ہے بس ایک بہت اچھا اور مخلص دوست اور ارباب میری محبت اور میں تم دونوں کو کھوتا نہیں چاہتا۔ سفیان گیا تو تھا اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے لیکن وہاں سے مزید بوجھل ہو کر حسن سے ملے بغیر ہی گھر واپس آ گیا۔

حسن جیسے ہی ہاتھ روم سے نکلا تو حیران کہ سفیان اس سے ملے بغیر ہی چلا گیا لیکن جی اس کی نظریں ٹاپ پر پڑی وہ سمجھ گیا۔ سفیان کیوں چلا گیا ہے۔ حسن سفیان سے۔ سے کتر اتا تھا نہ ہی اس کا فون اینڈ کر رہا تو ایک دن سفیان اپنے کیمین میں بیٹھا چائے پی تھا کہ اچانک چھاپ سے دورازہ کھلا اور پری کی طرح اندر کمرے میں داخل ہوئی اور سفیان ہمیشہ کی طرح حیران ہوا۔ سفیان نے گھور کر آنظر پری کو دیکھا پھر بولا۔

یار تم دستک دے کر نہیں آسکتی ہو اچھا۔ سے جنات کی طرح کمرے میں حاضر ہو جانی۔ جنات کی طرح نہیں پریوں کی طرح پری ہو۔ میں پری نے فناک سے جواب دیا تو سفیان پڑا۔

میں کیا کروں گھر میں کوئی ہوتا ہی نہیں میرے بات سننے کے لیے بھائی بھائی کراچی میں شفٹ ہو گئے ہیں۔

پاپا یہاں سارا دن اپنے مریضوں۔ ساتھ چنے رہتے ہیں اور ماما سوگل لیڈی کوئی بڑ فارغ ہی نہیں میرے لیے جس سے میں بات سکوں بس ایک تم ہی بچتے ہو جس کے ساتھ میرے ڈھیر ساری باتیں کر سکوں اور اب تم بھی مجھ۔ بیزار رہتے ہو۔

اب تم کیا جانو کہ تمہارے آنے سے سفیان کے دل کے سارے ارمان کھل اٹھتے تھے سفیان نے دل میں سوچا اور خود ہی مسکرایا سفیان پری کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے بات کا رخ بدلیا۔

اچھا تو تمہاری نظر میں میں فارغ ہوں

نی کام نہیں ہے تمہارے پاپا مجھے فری میں
 دیتے ہیں تو یہ رائے ہے تمہاری میرے
 میں تو پری نے بڑی معصومیت سے
 یا یہ بات نہیں دراصل تم چپ چپ میری
 سن لیتے ہو مجھے برداشت کرتے ہو ورنہ
 پاس تو کوئی بیٹھتا ہی نہیں یونیورسٹی میں بھی
 بی بی تیج پر بیٹھی ہوں پری کی بات سن کر
 سے اپنی ہنسی روکنا مشکل ہو گئی پری نے
 سفیان کی طرف دیکھا اور غلٹ سے بولی
 یہ انداز مت اڑاؤ میں جا رہی ہوں میں
 نہ صرف یہ بتانے آئی تھی کہ میں کچھ دنوں
 لیے کراچی جا رہی ہوں میرے بیٹھے کی برتھ
 ہے تو تم خوش ہو جاؤ کچھ دنوں کے لیے
 میری بکواس نہیں سنی پڑے گی۔
 سفیان یہ سن کر ایک دم اداس ہو گیا اور پری
 نے اسے باہر چلی گئی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا
 اگر دیکھ لیتی تو جان جاتی کہ وہ اب سفیان
 لیے کتنی اہم ہے۔ سفیان وارڈ میں مرینوں کو
 زبردستی ہاتھ دوانے بند پر جا رہا تھا اور بہت
 جیتے انداز میں مرینوں سے ان کا حال چال
 یافت کر رہا تھا کہ اچانک ڈاکٹر نواز بہت ہی تیز
 ماری سے سفیان کے سامنے سے گزر گئے سفیان
 جلدی سے انہیں سلام کیا لیکن انہوں نے سلام کا
 واپس بھی نہیں دیا وہ بھاگتے ہوئے وارڈ سے باہر
 ل گئے۔ بیڑھیاں پھیلا گئے ہوئے باہر کے مین
 نے کی طرف جا رہے تھے سفیان بہت ہی
 ہوا کہ ڈاکٹر صاحب اتنی جلدی میں کیوں
 سفیان سارا کچھ وہی چھوڑ کر ڈاکٹر نواز کے
 کی طرف لپکا کہ شاید وہی سے کچھ دیر معلوم
 کے سفیان نے ڈاکٹر نواز کے اسٹیٹ سے

پوچھا۔ یہ ڈاکٹر نواز صاحب کہاں گئے ہیں اتنی
 جلدی میں۔

وہ ڈاکٹر صاحب کی بیٹی پری شاپنگ کے
 لیے مارکیٹ گئی تھیں وہاں بم بلاسٹ ہو گیا ہے۔
 لیکن وہ تو کراچی گئی ہیں۔

جی ہاں سفیان صاحب بلاسٹ کراچی میں
 ہی ہوا ہے جا کر پی ڈی تو دیکھئے کہ کتنا بڑا بلاسٹ
 ہوا ہے۔ سفیان کو یقین نہیں آ رہا تھا تو اس نے
 ایک اور سوال کر ڈالا۔

ڈاکٹر صاحب کو کیسے پتہ چلا کہ پری بھی اس
 ہی مال میں گئی ہیں جہاں بلاسٹ ہوا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے بیٹے نے ابھی کال کر
 کے بتایا کہ پری اسی مال میں گئی تھی اور اس کا کچھ
 پتہ نہیں چل رہا کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں
 ہیں سفیان کی آنکھیں چمچم چمچم برس رہی تھیں
 ہونٹ غم شدت سے کانپ رہے تھے اور پھر آہستہ
 آہستہ اس کا پورا وجود کانپنے لگا۔ اسٹیٹ نے
 جلدی سے سفیان کو کرسی پر بٹھایا اور اسے پانی کا
 گلاس دیا۔

سفیان صاحب کیا ہوا ہے آپ ٹھیک تو ہیں
 پلیز پانی پیئیں۔ لیکن سفیان اپنے ہوش و حواس کھو
 چکا تھا۔

ایک ماہ گزر چکا تھا اور پری کا کچھ پتہ نہیں
 چل سکا تھا سفیان ہر وقت اپنے کمرے میں بند
 رہتا تھا نہ ہی کسی سے بات کرتا تھا نہ کچھ ٹھیک
 طرح سے کھاتا پیتا تھا اور اگر کبھی ہوشل جاتا تو
 پری کی یادیں اس کا ہواں روکنا محال کر دیتی تھیں
 اسے ہر طرف سے پٹری کی بولنے کی آوازیں
 بننے کی آوازیں آتی تو وہ بے چین ہو کر اپنی طبیعت
 کا بہانہ بنا کر گھر آ جاتا پھر سے اپنے کمرے میں

بند ہو جاتا سب گھر والے اس کے حال پر پریشان
 تھے سفیان کے والدین بھائی بھابھی اور ابا پاپ
 سب باری باری اس نے نازل کرنے کی کوشش
 کر رہے تھے لیکن سب ناکام ہو گئے تنگ آ کر
 سفیان کی والدہ نے حسن کو فون کیا اور تمام
 صورتحال سے حسن کو آگاہ کیا۔ حسن سفیان کے
 کمرے کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی لیکن
 اندر سے کوئی آواز سنائی نہیں دی تو حسن نے خوش
 ہی دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہو گیا حسن کو
 کمرے میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا ماسوائے اندھیر
 وں کے حسن نے خود ہی لائٹ آن کی تو سفیان
 نے روشنی کی وجہ سے اپنی آنکھوں پر بازو رکھ لیا جو
 پری کی یاد میں روز روز کرا ال ہو چکی تھیں جب حسن
 نے سفیان کا حال دیکھا تو حیران رہ گیا حسن چپ
 چاپ جا کر سفیان کے پاس بیٹھ گیا کچھ دیر کمرے
 میں یونہی خاموشی طاری رہی کچھ لمحوں کے بعد
 حسن نے خود ہی بات شروع کر دی۔ سفیان تم سن
 رہے ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں سفیان بالکل
 خاموش تھا وہ حسن کی کسی بات کا جواب نہیں دے
 رہا تھا۔ تو حسن نے تقریباً بار مانتے ہوئے سفیان
 سے پوچھا۔ بس حسن کا اتنا کہنا تھا کہ سفیان
 پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔ سفیان کے اندر آنسوؤں
 کا جو۔ یا اب تھا ایک ماہ سے ٹھہرا ہوا وہ آج
 سارے بند توڑ کر بہہ نکلا حسن سے سفیان کی یہ
 حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی حسن نے بہت مشکل
 سے سفیان کو سنبھالا تھا تب سفیان نے حسن کو پری
 کے متعلق بتایا حسن نے ساری صورت حال کو سمجھنے
 کے بعد سفیان کو سنبھالیا۔

سفیان پری ڈاکٹر نواز کی بیٹی ہے اور ڈاکٹر
 نواز اس وقت کسی اذیت سے گزر رہے ہیں اس

کا انداز نہ تم کر سکتے ہو نہ ہی میں۔ جس باپ کو یہ
 نہ پتہ ہو کہ اس کی بیٹی زندہ ہے یا نہیں اور وہ اسے
 دیوانوں کی طرح تلاش کر رہا ہے اس باپ کے
 دل پر کیا گز رہی ہو گی تم نے خود کو کمرے میں بند
 کر لیا اور بس یہی حل ملا تھا تمہیں اپنی مشکل کا یہ
 ہے تمہاری محبت۔

ڈاکٹر نواز کو اس وقت ضرورت سے تمہاری
 ہو سکتا ہے پری زندہ ہو اور کسی نہ کسی ہوٹل میں
 زیر علاج ہو پری کو تلاش کرنے میں تمہیں ڈاکٹر
 نواز کی مدد کرنی چاہئے اور ان کی غیر موجودگی میں
 ہوٹل کی ذمہ داری سنبھالنا چاہئے تو سفیان کو جیسے
 ہوش آیا اور اس نے ہاتھوں کے کی ہتھیلیوں سے
 رگڑ کر آنکھیں صاف کیں۔

ہاں یا تم ٹھیک کہتے ہو سر کو ضرورت ہے
 میری اور میں یہاں کمرے میں بیٹھا ہوں۔
 سفیان نے اب باقاعدگی سے باٹل جانا شروع
 کر دیا۔ تھا اس نے اب ڈاکٹر نواز کی غیر موجودگی
 میں ہوٹل کی ساری بھاگ دوڑ سنبھال لی تھی اب
 سفیان بھی لاہور واپس آ جاتا اور کبھی پری کو تلاش
 کرنے کے سلسلے میں کراچی میں چلا جاتا ڈاکٹر
 نواز اور سفیان کو جہاں سے بھی پری کے بارے
 میں خبر ملتی وہ وہی پیچ جاتے لیکن وہاں پہنچ جاتے
 لیکن وہاں پہنچ کر مایوس ہو کر واپس لوٹ آتے۔

ڈاکٹر نواز اور سفیان پری کو کراچی کے ہر
 گورنمنٹ ہسپتال پر انٹرویو ہوٹل میں چیک کر چکے تھے
 لیکن پری کا کوئی نام و نشان نہیں مل رہا تھا اب تو
 ڈاکٹر نواز بھی مایوس ہونے لگے تھے۔

یار چھ ماہ گزر گئے پری کو تلاش کرتے اور چھ
 ماہ گزر گئے مجھے سوئے ہوئے بھی ان چھ ماہ میں
 میں ایک بھی رات سویا نہیں میں اور میری بیوی

تمام رات بیٹھے رہتے ہیں پری کی باتیں کرتے ہیں اس کی تصویروں کو دیکھتے ہیں اور روتے ہیں پر یہ ایک دوسرے کو چپ کرواتے ہیں حوصلہ دیتے ہیں ہندا کے حضور گڑ گڑاتے ہیں اپنی بیٹی کی خیریت کی اس کے مل جانے کی دعا میں مانگتے ہیں اگر بھی آنکھ لگ جاتی ہے تو فوراً آنکھ مٹل جاتی ہے ایسا لگتا ہے کہ جیسے پری نے آواز دی ہو اس نے مجھے پکارا ہو۔

پری ہم سب کی بہت لاڈلی تھی بہت پیار کرتے ہیں نازوں سے پالا ہے ہم نے اسے بھی سوچا نہیں تھا کہ میری بیٹی یہ دکھ بھی اٹھائے گی سفیان چپ چاپ ڈاکٹر نواز کی ساری باتیں سن رہا تھا وہ جانتا تھا کہ آج ڈاکٹر نواز صاحب بہت دھمکی ہیں سفیان ڈاکٹر نواز نے پھر سے اسے پکارا۔

جی سر۔
یار میں نے ایک بہت بڑا اور خوبصورت گھر خریدا تھا پری کے لیے سوچا تھا کہ میں پری کی شادی پر اسے تجھے میں دوں گا میں اور پری کی ماں نے پری کی شادی کی ساری شاپنگ کر لی تھی ہم دونوں تمہارے گھر آنے کے بارے میں سوچ رہے تھے بلکہ پری کے کراچی سے واپسی کا انتظار تھا ہمیں۔ ڈاکٹر نواز مسکرا کر لگے پھر دھیرے دھیرے سے بولے پری تمہیں پسند کرتی تھی اس نے یہ بات مجھے اور اپنی ماں کو بتائی تھی وہ ہم سے کچھ نہیں چھپاتی تھی بالکل دوستوں کی طرح تھی میں نے اور عالیہ نے پری کے لیے گھر گاڑی دیواری اور اس کے اکاؤنٹ میں ایک کثیر رقم جمع کر دی تھی تاکہ تم سے شادی کے بعد ہماری بیٹی کو کوئی پرالیم نہ ہو جیسے وہ ہمارے گھر میں رہتی ہے ایسے ہی شادی کے بعد بھی رہے پری کو کوئی دکھ کوئی

تکلیف نہ پہنچے لیکن میں اپنی بیٹی کو اس تکلیف سے نہیں بچا۔ کاپتہ نہیں وہ کہاں ہے کس حال میں ہے اس کے بعد ڈاکٹر نواز پھوٹ پھوٹ کر رو پڑے سفیان کی آنکھیں بھی برسنے لگی ایک دن سفیان ہوسٹل سے گھر واپس آیا تو گھر میں کچھ مہمان بیٹھے ہوئے تھے امی ابو بھائی اور بھائی بھی اور ارباب سب ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے سفیان نے انہیں سلام کیا تو امی نے جلدی سے ان سے سفیان کا تعارف کروایا جب وہ لوگ چلے گئے تو سفیان نے امی سے پوچھا۔

یہ کون لوگ تھے امی۔
یہ اپنی ارباب کو دیکھنے آئے تھے۔
کیوں دیکھنے آئے تھے۔

بدھو شادی کے لیے اور کس لئے۔ رباب کی شادی کا سن کر جیسے کسی نے سفیان کے سر پر ہم پھوڑا ہوا سفیان کو فوراً حسن کا خیال آ گیا سفیان فوراً امی کے پیچھے بھاگا۔

امی کہیں آپ لوگوں نے ان لوگوں کو ہاں تو نہیں کر دی۔
نہیں ابھی کی تو نہیں لیکن ارادہ ہے کہ کر دیں گے۔

آپ نے مجھ سے پوچھا بھی نہیں اور یہ سب طے کر دیا۔
تمہیں ہوش کہاں ہے یہاں پاس کب بیٹھے ہو ہمارے۔

سوری امی۔
پر کچھ بھی ہوا آپ ان لوگوں کو ہاں نہیں کریں گے بلکہ آپ انہیں منع کر دیں۔
لیکن بیٹے کیوں ایک بار لڑ کے سے مل تو بلو

بہت اچھا رشتہ ہے مجھے نہیں دیکھنا کسی کو اور

میں نے اس سے بھی اچھا رشتہ تلاش کر لیا ہے ارباب کے لیے ماں حیران ہو گئی تم نے۔
ہاں ماں میں نے کیوں میں نہیں کر سکتا۔
ماں ہنس پڑی کر سکتے ہو آخر کار بھائی ہو اس کے تو پھر بتاؤ کون ہے لوگ کیسے ہیں۔
ابھی نہیں پہلے ارباب کو بتاؤ گا پھر آپ کو ارے بھی ہم بڑے ہیں اس کے پہلے ہمیں تو بتاؤ۔

بتاؤں گا لیکن کہاں ماں بعد میں۔
سفیان سیدھا ارباب کے پاس گیا۔ ارباب بھائی کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔

ارے واہ آج چاند کس طرف سے طلوع ہوا ہے جو آپ خود چل کر ہمارے پاس آ گئے ہیں۔
میرا خیال ہے چاند آج بھی اسی طرف سے طلوع ہوا ہے جہاں سے زور ہوتا ہے سفیان نے مسکرا کر جواب دیا تو دونوں ہنس پڑے ارباب میں تم سے کوئی بات کرنے آیا ہوں۔
یہ کیجئے بات بھائی۔

ارباب اگر کوئی آپ سے بے پناہ محبت کرتا ہو تو آپ کو پوجتا ہو دل کی گہرائیوں سے جانتا ہو تو لیکن کہنے کی جرات نہیں کرتا تو آپ کو کیا کرنا چاہئے۔

ارباب سوچ کر بولی اگر وہ کہتا ہی نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ آپ کی عزت کرتا ہے اور جس انسان کو محبت اور عزت دونوں ایک ساتھ مل جائیں تو وہ بہت قسمت والا ہے کیونکہ آج کل مادہ پرستی کے دور میں یہ دونوں چیزیں بہت مشکل ملتی ہیں۔

اگر میں کہوں کہ وہ قسمت والی تم جو تمہیں کوئی بے پناہ چاہتا ہے اور تمہاری عزت بھی کرتا

ہے تو۔۔

تو کیا ارباب نے اس سوال کر دیا۔
تو پوچھو گی نہیں کہ وہ کون ہے۔

کون ہے وہ بد نصیب
وہ بد نصیب حسن ہے

ارباب ایک دم جی اٹھی۔ کیا۔ حسن بھائی
ہاں حسن بھائی۔

کیا یار میں نے بغیر اجازت اس کی ڈائری بڑھ لی تھی اور یوں اس کا حال دل معلوم ہو گیا اب پگیز بھائی والا لفظ بنا کر اس کے بارے میں سوچو اور پھر مجھے بتاؤ بس اتنا یاد رکھو عورت کو محبت اور عزت مشکل سے ملتی ہے سفیان تو چلا گیا لیکن ارباب سوچ میں پڑ گئی۔ آخر کار ارباب نے اس رشتے کے لیے ہاں کر دی۔ لیکن باقی گھر والے پریشان تھے حسن تو سب کو بہت پسند تھا لیکن دونوں فیملیوں کے درمیان آئینش کا جو فرق تھا وہ پریشانی کی وجہ سے لیکن آہستہ آہستہ سب مان گئے سفیان نے کال کر کے حسن کو ہوسٹل بلا یا حسن نے آتے ہی پوچھا۔ تم نے مجھے ار جنت کیوں بلایا کیا کام تھا مجھ سے۔
سفیان بولا بیٹھ تو جاؤ تھوڑا سا سانس تو لو۔

نہ لو بیٹھو گیا اب بتاؤ۔

سفیان نے دو کپ چائے منگوائی۔ حسن بھی اب چپ چاپ بیٹھ گیا کہ پریشانی والی کوئی بات نہیں۔ چائے کے دوران سفیان نے حسن سے پوچھا تو تم کب اپنے دادا اور دادی کو ہمارے گھر لا رہے ہو۔

حسن حیران ہو گیا۔ کس لیے۔

سفیان خستے سے میرے لیے شادی نہیں کرنی ارباب سے۔

ہاں پھر مجنوں بن کر صحرا میں جانے کا ارادہ ہے۔

حسن پہلے تو حیران ہوا پھر خوش ہو گیا۔
بہت ہی کمینے ہو تم سفیان۔

دوست ہوں تمہارا تم نے اتنی مدد کی میری اب میری باری ہے۔

حسن کے دادا اور دادی پہلے ہی سے اس رشتے پر راضی تھے وہ تو صرف اپنے پوتے کی خوشی چاہتے تھے جلدی ہی حسن اور ارباب کی منگنی کی تاریخ طے ہو گئی منگنی والے دن سفیان تیار یوں میں مصروف تھا سارا رینچ منٹ اس نے ہی کرنا تھا کہ کوئی بار بار فون کر کے اسے تنگ کر رہا تھا دوبارہ سے فون کی نیل ہوئی سفیان نے بہت ہی بیزاریت سے فون اٹھایا۔

ارے یار تم کون ہو کیا چاہتی ہو بار بار کیوں فون کر رہی ہو۔

لڑکی نے معصومیت سے جواب دیا کہ آپ پانچ منٹ بھی مجھ سے بات نہیں کر سکتے۔

سفیان نے غصے سے جواب دیا کہ نہیں میں پانچ منٹ بھی آپ سے بات نہیں کر سکتا۔

کیا میری اتنی بھی اہمیت نہیں ہے آپ کے لیے لڑکی جواب دیا۔

آپ ہیں کون۔ جو بار بار اپنی اہمیت جتا رہی ہیں۔

میں آپ کی جان جگر ہوں۔
بہت ہی فضول ہوں۔ سفیان نے غصے سے

فون بند کر دیا۔ ابھی اس نے فون رکھا ہی تھا کہ نیل دوبارہ سے ہونے لگی۔ سفیان انہایت ہی غصے سے فون ردیو کیا۔

دیکھو تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ مجھے

فون نہ کرو ورنہ میں تمہارا منہ توڑ دوں گا لڑکیوں سے بات کرنے کی تیز نہیں ہے۔

آپ تمہاری تمیز کی ایسی کی تھی اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی بہن کی منگنی میں آ سکتی ہوں پھر آپ شوق سے میرا منہ توڑ لیجئے گا۔

آپ ایک بار سامنے تو آئیں بہت بے چین ہوں میں آپ سے ملنے کے لیے۔

تو پھر لیجئے میں آرہی ہوں۔ سفیان بار بار گیٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ جرات کرنے والے کو غور سے دیکھتا رہا پھر واپس اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ حسن اور ارباب دونوں بہت خوش

لگ رہے تھے حسن تو خوشی سے چپک رہا تھا۔ اچانک سے وہ آگئی جس کا سفیان کو انتظار تھا۔ سفیان گیٹ کی طرف بھاگا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کو پکڑ کر اپنی بانہوں میں جکڑ لے

چوم لے اور اپنی چھ ماہ کی لڑکی کو بچالے وہ کوئی اور نہیں پری تھی۔

اب ایسے معصوم بن کر کھڑے ہو فون پر تو میرا منہ توڑ رہے تھے تو وہ اب سفیان چپ چاپ

کھڑا رہا تھا۔ بڑی محبت کرتے ہو مجھ سے لیکن میری آواز نہیں پہچان سکے کیا خاک محبت کرتے ہو۔ پری ناراض کھڑی تھی تو سفیان بولا۔

ہاں محبت کرتا ہوں تم سے بے حساب بے پناہ لا زوال اور ہاں تمہارے پہلے فون پر ہی پہچان گیا تھا تمہیں لیکن کیا ہے تم نے مجھے اتنا تنگ کیا

اتنا رلا اتنا اب اتنا حق تو میرا بھی بنتا تھا میرا کہ میں بھی تمہیں پریشان کروں اور ڈاکٹر صاحب نے تمہارے ملنے کی خبر سے دی تھی مجھے۔

اف یہ پاپا بھی نا سارا جڑ خراب کر دیتے ہیں ویسے بھی یہ سب تمہاری ہی غلطی ہے کہ سفیان

صاحب۔

میری کیا غلطی ہے۔

اگر محبت کا اظہار پہلے ہی کر دیتے تو میں کراچی جاتی ہی نہیں۔

اگر میں نے نہیں کیا تھا تو تم کرو تھی۔ میں کیوں کرتی میں تو لڑکی تھی۔

شکر ہے تمہیں یہ احساس تو ہے کہ تم لڑکی ہو پیچھے سے ڈاکٹر نواز نے آواز دی ارے بھائی یہی لڑتے رہو گے۔ یا پھر ہمیں اندر بھی بلاؤ گے۔ جب سفیان نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حیران

رہ گیا وہاں ڈاکٹر صاحب اور ان کی پوری فیملی موجود تھیں سفیان نے سب کو سلام کیا اور ان کو اندر بلا دیا۔ ڈاکٹر صاحب بولے

بھئی سفیان آج میں پوری تیاری کے ساتھ آیا ہوں آج اسی رات پر میں تمہاری اور پری کی منگنی بھی کر کے ہی جاؤں گا۔

سفیان چونک گیا۔ خالیہ بیگم ہنستے ہوئے بولیں چونکہ موت سفیان تمہاری ماں اور ابو سے

بات ہو چکی ہے ہماری سفیان نے پیچھے مڑ کر پری کی طرف دیکھا جو فاقہ انداز سے مسکرا رہی تھی

سفیان نے پری سے بولا۔

پری پلیز یار شادی سے دو دن پہلے مجھے بتا دینا کہ میری شادی ہے تب اس طرح پوری تیاری کے ساتھ کہیں بن کر میرے سامنے مت کھڑی ہو

جانا اور کہنا سفیان آج ہماری شادی ہے۔

پری شٹ اپ۔

پری سفیان کا ہاتھ پکڑ کر اسے اسٹیج پر لے گئی تو گھر آ کر ارباب اور حسن کے درمیان میں بیٹھ گئی۔ اور بولی پیچھے ہٹو یار اب ہماری باری ہے۔ سب

ہنس پڑے سفیان کے خواہوں کا جہاں ٹھکر ہو گیا

تھا۔

ماں کے نام

وہ میری بدسلوکی پر بھی مجھے دعا آغوش میں لے کر سب غم بھلا

یوں لگتا ہے جیسے جنت سے آ رہی جب وہ اپنے بچے کی ہوا مجھ

میں جو انجانے میں کروں میری ماں اس پر بھی مسکرا

کیا خوب بتایا ہے رب نے دیران کمر کو بھی ماں جنت بنا

ماں کے ہنسنے میرا کون یہ سوچ کبھی کبھی رلا

(ملک ندیم عباس ڈ)

برق مرنے لگی پھول پھر تماشہ ہلاکت کا

دیکھ کر آدمیت کو ایک شاعر کا دل آج

(ملک ندیم عباس ڈ)

غزل

میں نے تم سے پیار کر کے کیا کھو یا کیسے بتاؤں کہ دل کو ہر وقت میں نے

تم کہتے ہو کہ ہر جھوٹی بات میں کہتی ہوں کہ تیری ہر بات نے دل کا

پہلے تھی میں آزاد چچی نہ تھی فکر اب تو ہر وقت دل کو تیری ہی یاد میں

نہ بے رخی کیا کرو مجھ سے او تیری ذرا سی بے رخی پہ میں نے آنکھوں کو

یقین ہے مجھ کو کہ تم ساتھ بھلاؤ۔ کیونکہ ہر وقت ہاتھوں کو دعا میں تیرے لیے

(اب)

مجبور عورت

-- تحریر: سو نو گوندل - جہلم --

یا علی بھائی! السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
 ایک کہانی مجبور عورت کے ساتھ آج حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع
 کر کے شکر یہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش
 کروں گی اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتی رہوں گی۔ یہ کہانی آپ کو کیسی لگی مجھے
 اپنی رائے۔ نواز بیگم کا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار ہے گا۔ میری طرف
 سے سب قارئین کو غلط فہم اسلام
 ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات
 کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر
 ذمہ دار نہیں ہوگا۔

یہ معاشرہ مرد کا ہے عورت تو مجبور امر و
 ساتھ ساتھ نظر آتی ہے عورت ہمیشہ سے
 تھی مجبور ہے اور مجبور ہی رہے گی جو عورت کا
 مقام ہے وہ مقام کب ملے گا عورت کو۔
 ہمارے اس معاشرے کی عورت کب تک
 دور رہے گی عورت کی مجبوریاں کب ختم ہوں گی
 بد ہو بھی یا نہ۔ یہ تو کہانی ایک ایسی ہی مجبور
 ت کی کہانی ہے جو ہر شے سے مجبور ہے چلیں
 یہ کہانی اسی کی زبانی سنتے ہیں۔
 ہم پانچ بہنیں اور ایک ہی بھائی ہیں میں
 سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی تھی اپنے والدین کی
 پیدائش پہ خوشیاں تو نہیں مگر غم بھی نہیں
 نہ گئے میرے ابو محنت مزدوری کر کے لے
 اور امی مسادات کیساتھ گھر میں بچوں کی
 ات پوری کر دیتی تھیں یعنی ہانیہ احمد
 جنوں کی لاڈلی اور بھائی کی رانی پڑھائی

میں فرسٹ آنے والی ہر کام پہ کبھی تھی کہ مجھ سے
 نہیں۔ غصہ سے بھر پور میں پڑھتے پڑھتے جب
 ہائی سکول میں گئی تو ایک لڑکے پیار کر چینی شروع
 شروع میں تو پیار ہو جائے تو ایسا لگتا ہے کہ مجھ
 سے زیادہ خوش قسمت اور اس دنیا میں کوئی نہیں ہو
 گا۔ میں بھی اڑتی رہی، ہواؤں میں اور خبر ہی نہ
 ہوئی کہ میں کس کی معیت ہوں جب خبر ہو گئی تو میں
 اڑتی اڑتی ایسا کری کہ ہوش نہیں رہی جب ہوش
 آیا تو خبر لی کہ میں اس کی معیت ہوں دل کیا کہ
 سب کچھ چھوڑ کر چلا جاؤں اپنے علی کے پاس مگر
 ہائے رہے مجبوری۔ والدین کا منہ دیکھا تو دل
 سے صدا آئی کہ چھوڑو پیار کو اپنا لاسو لاسو میں اس
 باپ کو مارنا نہیں چاہتی تھی جس نے اتنی محنت سے
 ہم بہنوں کو تعلیم دلوائی تھی سو میں نے رشتوں سے
 مجبور ہو کر اس سے شادی کر لی اس وقت ابھی تھا
 میں اس علی کو بھول گئی جس سے میں نے نکاح کر

پیار کیا تھا اس کا ساتھ یا کر کوئی بھی لڑکی خود کو بہت
 خوش نصیب تصور کر سکتی تھی میں بھی لڑکی تھی اس کی
 فلمی باتیں اور رومانوی میں میں ایسا کم ہو گئی کہ
 اپنی بد قسمتی کو بھول گئی شادی کو ابھی دو ماہ بھی نہیں
 ہوئے تھے کہ ڈاکٹر نے خوش خبری دی سب کہنے
 لگے کہ ہانیہ احمد بہت خوش قسمت ہیں جسے اللہ نے
 اتنی بڑی خبر دی ہے کہ لوگ ترستے ہیں ایسی
 خوشیوں کو اس قدر بہت خیال رکھتے تھے سارا دن
 باتوں میں گزار جاتا تھا اور خبر بھی نہ ہوتی کہ رات
 بھی اکثر ایک دوسرے کو دیکھتے ہی گزر جاتی تھی
 ۔ میری ماں میری زندگی میرا باپ میرا سہارا نہیں
 دنوں خوش قسمتی ہے اللہ کے گھر کی زیارت کے
 لیے گئے اور یہ خوش قسمتی ہی ہوتی ہیں کے اس کے
 گھر میں موت بھی مل جائے میری ماں میری
 زندگی سے چلی گئی اور میرا باپ بے سہارا چھوڑ گیا
 اور یہ بھی خوش قسمتی تھی میری اللہ پاک نے مجھے
 اپنی رحمتوں سے نوازا تھا اللہ نے مجھے بیٹی دے کر
 ماں کا رجبہ عطا فرمایا میں خوش قسمت تھی کہ اللہ
 راضی ہے جو اس نے اپنی رحمت میری آغوش میں
 دی ہے مگر اس قدر خفا تھا اس قدر خفا تھا کہ اس
 دن کے بعد بات نہیں کی اس قدر میری بیٹی بسم اللہ
 سے بات نہیں کرتا تھا اور پیار بھی نہیں کرتا تھا۔ بسم
 اللہ ابھی چھ ماہ کی بھی نہیں ہوئی تھی کہ ڈاکٹر نے
 پھر سے خوش خبری سنا دی تھی اس قدر میرا بہت
 خیال رکھتا تھا تو ماہ بس دن اس قدر نے میرا بہت
 خیال رکھا پھر اللہ نے مجھے اپنی رحمت سے نوازا
 میری آغوش میں دوسری بیٹی فاطمہ آئی۔
 اس کو جینا چاہتے تھا اور میں نے مسلسل وہ
 بیٹیوں کو جنم دیا اس قدر خفا تھا کہ وہ طبعاً ہی ۱۰۰۰
 کا ہی ہوئی تھی کہ اس قدر نے پھر خلق بڑھانے پر

اسرار کر دیا میرے انکار میں ان کا جواب یہ ہی تھا
 کہ عورت کو بہت گناہ ملتا ہے جب مرد کو تسکین نہ
 دے۔ ابھی فاطمہ چار ماہ کی ہی تھی کہ پھر سے ایک
 خوشخبری ملی اس قدر بہت خوش تھا کہ کیا پتہ اس بار
 اللہ چاند سا بنادے مگر اب کی بار اللہ بہت راضی
 تھا اللہ نے جڑواؤں بیٹیاں دے دی اس قدر ہمیشہ کی
 طرح اب بھی خفا تھا ہو گیا مگر اب کی یہ خفگی میری
 جان نکال کر ختم ہو گئی اس قدر وہ دنوں کے لیے گھر
 آئے اور کہا۔
 ہانیہ احمد تم اپنی بیٹیوں کو لے کر میرے گھر
 سے چلی جاؤ میں نے اس قدر دے کہا کہ اس قدر مجھے
 اپنے گھر سے نہ نکالیں اس قدر آپ مایوس نہ ہوں اللہ
 ہمیں بیٹا بھی ضرور دے گا مگر اس قدر نے میری ایک
 نہ سنی اور مجھے طلاق دے دی میں نے کہا کہ اس قدر
 میں عورت ہوں آپ کے گھر میں ہی گزاروں گی
 اس قدر نے گھر کی چابی مجھے دی اور کہا کہ ہانیہ میں
 بیرون ملک جا رہا ہوں میرے آنے سے پہلے گھر
 خالی ہونا چاہئے اس دن جانے سے پہلے اس قدر نے
 میری طلاق کے متعلق بھائی کو بتا دیا بھائی کے
 اپنے چار بیٹے اور ایک بیٹی تھی پھر بھی بھائی نے کہا
 کہ ہانیہ تم میرے گھر چلی جاؤ وہاں ہی عدت
 پوری کرنا میں اپنے بھائی کے گھر چلی گئی اور اپنی
 چاروں بیٹیاں لے کر گئی تھی چھ سال میں نے
 بھائی کے گھر گزارے اور میری چاروں بیٹیاں
 سکول جاتی میں نے سرکاری سکول میں ان کا
 داخلہ کروایا تھا چھ سال میں کیا کچھ نہیں بدلا
 میری بھابھی بدل گئی میرا بھائی جس کی میں رانی
 تھی وہ بدل گیا میں بھائی کے گھر سے نکلتی رہی ہوئی تھی
 اور مرزا نے وہ بیٹیوں اور تین نکلتے رہی ہوئی تھیں
 میں نے خود ہی آٹھاس اکٹھ اور خود ہی کانتی اور

جب دودھ دو کر گھر بھا بھی کودتی میرے لیے او
ر میری بچیوں کے لیے ہوتا تھا۔ مجھے بولنا آتا تھا
مگر میں مجبور بھی اپنا اور اپنی بچیوں کا سہارا صرف
میرا بھائی تھا ایک دن آیا جب مجھ سے چھ سال
کے بعد اسد پاکستان آگیا اسد نے شادی کر لی تھی
پیرون ملک ہی کسی پاکستانی لڑکی کے ساتھ مگر بد
قسمتی سے اسد کی وہ بیوی اولاد کو جنم نہ پائی اور
اسد کو پھر یاد آگئی اپنی بچیاں اسد آیا گاؤں جب
آیا تو فاطمہ نے پوچھا

مما خالہ کہہ رہی ہیں کہ ہمارے پاپا آرہے
ہیں تو کیا ماما ہم پاپا سے ملیں گے میں پھر مجبور ہوئی
اور چاروں کو ملنے دیا انکے باپ سے۔ وہ بچیاں
جن کو پالنے کی خاطر میں نے چھ سال میں کس کس
کی باتیں نہیں سنی تھی وہ بیٹیاں اپنی ماں کو بھول گئی
تھیں اور اپنے باپ کے ساتھ اسلام آباد چلی گئی
اپنی چار بچیوں نے پچھڑنا میری جان نکال رہا تھا
میں کس کے محلے گئی ماں بھی نہیں جوئی زندگی کا
سبق پھر سے پڑھائی۔

ماں مجھے اسکول کا بستہ پھر سے تھما دے

اس زندگی کا سبق بہت یہ مشکل ہے

باپ تھا نہیں جو پوچھتا کہ میری لاڈ کو کس
نے دکھ دیئے ہیں میں جو چھ سال میں سنبھل گئی
تھی پھر سے ریزہ ریزہ ہوئی میں ایک دن بے
دھیانی میں گھاس کا نئے کا نئے اپنی انگلی کاٹ لی
حالانکہ ذہن دیکھ نہ دیتا تو انگلی کا درد اتنا ہوتا کہ انہی
نہ پانی میں کالی ہوئی انگلی لے کر سارے کام کر لی
پھر بھی نہ جا بھی خوش ہوتی نہ بچے بھائی کے ایک
دن اتنا خوف ناک آیا کہ وہ بانیہ احمد جو طلاق ہوئی
مگر اپنی بچیوں کی خاطر کمزور نہ ہوئی بچیاں چلی گئی
اپنے باپ کے ساتھ تب روئی خیر و بھی مگر اپنی

تو نہیں سے نہ رکی جب میرا پورا ہاتھ مٹھیں میں
آگیا تھا مگر گھاس کا نئے والی مٹھیں بجلی سے چلتی
تھی میرا پورا ہاتھ کاٹ گئی شاید مجھے اتنی تکلیف نہ
ہوتی جتنی بھا بھی کے اس جملہ نے دی بانیہ تو کسی
کام کی نہیں رہی اس کا اب کسی سے بیاہ کر دیتے
ہیں مجھے اب شادی نہیں کرنی تھی مگر مجھ سے پوچھ
کون رہا تھا بھائی اور بھا بھی نے ایک ہیرا میرے
لیے ڈھونڈا ایک ایسا شخص جس کی اولاد کی عمر تقریباً
میرے جتنی ہوگی اور اس کی بیوی مرئی تھی۔ جمعہ کا
دن تھا جب میرا نکاح فضل دین سے کر دیا گیا اور
میں ایک ہاتھ سے معذور بانیہ فضل دین بن گئی
میں مجبور تھی کیونکہ میرا بھائی زبان دے چکا تھا
فضل دین کو فضل دین کی دہن بن کر بھی میرا کوئی
خواب نہیں تھا مگر فضل دین کے بہت سے خواب
تھے جو وہ پورے کرتا چاہتے تھے میری تعلیم اہل
اہل بی اے فضل دین کا خواب تھا کہ میں جاب
کروں ورنہ خواب توڑنے کی سزا طلاق بھی مجھ
میں بہت نہیں کام کرنے کی مگر مجبور ہوں عورت کو
سکون ملے یا نہ ملے مگر چار دیواری ملنی چاہئے میں
مجبور ہوں پیار ملے یا نہ ملے مگر ایک مستقبل چھت
تو ملنی چاہئے چھت کی فکر کے لیے عورت ہی مجبور
کیوں ہوتی ہے عورت کا اگر کوئی معنی ہیں تو وہ ہیں
مجبور۔ دوستو ہماری عورت کب تک مجبور رہے گی
کب تک عورت چھت اور نام کے لیے مجبوری کی
پیمانی پر تپتی رہے گی۔

ماں مجھے چاند اچھا لگتا ہے

کیونکہ ہم ایک سے مسافر ہیں

ایک سامقہ رہے

فرق صرف اتنا ہے کہ

میں زمین پر تہا دون

اور وہ چاند آسمان پر تہا ہے

عورت ہمیشہ رشتوں کے ہاتھوں ہی مجبور
ہوتی ہے ماں ہیں تو اولاد کے لیے مجبور ہے بیٹی
سے تو والدین کی لاج کے لیے مجبور ہے بہن ہے تو
بھائی کی لاج کے لیے غم برداشت کر لیتی ہے بیوی
ہے تو شوہر کے حکم کے آگے مجبور ہو جاتی ہے سلام
ہو ان عورتوں کو جو پیارے رشتے ہوتے ہیں ان کو
قربان نہیں کرتے کسی لگی میری کہانی سونوں کے
قلم سے لکھی ہوئی رائے کا انتظار رہے گا اللہ
عجب بان۔
سو نو ٹونڈل۔ جہلم

مجھے بھی سکھا دو بھول جانیکا ہنر
مجھ سے راتوں کو اٹھ اٹھ کر رو یا نہیں جاتا
میں محمد عرفان بانڈوال
حیات اکہ مستقل غم کے سوا کچھ بھی نہیں خوشی بھی یاد
آتی ہے تو آنسو بن کے آتی ہے
نہر عباس آزاد کشمیر

غزل

اجڑے ہوئے گلشن میں رہا کون کرے گا
روٹی ہوئی آنکھوں کو دعا کون کرے گا
اس عمر میں آشتی سرا کون پھرا ہے
الزام تجھے دوں یہ خطا کون کرے گا
لوتا ہے مجھے ایسے قیروں نے جہاں میں
میں نام لوں اس کے یہ گناہ کون کرے گا
ہے پاس میرے رخ و الم پاس تنہا
سوغات تیرے خود سے جدا کون کرے گا
اے مالک کل میرے مقدر میں اسے لکھ
تو بھی نہیں دے گا تو عطا کون کرے گا
سانسوں نے کہا بس کرو ہم تھک گئے ارمان

تجھ درد کے مارے سے وفا کون کرے گا
(شاہد حسین ارمان، نوشہرہ)

غزل

دل درد کے صحرا میں اکیلا تو نہیں ہے
یادوں سے بھی عاری دل ناداں تو نہیں ہے
حد کر دی رقیبوں نے رزات کی جہاں میں
یہ روگ محبت ہے تماشا تو نہیں ہے
ہوں درد کا قصہ نہ شاد سر بازار
دنیا میں ہیں سرور سبھا تو نہیں ہے
قسمت سے گھر کرتا کبھی ایک عداوت
اس درد جدائی کا مداد تو نہیں ہے
منحوس سا منڈلاتا ہوا سا یہ فرقت
پیلے دل نادان میں آیا تو نہیں ہے
تلمیس دیا دل نے بھی کہہ کر مجھے ارمان
پاکل تو لمبی عشق میں ہارا تو نہیں ہے
(شاہد حسین ارمان، نوشہرہ)

تہانہ چھوڑنا

دیکھو میری امیدوں کا بندہ توڑنے سے پہلے
مجھ کو ضرور بتا دینا چھوڑنے سے پہلے
دل میں اگر پھر کبھی محبت کا خیال آئے
کوئی ایک نشانی رکھ لینا موڑنے سے پہلے
کب تک پھر کسی اور کو رلاؤ گے تم
دل میں ذرا سوچنا کوئی ناطہ جوڑنے سے پہلے
اب حلق تو ہم تھے ایک ہی کشمی کے مسافر
طویل ہے سفر زندگی خیال رکھنا رستہ چھوڑنے سے پہلے
اس میں پیوستہ ہیں میری یاد کی کرچیاں بھی
مجھ کو یاد کرنا دبہر کی شال اوڑھنے سے پہلے
آج وہ کل بھی ہے اس دل میں رضا
اسے کہنا بتا دے مجھے چھوڑنے سے پہلے
(منیر رضا، ساہیوال)

مرکیون نہ گئی

— تحریر: سعد سعدیہ — اسلام آباد —

ریاض بھائی — السلام علیکم — امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ ایک کہانی مرکیون نہ گئی کے ساتھ آج حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گی اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں منتخب رہوں گی۔ یہ کہانی آپ کو کیسی لگی مجھے اپنی رائے سے آواز دے گا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار ہے گا۔ میری طرف سے سب قارئین کو نلوں بھر اسلام آباد۔

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت شخص اتفاق ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

میرا نام صبا ہے میرے چار بھائی ہیں ہم بہت غریب لوگ ہیں بڑی مشکل نے گزر بسر ہوتا ہے میں اکثر خالہ کے گھر راولپنڈی جاتی خالہ بازار جاتی بہت سی چیزیں لیتی میں بھی ساتھ ہوتی مگر میرے پاس پیسے نہ ہوتے میرا بھی دل کرتا میں یہ بھی یہ لوں وہ بھی لے لوں میں نے خالہ کے ساتھ جو خالہ لیتی میں ساتھ چوری کر لیتی یہ بات خالہ کو پتہ بھی میں کچھ چرائیتی ساتھ خالہ کو بھی دیتی بازار جاتی پیسوں کا کچھ نہ بیتی چرا کرتا کچھ لیتی۔

ایک دن لگا کے ایک لڑکا پیچھا کر رہا ہے پورے بازار میں خالہ یہ لڑکا روز ہمارا پیچھا کرتا ہے وہ دیکھو خالہ مجھے نہیں لگتا وہ چور وہ روز پاس آتا ہے میں کوئی چیز دینے کی کوشش کرتا آج تو س نے نہ ہی کر دی یہ لڑکا پتھر لیا کے آج بات سن لو میں نے پتھر مار دیا اور آ کے چل پڑی

اس نے پھر بازو پکڑ کے کہا۔ ایک اور مار لو لیکن بات سن لو یہ میرا نمبر لو۔ دغ ہو جاؤ۔ میں پھر چل پڑی وہ سامنے کھڑا ہو گیا۔ یہ لو مگر اور وہ شاپ کے پاس میری دکان میں جو لیتا ہے لے لو۔ میں نے نمبر لیا اس کے ہاتھ سے اب جاؤ دوسرے دن واپس گاؤں آگئی دو دن گزر گئے تیسرے دن میں گھر کا کام کر رہی تھی کہ گھر میں کوئی نہیں تھا امی ماموں کے گھر گئی تھی بہن بھائی سکول ابو کام پر ایک دم گھر میں کوئی آیا میں حیران ہو گئی وہ راولپنڈی والا بازار میں ملنے والا لڑکا وہ آتے ہی بولا۔

تم نے راولپنڈی کیوں نہیں کیا تم یہاں کیسے آئے اور کیوں آئے اب جاؤں گا نہیں تم مجھے اچھی لگتی ہو بہت

پاکل جو لیا: یوں تم اپنا نمبر دو تم نے تو کوئی رابطہ نہیں کیا۔

اف تم دفع ہو جاؤ۔ میں ڈر رہی تھی۔

میرا نام بلال ہے تم سے پیار کیا ہے بلا جان بول سکتی ہو۔

میں نے منہ توڑ دینا ہے میں کیوں جان کہنے لگی۔ میں غصہ سے بولی۔

اچھا تم کو اپنا نام تو بتاؤ۔ وہ پورا ڈنٹھ تھا کیوں کیا وجہ ہے۔

او کے مت بتاؤ میں بھی نہیں جانتا۔

اف کیا چیز ہو تم۔ صبا ہوں اب جاؤ امی آجائے گی۔

اب نمبر دو تو چلا جاؤں گا۔ وہ اسی انداز سے بولا تو مجھے مزید غصہ آ گیا۔ جی چاہا کہ ایک لگا دوں اس کو لیکن ایسا کرنا حماقت تھا۔ جب میں نے کہا

نہیں تو اپنا نمبر دے جائیں کال کر لوں گی۔ اس نے تہ کیا ہوا ایک کاغذ جس پر خون

سے لکھا تھا۔ جان سے پیاری تمہارا نام نہیں جانتا لیکن پہلی نظر میں تم سے پیار ہو گیا تھا دن رات تم کو

سوچتا رہا تھا اس لیے تمہاری خالہ سے تمہارے گھر کا یہ لیا میرا دل مت توڑنا زندگی میں پہلی بار کوئی

لڑکی اچھی لگی ہے آئی لو۔

بے خیالی بے خودی بے بسی دے گیا پتھر نے تیرے گھر سے اجنبی دے گیا۔

مجھے بھی وہ لڑکا اچھا لگا تھا اس کے جاتے ہی میں نے بال کو بیچ کیا کہ ایسے کوئی دیکھ لیتا تو بلال

کا بیچ آیا تو مار دیتا تمہارے لیے مرنا بھی منظور ہے بلال نے بتایا کہ اس کا بہن بھائی کوئی نہیں وہ

ایک ہی ماں باپ کا بیٹا ہے اس لیے اس کے ماں باپ بہت پیار کرتے ہیں ہم دونوں ہر وقت

باتیں کرتے کال پر میٹج پر میں تھوڑی دیر بات نہ کروں تو بال کا میٹج آتا قسم سے جان دے دوں

گا صبا دور مت جایا کرو میں جب بھی راولپنڈی خالہ کے گھر جاتی بلال سے ملتی بلال کی پیدائش کا

دن تھا میں نے گنت لیا اور بلال سے ملنے لگی وہ مجھے دیکھ کر سب کے سامنے پارک لے گیا۔

ذرا سی دل میں دے جگہ تو

ذرا سا اپنا بتالے بلال دونوں بازوؤں کو کھولے پھول مجھے دے کے جان آئی لو یو بلال

پتا ہے سب دیکھ رہے ہیں۔

بلال دیکھنے دو میں کل امی ابو کو تمہاری خالہ کے ساتھ تمہارے گھر بھیجوں گا۔

کیا چچ میں بلال کے گلے لگ گئی۔

پاس ایک بندہ بولا شرم کرو۔

نہیں لگا میں کچھ غلط کر رہی ہوں۔ اف کیا کر گئی دوسرے دن یہ بلال کی امی ابو اور خالہ کے

ساتھ آئے خالہ نے بتایا کہ بلال کے بارے میں اتنے خاندان کے ہیں لوگ اتنے تے اس لیے ابو

نے ہاں کر دی اب بلال کہتا ہے صبا دیکھ لو میری محبت سچی ہے ہم پوری رات فون پر بات کرتے

پھر بھی بلال دو دن بعد مجھ سے ملنے آتا بلال کی امی آئی شادی کی تاریخ لینے ہماری شادی کی تاریخ

پکی ہو گئی بلال کی کال آئی وہ بہت خوش تھا میں اپنے آپ کو دنیا کی خوش قسمت لڑکی سمجھنے لگی وہ بھی

بہت خوش تھا شادی والے دن میں دلہن بنی شیشہ دیکھ کے سوچ رہی تھی کہ بلال دیکھ کے پاگل ہو جائیگا۔

پھر بارات آگئی میں دلہن بنی کمرے میں بیٹھی تھی۔ بلال میری طرف دیکھتے ہوئے ماشاء

اللہ جان بہت پیاری لگ رہی ہو۔

بلال آپ بھی بہت پیارے لگ رہے ہو جاؤ بال آج گلے لگا کے بولو کے تمہیں مجھ سے

پیار ہے۔

نہیں بولوں گی سن لو۔ بلال کی آنکھیں بھیگ گئی میں نہ چاہتے بلال کے گلے لگ گئی بلال

میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں

خالہ بولی شرم نام کی کوئی چیز تم دونوں میں۔ تھوڑا نام مبر کر لو بہت جلدی ہے تم دونوں کو بلال

چاہے کیا گھر والوں کو رخصت کرنے کا وقت آگیا سب نے رونی آنکھوں سے رخصت کیا گاڑی کا

کافی لمبا سفر تھا بلال میرے ساتھ بیٹھا ہوا تھا بھی کوئی سرٹوٹی کرتا تو بھی کوئی آج میں جیت گئی تھی

میری محبت جیت گئی تھی بلال کا دوست بھابھی آپ بڑی قسمت والی بوا تپا پیار کرنے والا بلال

ملا۔

چل پار چپ کر کے گاڑی چلا۔

او کے او کے۔ اتنے میں گاڑی کس کے ساتھ نمرانی کچھ پتہ نہیں جب آنکھ ملتی تو میرے

بہن بھائی سب رو رہے تھے میں انھ کے چلنا چاہا تو پتا چلا کہ یہ بی ٹائیں ٹوٹ گئی ہیں سب کیوں

رو رہے ہو بلال کہاں تے اتے کچھ نہیں ہو سکتا نہیں بھی نہیں امی مجھے چپ کرواتے ہوئے اللہ کو یہ

منظور تھا میں رونی رہی بلال مجھے چھوڑ کے جا چکا تھا میری زندگی ختم ہو چکی اب میں ایک زندہ

لاش ہوں اور بلال کی یادیں ہیں بس۔

تیرے قریب کے لئے پھول جیسے

مکرم پھولوں کی عمریں مختصر ہیں

چلو پھر سے

چلو پھر سے اجنبی بن

جائیں ہم دونوں

نہیں یہ نہ ہو کہ یہ

تعارف روگ بن جائے

ہماری زندگی کا

میڈم فضا۔ آلہ آبادی

غزل

ہیں اب بچھر جانا چاہئے
خوابوں کو اب بکھر جانا چاہئے

شب جہراں کا آخری پہر ہے اب تو
وصل حج کو اب گھر جانا چاہئے

آج تو اس نے بھی آنے کا وعدہ کیا ہے
ابھی ہوئی زلفوں کو اب سنور جانا چاہئے

بن دروازہ دیکھ کر کہیں لوٹ نہ جائے وہ
شام ڈھلے اب گھر جانا چاہئے

راستوں کے نشان تک مٹ گئے ہیں
بتاؤ فضا اب کدھر جانا چاہئے

میڈم فضا۔ آلہ آبادی

نظم

تیرے آنکھیں ہیں تو چہرہ ہیں
آئینہ بھی ہیں دریا بھی

زباں بھی ہیں قلم بھی
خوشی اور غم کی بیم ترجمان آنکھیں

بظاہر چپ اصل میں بولتی آنکھیں
مگر دنیا بھلا کب جانتی ہے آنکھوں کے دکھ کو

نسیین خان۔ نور پور

میر احسن جمال کا شہرہ

۔۔ تحریر۔ نورینہ صدیق۔ ساہیوال۔

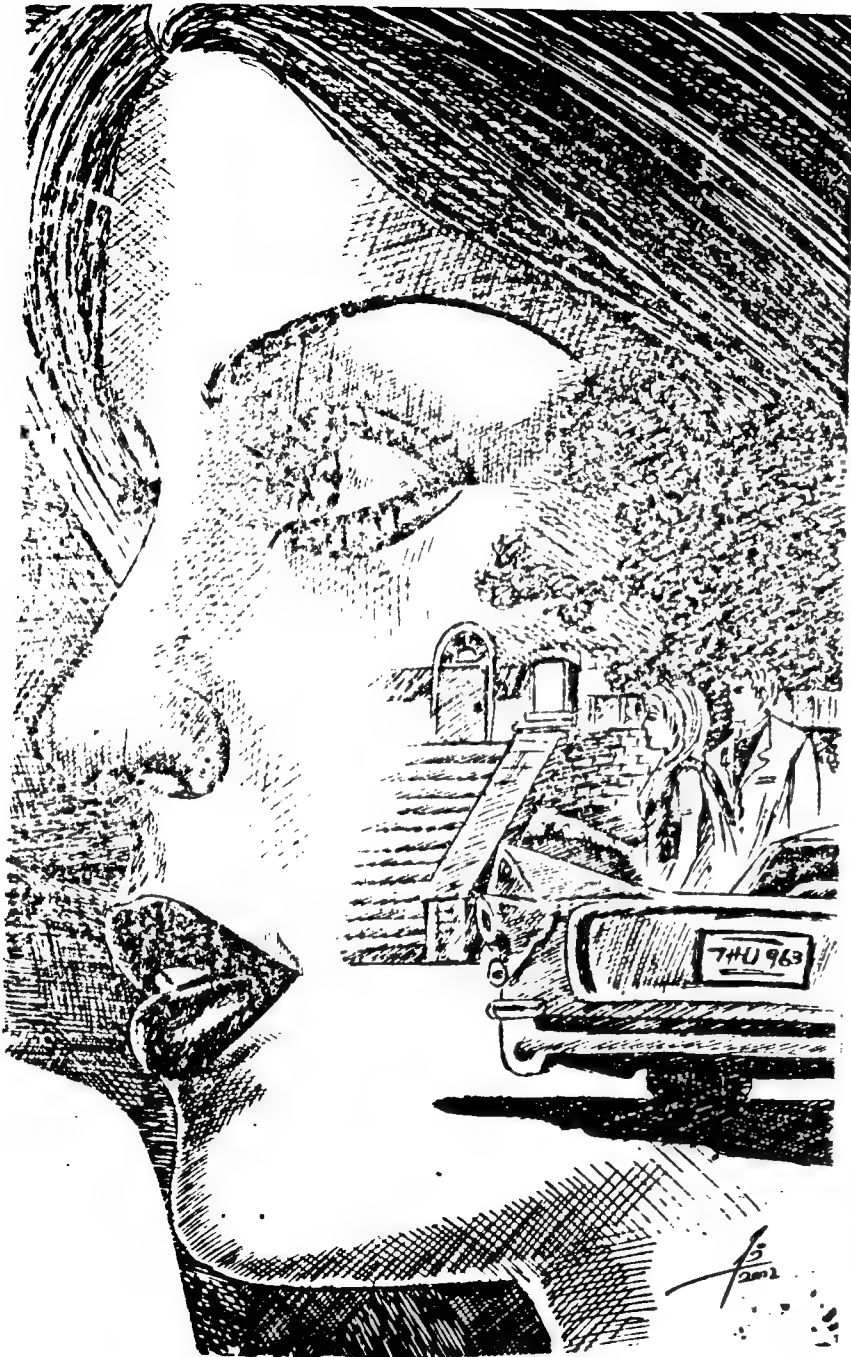
ریاض بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ ایک کہانی میر احسن جمال کا شہرہ کے ساتھ آج حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکر یہ کا موقع دیں گے اور آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گی اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتی رہوں گی۔ یہ کہانی آپ کو کسی لگی

لکھنے اپنی رائے سے نوازے گا جیسے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ میری طرف سے سب قارئین کو بخیر و سلامت۔
اور وہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور ملاقات شخص انتہائی بولی جس کا ادارہ یا راسخ

عمر شہریاری کہانی اسی کی زبانی سنتے ہیں۔
میں اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہوں میرے والدین مجھے بہت پیار کرتے تھے میرے ابو نے میرا نام شہریار رکھا تھا میرے ابو کے چھوٹے بھائی جو میرے چچا تھے اس کی بھی ایک ہی بیٹی، وہ بھی۔ وہ شہر میں رہتے تھے اور ہم گاؤں میں میرے ابو کی دکان میں کام کرتے تھے میں ہر سال پوزیشن پر آتا تھا۔ اس لیے میرے سر مجھے بہت پیار کرتے تھے اور میرا بہت خیال رکھتے تھے میرے میٹرک کے پیپر زتے میں بڑی محنت سے اور دل لگا کر پڑھائی کر رہا تھا ایک دن میرے سر بہت پریشان بیٹھے تھے میں نے مجھ سے کیا کہ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے جو اس طرح پریشان ہیں۔ میں سر کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن سر نے مجھے خود اپنے ہاتھ سے دیکھا اور کہا۔
جینا نام بہت سختی ہوا مجھے ہو خوبصورت ہو اور

بہادر بھی بہت ہو۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھنا کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی سے ضرور کام ہوتا ہے جیسے امیر کو غریب سے اور غریب کو امیر اور اگر مجھے تم سے کوئی کام بھی ہو مجھے کسی وقت باری ضرورت پڑے تو تم میرا ساتھ دو گے۔ تو سر کی اس بات کی سمجھ نہیں آ رہی تھی سر نے بات کو گول کر دیا تھا۔
تو سر مجھے کہتے تھے تم مجھے بھولو گے تو نہیں۔
میں نے کہا نہیں سر آپ میرے سر آج بھی ہیں اور کبھی بھی رہیں گے اور ہمیشہ رہیں گے۔
اس کا مطلب سر یہ نہیں میں میٹرک پاس کر لوں گا تو آپ کو بھول جاؤں گا بلکہ ہمیشہ آپ کو یاد رکھوں گا۔

اس کے بعد میں نے میٹرک کے پیپر دیئے تھے میں گھر میں فارغ ہوتا تھا میں اپنے ابو کے ساتھ کھیتوں میں جا رہے تھے کہ راستے میں میں نے دیکھا کہ ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی بھی وہ



ن قدر حسین تھی کہ نہ ہمارے گاؤں میں رح کی خوبصورت تھی اور نہ ہی قریب کے میں بھی۔ وہ بے مثال حسن و جمال کا شہرہ لگی دیو تھی وہ بے پاس آئی اور کہنے لگی جانا ہے آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ انم کا گھر ہے۔

میں نے کہا جی وہ میرے سر ہیں ان کا گھر لگی میں ہے بزرگ کا گھر ہے۔ اگر آپ تو میں چھوڑ آتا ہوں۔

وہ بولی نہیں سندس آپ نے اتنی تفصیل دیا ہے اب میں خود ہی چلی جاؤں گی وہ طرف دیکھ کر مسکرا کر بولی اور چلی گئی۔ میں طرف ہی دیکھتا رہ گیا۔ میں گھرواپس آیا تو بہن میں ایک ہی سوال تھا کہ وہ کون ہے اسے آئی ہے اور میرا شرف کی کیا لگتی ہے مجھے بہت اچھی لگی تھی اور میں نے اس کی اپنے دل میں سجائی تھی۔

اس طرح دن گزرنے لگے میں ہمیشہ کی اس بار بھی فرسٹ پوزیشن پر آیا تھا میرے بہن میری اس کامیابی پر بہت خوش تھے اور میاں کی دعا میں کرتے رہتے تھے۔ اس کے بہن نے ابوتے شہر کا کالج میں داخل کروا دیا وہ میں ہوسٹل میں رہنے لگا۔ میں وہاں پر بھی دن اتنے لڑکے پڑھائی کرتا تھا ادھر میں ہر ماہ میں ایک رکھڑ آیا کرتا تھا۔ جب گھر آتا تو سر سے ضرور لٹکے لیے جاتا تھا ایک دن میرے گھر سے فون میری امی نے بتایا۔

جینا تمہارا۔ ابو بہت بیمار ہیں بار بار زبان پر نام آتا ہے اس کو مل جاؤ وہ تمہیں بہت یاد ہے میں اور جب میں گاؤں واپس آیا تو ابو کی

حالت دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو نکل آئے ابو کو وہ بارہول کا ایک ہوا تھا لیکن حالات کی وجہ سے وقتی طور پر مکمل علاج نہ کروا سکے ہم اتنے امیر نہیں تھے لیکن پھر بھی اللہ کا شکر ہے کہ ہمارا گزارہ ہو رہا تھا۔ میرے ابو کیتھوں میں سبزی لگاتے تھے اور بیچتے تھے میں اپنے سر سے ملے کیا تو سر گھر میں نہیں تھے شہر بانو گھر میں اکیلی ہی تھی میں اس کی طرف ہی دیکھتا رہا اور وہ جلد ہی سے بولی۔

پہلے بھی خوبصورت لڑکی نہیں دیکھی کیا۔ دیکھی جی نہیں آپ جیسی نہیں دیکھی میں نے دل میں موقع اچھا ہے محبت کا اظہار کر دوں تو میں نے شہر بانو سے کہا کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے تم سے پیار کرنے لگا ہوں۔

شہر بانو نے کہا محبت کا اظہار ایسے نہیں کسی اور طریقے سے کرتے ہیں اس طرح تو ہر کوئی کہتا ہے کہ مجھے تم سے محبت ہے آئی لو بو۔ مجھے تم سے پیار ہے۔ تم کوئی اور الفاظ استعمال کرو۔

تو پھر۔۔ میں نے کہا آپ کے پاؤں اتنے خوبصورت ہیں کیا آپ کے پاؤں میرے بچوں کے لیے جنت نہیں بن سکتے وہ مسکرا کر میرے پاس آئی اور میرے ہاتھ پکڑ کر اس نے بھی محبت کا اظہار کر دیا اور کہا۔

آپ کے ہاتھ اتنے خوبصورت ہیں کیا آپ کے ہاتھ پکڑ کر میں زندگی بھر نہیں چلی سکتی۔ پھر ہم نے کئی وعدے قسمیں کھائی اور ساتھ جینے مرنے کی کئی عہد و پیاں کیے جب میں کھر جانے لگا تو اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگی کہ مجھے چھوڑ نہ دنیا میں تمہارا۔ بغیر سر جانوں گی۔

میں نے کہا میری جان ایسا کبھی نہیں ہوگا کہ

میں تمہیں چھوڑ دوں اور پھر میں گھر چلا گیا۔ میرے ابو نے مجھے کہا جینا تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں میری زندگی کا کوئی پتا نہیں کہ میں کب سر جاؤں لیکن میری خواہش یہ ہے کہ تم اپنے چچا کی بیٹی نادیا سے منگنی یا نکاح کر لو۔ جتنے دن میں زندہ ہوں تمہاری خوشی دیکھ لوں اور میں اس پر ناخوش تھا کیونکہ میرے دل میں تو اور ہی تھی۔ اس بات کو میں نے اپنے اندر ہی دفن کر لیا اور ابو کی حالت دیکھ کر ہاں کر دی اور میں نے نادیا سے نکاح تو نہ کیا منگنی کر لی اس بات پر میرے ابو بہت خوش تھے کہ آخر شہر یار میرا بیٹا ہے میری بات نہیں مانے گا تو اور کس کی مانے گا چچا جان بھی اس بات پر خوش ہو گئے کہ کھر کی بیٹی کھر میں ہی رہ گئی۔ نادیا یہ کوئی بہت خوبصورت لڑکی نہیں تھی کھلتی ہوئی رنگت اور تینکا ناک اور سیاہ درمیانی آنکھیں دیکھنے والوں کو خنک کر رہ جاتے تھے۔ پھر میں سر کے گھر گیا سر بہت بیمار تھے اپنے مرض کو اندر ہی چھپائے جی رہے تھے جب میں نے سر کی حالت دیکھی تو میری آنکھوں سے آنسو آ گئے اور سر مجھے دیکھ کر بولے۔

آؤ جینا کیسے ہو میں تو سمجھا کہ وہ لڑکوں کی طرح تم بھی مجھے بھول گئے ہوں گے۔

میں نے سر سے کہا سرجی میں نے آپ سے وعدہ دیا تھا کہ جب تک میری زندگی ہے آپ سے متا رہوں گا اور پھر سر نے اپنی بیٹی کو آواز دی جینا شہر یار بیٹے کے لیے چائے بنا کر لاؤ۔

میں تو اس کی طرف دیکھتا ہی رہ گیا کیونکہ اس کا وہی رید عمر کا سوٹ پہنا ہوا تھا جو میں نے اس کو گھٹ کیا تھا وہ لڑکی ہے کہ آسمان سے اتری ہوئی پڑی پڑی پتلیں سر نے اس کو کہاں چھپا کر رکھا

تھا۔ وہ میرا شہر میرے حسن جمال شہر ہے۔ بھی زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی۔ میں نے جان بوجھ کر سر سے کہا۔

سر پہلے بھی میں آتا ہوں مگر آپ کے گھر میں اس کو تو ابھی نہیں دیکھا۔

سر ہنستے ہوئے بولے جینا شہر میں پڑھتی ہے اور ہوسٹل میں رہتی ہے ایک دو ماہ میں مجھے مل کر جانی ہے۔ سر کہتے جینا شہر یار میں آپ کو اپنا بیٹا سمجھتا ہوں اور تم اس بات پر قائم رہنا۔ اور مجھ سے وعدہ کر دو کہ جو بات میں تم سے کروں تم اس کو ضرور پورا کرو گے۔ میں نے اپنی بیمار کی وجہ سے زیادہ دن زندہ نہیں رہنا اور میں اپنی بیٹی شہر بانو کا رشتہ تیرے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ بچپن میں ہی ایک آفتاب نام لڑکے سے کئی گھر و لڑکا ٹھیک نہیں ہے میں اپنی بیٹی کی زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا اس لیے یہ رشتہ میں تیرے ساتھ کرنا چاہتا ہوں تو میری بانو کو خوش رکھنا اسکو کبھی کسی چیز کی کمی نہ ہونے دینا اور میں نے سر کو ہاں کر دی ایسے میں کیسے انکار کر سکتا اور پھر میں وہاں سے واپس آ گیا نہر کے کنارے پر بیٹھ گیا اس سوچ میں گم تھا کہ آخر میں کروں تو کیا کروں۔

ایک بابا جی کافی دیر مجھے یونہی پریشان دیکھ رہا تھا۔ اور پھر میرے پاس آیا مجھے کہا جینا کیا وجہ ہے تم بہت پریشان لگ رہے ہو میں نے کہا بابا جی بس یہی سمجھ لو آگے آگے چھپچھپاؤ تو مجھے بابا جی نے کہا

جینا اللہ پر یقین رکھا کرو صبر کرو صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے تمہیں صبر کا پھل ضرور ملے گا۔ اور پھر میں شہر چلا گیا تیسرے دن شہر بانو نے مجھے بتایا کہ ابو کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ بات سن کر مجھے

بہت دکھ ہوا۔

اس طرح دن گزرتے گئے ایف اے کے پیپر دے کر فارغ ہو گیا۔ ادھر شہر بانو نے ایک گھر شہر میں خریدا تھا وہ اس میں ہی رہتی تھی اور میں ہوسٹل میں رہتا تھا پیپر دینے تو فارغ ہی تھا تو میں نے سوچا کہ گھر چلا جاتا ہوں جب شہر بانو کو بتانے ان کے گھر گئے تو مجھے ہنسنے کی آواز آرہی تھی ابھی میں ۱۰ واڑیہ پر بیٹھا تھا کہ میرا نے سنا وہ اس کی دوست بنی تھی جو اب وہ رہتی تھی یار بانو کی نہیں اس کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا وہ تو تم کو دل و جان سے چاہتا ہے بہت کرتا ہے اور تم اس کو دھوکا دے رہی ہو یا تو اتنی اس سے بڑی بے دردی ہو رہی ہے میں نے تو شہری کے ساتھ بہت کا فارغ کیا ہے میں نے تو اپنی لائن سیدھی کر لی تھی جو کہ خود بخود ہی ہو گئی۔ جب ابو کو کہا کہ میں نے شادی کر لی ہے تو آفتاب سے ورنہ اور کسی سے بھی نہیں تو ابو مان نہیں رہے تھے میں نے ابو کو مروانا ہی نہ تھی وہ بھی شہری کے ہاتھوں اس لیے میں نے شہری کے سامنے اس طرح بن سنور کے جالی تھی کہ وہ میری محبت میں خود بخود ہی پاگل ہو جائے اور میں جان بوجھ کر اپنی ادا دیکھاتی تھی میری ہر ادا کو اس ادا بھی اور وہ سچ سچ میری محبت میں پاگل ہو گیا شہری کی قسمت اچھی تھی جو مجھ سے بچ گئے ابو کی جتنی زندگی بھی وہ گزار گئے۔ جب اس کی دوست نے یہ کہا نہیں یار بانو تم نے اس کو دھوکے میں رکھا ہے اس کے ساتھ تم نے بہت غلط کیا ہے تو پھر شہر بانو نے کہا اچھا تو تم یہ چاہتی ہو کہ میں ایک غریب لڑکے سے شادی کر لوں جس کا باپ ہمزی بیچتا ہے اور کچے مکان میں رہتے ہیں۔ میں کہاں اور وہ کہاں اس شہری کی

کیا اوقات ہے جاہوں تو ایسے لڑکوں کو اپنے پاؤں کے برابر نہ سمجھوں ایسا کبھی نہیں ہوگا میں اس سے محبت نہیں کرتی تھی اس کی کیا اوقات اور اس کے باپ کی۔ میں نے تو اپنے آفتاب سے ہی شادی کر لی ہے ایک ہی لالہ ہے اکلوتا جائیداد کا وارث اور شہری جیسے تو میرے آگے پیچھے ہوتے ہیں اور مجھے بہت غصہ آیا جب اس نے میرے باپ کو اس طرح کہا میں اپنی بے عزتی برداشت کر سکتی تھی لیکن اپنے باپ کی نہیں اور میں نے اسے اندر چلا گیا میں نے اس کے منہ پر دو تین تھپہ مارے میں نے کہا بہت غور کر لی ہو تو اپنے حسن پر اس کا انجام بہت برا ہوگا۔ دیکھا تاہوں نہیں۔ بانو یوں۔ تم کون ہوتے ہو مجھے اس طرح کہنے والے دیکھ کر میں آفتاب سے فنی شادی کروں گی میں نے کہا تم جتنے نہیں اپنے آپ کو دھوکہ دے رہی ہو وہ میں جو دھوکہ دیتا تھا وہ اب دے گیا وہ تو پورا کرنا چاہتا تھا لیکن یہ بہت اچھا ہوا کہ تو نے وقت سے پہلے ہی اپنی اسلیٹ دیکھادی۔ بانو یوں اب میرے ابو میرے ہیں اس کے مرنے کے بعد جو کچھ میں مرضی کروں تم کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ اور میں اپنے گھر واپس آ گیا اپنے کمرے میں بیٹھ کر خوب رویا کہ میرے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ کیا ہے اس نے۔ مت حوصلہ در دوں میرے کو در دوں میں ہی چسپا رہے تو اچھا ہے آفتاب ایک دھوکے باز فریبی لڑکا تھا پتہ نہیں اب تک اس نے کتنی لڑکیوں کو دھوکے میں رکھا تھا شہر بانو بھی اس کے جال میں پھنس چکی تھی

غزل

تو مجھے چاہے ایسی قسمت کہاں تھی
کہاں میں کہاں تو یہ نسبت کہاں تھی
تیری بے رخی سے یہ دل مضطرب تھا
میرا حال جانے یہ فرقت کہاں تھی
میری چاہوں کی تجھے خبر کیا ہو
تو سوچے مجھے تیری نفرت کہاں تھی
تجھے اپنے من سے نکالوں تو کیسے
میں پا لوں تجھے یہ سعادت کہاں تھی
جو بن جاتا میرا ہمسر کہیں تو
بھلا ایسی اپنی قسمت کہاں تھی
جو سن کے تو نے نگاہیں جھکا لیں
یہ لوح تھا میری حکایت کہاں تھی
تو جو کچھ بھی تھا اک وہم تھا صبا کا
غریب نظر تھا حقیقت کہاں تھی
یسین خان۔ نور پور

گل حیرا رنگ چرا لائے ہیں گلزاروں میں
جل رہا ہوں بھری برسات کی بوجھاروں میں
مجھ سے کترا کے گلزار جا اے جان حیا
گل کی لو دیکھ رہا ہوں تیرے رخساروں میں
حسن بیگانہ احساس جمال اچھا ہے
خشنے کھلتے ہیں تو کب جاتے ہیں بازاروں میں
ذکر کرتے ہیں تیرا مجھ سے بے زبان جفا
چارہ گر پھول پرو لائے ہیں کھواروں میں
مجھ کو نفرت سے نہیں پیار سے مطلوب کرو
میں تو دہل ہوں محبت کے تہہ کاروں میں
یسین خان۔ نور پور

آفتاب نے اس کو دھوکے سے اپنے گھر بلایا کہ
میرے والدین آپ سے ملنا چاہتے ہیں لیکن ایسا
نہیں تھا وہ اکیلا نہیں تھا اس کے من اور دوست
بھی تھے انہوں نے ملی کر شہری کی عزت کو داغدار
کر دیا وہ اپنی بے عزتی برداشت نہ کر پائی اور نہر
میں چھلانگ لگا دی اور موت کو گلے لگا لیا۔ لیکن
اللہ کا شکر ہے کہ میں نے نادیدہ سے شادی کر لی تھی
میرے چار بچے ہیں اس بات کو بارہ سال ہو گئے
چس میں نے اس بات کا ذکر اپنے گھر والوں سے
نہیں کیا تھا۔

قارئین کرام کسی گلی آپ کو میری کہانی اپنی
رائے سے مجھے ضرور نوازے گا میں آپ کی رائے کا
شدت سے انتظار کروں گی اور آخر میں ایک غزل
زندگی ملتی ہے ایک بار
موت آتی ہے ایک بار
پیار ہوتا ہے ایک بار
دل ٹوٹتا ہے ایک بار
جب سب کچھ ہوتا ہے ایک بار
پھر تیری یاد کیوں آتی ہے بار بار

اُتر گیا

شروع شروع میں میں نے سوچا تھا
کہ یہ عشق کا بھوت ہے
چند دنوں میں
اُتر جائے گا
اور واقعی ہی یہ اتر گیا
جانتے ہو کہ ہاں دوح میں
سہیل احمد جھنگ

پالیا ہے پیار تیرا

-- تحریر: محمد ارشد۔ شجاع آباد۔ 0306.8682480 --

ریاض بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک کہانی پالیا پیار تیرا کے ساتھ آج حاضر ہو رہا ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گا اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتا رہوں گا۔ یہ کہانی آپ کو ایسی لگی مجھے اپنی رائے سے نوازے گئے مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ میری طرف سے سب قارئین کو خلوص بھر اسلام
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں و مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔

باجی کی رسم منگنی تھی میں بھی خوب جج جج کر تیار ہوا تھا گھر میں کافی مہمان آئے ہوئے تھے ان میں باجی کے سسرال سے بھی کچھ لڑکے اور لڑکیاں بھی تھیں جو ڈھولک پر گیت گا رہے تھے انہی میں وہ لڑکی بھی تھی جس کا نام کنول تھا یہ دلہانہ کی نہ جانے کیا لگتی تھی مگر بہت سے نمایاں تھی اس کی آواز اچھی تھی اچھی پیاری آواز اللہ کی دین ہے لیکن کنول کی صورت دیکھ کر اللہ کا خوف محسوس ہوا نہایت ہی بد شکل تھی یہ کہوں نہ کہوں کہ بد صورتی اسل پر ختم تھی رسم ختم ہو گئی مہمان چلے گئے ہم بھی بہت تھک گئے تھے صبح بھانہ بھٹ کا کچا پنچا چھنی کے وقت میرے ہم جماعت ابرار نے ایک خط دیا کہنے لگا۔

یہ تمہارے لیے ہے میرے ایک رشتہ دار نے دیا ہے ہر جا کر بڑھ لیانا۔
میں کچھ نہ سمجھا لیکن دبا لے کر گھر آ گیا تو کو

خدا جانے کیسے اس کو دیکھتے ہی میرے دل میں اس کی محبت جو گئی۔ اس نے مجھے دیکھ کر اپنا منہ چھپا لیا وہ نہ امت محسوس کر رہی تھی وہ موقع کی تلاش میں تھا کہ کس طرف بات کی جائے۔

ہے سامنے آئے تو معذرت کر لی جائے ایک نعل گیا جب وہ پری کے کپڑوں سلوانے مر باجی کے کپڑوں کا سازمانگئے آئی تو باجی نے پرتاپ لکھ کر دیا اور کہا کنول دے دو

میں نے اس کاغذ کی پشت پر معذرت لکھی ہے میں جانے کیا لکھ بھیجا خدا را معاف کر جی کی شادی ہوگئی میں ان کے گھر آنے کا ہماری چاہت کا سوائے میری بہن کے کو پتہ نہیں تھا ایک دن کنول اور میں چھت پر جا کر رہے تھے وہاں اس کا کزن اسحاق آگیا نے بھانپ لیا کہ ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں وہ کنول میں دلچسپی لیتا تھا ان کے چچا کا بیٹا تھا گھر بھی قریب تھا اب وہ ان کے گھر آباد آنے لگا تھا کنول کی ابھی تک کہیں بات نہیں آئی تھی کنول کا روشن امکان تھا کہ ہماری شادی ہوئے گی دوسری طرف باجی کی سالگرہ پر میں تھا اور اسحاق بھی وہی تھا اس نے اپنی بیٹی سے میرا دل موہ لیا اور کہنے لگا تم اچھے لڑکے ہو جی چاہتا ہے تمہیں دوست

میں نے جواب دیا ہن جاؤ۔ ہماری دوستی کی ابتدا ہوئی جب وہ بہن کے جاتا میں بہن کے گھر جاتا وہ بھی آ جاتا اور ہم کے لئے بھی اکثر چلے جاتے تھے ایک دن نے باتوں باتوں میں اپنی محبت کی فرضی سنادی اور مجھے کہا کہ تم بھی کسی سے پیار ہو۔

سائے کہا ہاں کنول اور وہ بھی مجھ سے کرتی میں وہ راز اگلوٹا چاہتا تھا اب کنول کی

سالگرہ کا دن آگیا میں اسکے لیے پریم اور سوٹ خریدی اور سالگرہ کے روز جا کر تحفہ میں دیا لیکن سب سے چھپا کر خدا جانے کس طرح اسحاق کو پہنچا چل گیا اس نے میرا گفٹ کنول کے روم سے چرا کر کسی دوسرے لڑکے کو دے دیا جب میں کنول سے ملنے ان کے گھر گیا تو اسحاق مجھے ملا اور کہا کہ تم جس لڑکی سے محبت کرتے ہو وہ ٹھیک نہیں ہے اس کا بہت سے لڑکوں سے چکر ہے اس نے مجھے ایک لڑکے سے ملوایا اور کہا کہ تو نے جو گفٹ دیا ہے اس نے وہ گفٹ اس لڑکے کو دیا ہے جبکہ مجھے چرانے والی بات کنول نے بتائی تھی کہونکہ وہ جانتی تھی کہ ارکان کا دل ٹوٹ جائے گا میں اسکی باتوں میں آگیا اور اپنے گھر واپس چلا گیا اس لڑکے نے کہا ارکان یقین کر دو کنول مجھ سے محبت کرتی ہے بتا چکی ہے کہ تم کو بے وقوف بنا رہی ہے لیکن شادی مجھ سے ہی کرے گی

وہ لڑکا کافی خوبصورت اور پینڈ سم اور معصوم تھا اس پر اسحاق نے کہا تم احتیاط کرو کنول کا کوئی بھروسہ نہیں ہے لڑکوں کو چکر دینا اسکا مشغلہ ہے بس اس دن ان لڑکوں کی باتوں نے مجھ پر بجلی گرا دی تھی اگلے روز کنول ہمارے گھر آئی میں نے اس کو خط لکھا کہ تم مجھے اب مزید بے وقوف نہیں بنا سکتی اور آئندہ میرے بارے میں سوچنا بھی نہ میں نے اب تہیہ کر لیا تھا کہ اب اس بے وفا کی شکل بھی نہیں دیکھوں گا اس نے کوشش کی کہ مجھ سے بات کرے جو غلط فہمی سے دور ہو جائے مگر میں غصے میں اندھا ہو گیا تھا اس کی کوئی بات نہ سنی اس نے منت سماجت کی کہ ایک بار بات تو کرو آج معاف کر لیا ہے میں نے کہہ دیا اب کہنے سینگے کچھ نہیں رہا بالآخر کنول مجھ سے مایوس ہو رہی تھی

کنول کی والدہ انہی دنوں اس کی شادی کی تک دو دو میں بھی اس کی والدہ نے بار بار پوچھا کہ کنول کوئی لڑکا پسند ہے تو تیار دو ورنہ میں اپنی مرضی سے آپ کی شادی کر دوں گی کنول نے کہہ دیا کہ جو لڑکا مجھے پسند تھا اس نے مجھ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے اب آپ کی مرضی باجی نے مجھ سے بات کی تو اتنو یہ کہہ کر خاموش کر دیا کہ اس فراڈی دیوی سے میں نے شادی نہیں کرنی یوں میری کم مائی سے خود میری محبت کا باغ اجڑ گیا وہ چالاک لڑکا جس کا نام اسحاق تھا اپنی جال میں کامیاب ہو گیا یوں خود اپنی کوششوں سے کنول کا دوبابائے میں کامیاب ہو گیا۔

ایک روز اس نے باجی سے شکوہ ضرور کیا بھائیچا آپ کے بھائی نے مجھ پر بہت ستم ڈھایا ہے بھائی جان کم از کم ارکان سے پوچھ کر اتنا تو بتائیے کہ میرا تصور کیا ہے کیا وہ بھی بغیر بتائے ٹھکرا دیا باجی کی بات سن کر میں رو پڑا اور بتایا کہ میرا دیا ہوا تحفہ اس نے کسی لڑکے کو دیا ہے اور اس لڑکے نے قسم کھائی ہے کہ کنول تمہارے ساتھ دل لگی کر رہی ہے اور جب باجی نے حقیقت بتائی تو میں سن کر سن ہو کر رہ گیا ہاتھ ملنے لگا کہ نادانی میں کیا کر دیا اس قدر چالاک سے اس نے نجمہ بھائی نے مجھے بدگمان کر دیا میرے والدین کو بھی کنول پسند تھی اس سے میرا بندھن پانہ ہٹا چاہتے تھے جی سے لوگوں کی باتوں پر یقین نہیں کرنا چاہئے اپنے بیٹا کو نہیں آزمانا چاہئے ورنہ قسمت روٹھ جاتی ہے کنول کو کھونٹے کے بعد گویا خوشیاں روٹھ گئی تھیں کبھی دل سے نہ مسکرایا تھا معلوم نہیں وہ اسحاق کے ساتھ خوش ہے یا نہیں وہ اپنی بیوی کا خیال رکھتا ہو گا کہ نہیں میں نے اب تہیہ کر لیا کہ اس

لڑکے کو سبق سیکھانا ہے۔ ایک روز میں نے اس کو بازار میں دیکھا تو پستول نکال کر گولی مار دی جس سے وہ بچ تو گیا تھا لیکن بعد میں مر گیا میں دو سال عذاب میں رہا پھر ابونے میں لاکھ دے لے کر میری جان چھڑوائی پھر میں نے آکر رشتہ مانگا تو انہوں نے رشتہ دے دیا اب میں سعودی عرب میں بینک میں تھا اب ملازمت چھوڑ کر واپس آگیا تھا اور اب اپنا کاروبار کرنا چاہتا ہوں کنول میرے ساتھ بہت خوش ہے۔

تیرا درد!

تیرا	درد	تھا	میری	یاد	تھی
میں	جہاں	رہا	میں	چہر	کھیا
میرا	دن	تو	ہوئی	مگر	کھیا
جونی	شب	ہوئی	میں	کھر	کھیا
اس	بادل	کا	میرے	یاد	سے
جوا	میں	جہ	حراج	تھا	
کبھی	ٹوٹ	کے	میں	کھیا	
کبھی	بے	دلی	سے	مگر	کھیا
مجھے	دھوکے	کا	وہ	کلی	کلی
تو	خبر	ملے	کی	میں	مر
ابھی	تج	ہے	وہ	میرے	نام
میرے	بہ	ملا	میں	دوست	
وہ	جھپٹیں	کو	بدک	کے	پوچھے
کہ	کہیں	ہے	وہ	کدھر	کھیا

سہل پھر انجرا لیس

آرزو میں ہی زندگی مگر جاتی ہے روئی وجہ آرزو بھی سمجھ نہیں آتی

عبدالباری روئی چونک

بہت شک ہوں تیری نوکری سے اے زندگی مناسب ہی ہے میرا حساب کر دے

محمد زبیر شاہد ملتان

پچھتاوہ

- تحریر - کائنات ظفر - مندی بہاؤ الدین -

ریاض بھائی - السلام علیکم - امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک کہانی پچھتاوہ کے ساتھ آج حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گی اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتی رہوں گی۔ یہ کہانی آپ کو ایسی ملی مجھے اپنی رائے سے نوازے گا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ میری طرف سے سب قارئین کو خلوص بھر اسلام
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت نفس اتفاقیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رائرز ذمہ دار نہیں ہوگا۔

ہم سب جیسے ہی گاؤں میں انٹر ہوئے تو سارے لوگ اپنے کام کاج چھوڑ کر ٹکڑے تیری طرف دیکھنے لگے۔
یار یہ سب ایسے مجھے کیوں دیکھ رہے ہیں میں نے اشعر تے پوچھا۔
چوری کی ہو اور اب اس جنم میں ان لوگوں نے تجھے پہچان لیا ہو اس وجہ سے یہ لوگ تمہیں دیکھ رہے ہیں وہ دیکھ رہے ہو جہاں آنکھوں ہی آنکھوں میں بچھ کر رہا ہے دیکھ بیٹا ہم نے نہیں اس جنم میں پہچان لیا ہے کیونکہ پچھلی بار تو بھاگ گیا تھا اب تیری خبر نہیں۔ وہاں کے پوچھنے پر اشعر نے خالص لہجہ جواب دیا۔
یا لعنت ہے تجھ پر کبھی تو سر میں ہو جایا کرو برہمیت جو کرنا رہتا ہے۔ وہاں نے اشعر کے جواب - خالص چکر کہا۔

اونیلو - جو کر کس کو بولا جو کر ہوگی تیری تیری -- تیری۔ تیری۔ تیری۔ تیری۔
ہاں ہاں بول شایاش بول کون میری بول بول۔ اشعر کے لفظ تیری ہی اٹکنے پر وہاں نے کہا۔ لیکن وہ آگے سے کچھ نہ بولا تو تنگ آ کر وہاں ہی نے اس کی نظروں کے تعاقب میں سڑ کر دیکھا تو پچھلے دادو کو غصے سے اپنی طرف دیکھتے ہوئے پا کر معا کر ادھر ادھر دیکھنے لگ گیا پھر شروع ہوئے تم دونوں موقع مول دیکھتے ہو نہ جگہ بس شروع ہو جاتے ہو بڑے کیوں کی طرح لڑنا۔ دادو۔ و۔ و۔
ان کے ساتھ کھڑی لڑکیاں اپنے اوپر الزام لگتے دیکھ کر وہ بے چاری بھی لفظ دادو پر ہی اٹک گئی کیونکہ یہ سب اشعر اور وہاں کو ڈانٹ پڑتے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ لیکن دادو کے اینڈ والے الفاظ پر تڑپ کر دادو کو دیکھا اور کہا۔
ہم کدھ کوئی لڑائی ہیں دادو جان۔

عائشہ نے مسکرا کر دادو کو کہا تو آگے سے دادو نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ بھی چپ کر گئی با دادو سب کے سامنے انسٹ ہی نہ ہو جائے کیونکہ ان کی پیاری دادو جان جب بے عزتی کرنے پر آتی تھی ایسی عزت افزائی کرتیں کہ اگلا بندہ سوچتا کے شانے سے غائب ہی ہو جائے سوسب کی یہ ہی کوشش ہوتی تھی کہ جب دادو باس ہو تو انسان کے بندے ہی بن کر رہیں لیکن جتنی بھی کوشش کرتے غلطی ہو ہی جاتی۔

اچھا چلو انور نصرت انتظار کر رہی ہوگی تو وہ سب اپنے اپنے ایک اٹھائے اندر چل دیئے اشعر اور عائشہ دونوں تین بھائی تھے جبکہ دواج اپنے ماں باپ کا کھانا تھا یا اشعر عائشہ کے تایا بوکا بیٹا تھا جب کہ سونیا اور ماہم دونوں بیٹیاں تھیں کہ یہ اشعر اور عائشہ کے چاچو کی بیٹیاں تھیں یوں سارے کزنز میں دواج بڑا تھا دواج پچھلے کچھ سالوں سے تعلیم کے لیے لندن میں تھا اور اسے آئے ہوئے ایک ہفتہ ہوا تھا جب اسے پتہ چلا کہ اس کی چھوٹو نصرت جو کہ گاؤں میں رہتی ہے اس کی بڑی بیٹی کی شادی ہے سو وہ سارے کزنز اپنی دادو کے ساتھ ایک ہفتہ پہلے آگئی تھی کیونکہ بچوں میں خاندان کی پہلی شادی تھی تو اس وجہ سے سب بہت ایکساٹڈ تھے اور ان لوگوں کے ماں باپ نے کہا تھا کہ ہم لوگ مہندی والی رات کو آئیں گے یوں یہ اپنی دادو جہاں آراہنگ کے ساتھ آگئے تھے۔

اس وقت وہ سب حال میں بیٹھے ہوئے تھے اور سب چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ اچانک سے ایک کالی سیاہیلی جہاں پہ لڑکیاں بیٹھی ہوئی تھیں وہاں بالکل ان کے درمیان میں آکر

گری تو ان سب کی چٹخیں نکل گئی اور چائے والے کب نیچے کارپٹ پر گر کر سارے کارپٹ کو خراب کر گئے اور وہ سب بھاگ کر اوپر صوفے پر بیٹھی ہوئی دادو کے پاس آگئی تھی لیکن پھر انہیں کسی کے ہنسنے کی آواز آئی تو انہوں نے مرکز دروازے کی طرف دیکھا جہاں اشعر دواج اور صاحب منہ پر ہاتھ رکھے اپنی ہنسی کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہے تھے تو دادو اور ان کی چھوٹو کو ساری بات سمجھ آگئی تھی کہ یہ ان لوگوں کی شرارت ہے چھوٹو نے اٹھ کر وہ لٹی اٹھائی جو چابی پر چلنے والا ایک کھلوتا تھا جب ساری کزنز نے یہ دیکھا کہ وہ ایک آرنی فیضل کیٹ تھی جس سے انہوں نے ڈرایا تھا تو وہ اپنی انسٹ پر بلایا کر رہ گئی عائشہ نے کہا

تم لوگوں کو شرم نہیں آتی ہمیں ڈراتے ہوئے اکر۔۔۔ اکر۔۔۔ اکر وہ اگر پر ہی رک گئی تو پھر دادو نے سب کو چپ کر دیا اور کہا۔ جاؤ پجورات کے گیارہ بج گئے ہیں اب سو جاؤ تو وہ سب دادو اور چھوٹو کو گنڈاٹت کہہ کر سب جب بیڑیوں پر چڑھ کر اوپر اپنے اپنے روم میں جانے لگے تو۔۔۔

سنو کزنز کو لڑکیا کچھ دیر کے لیے اوپر میز پر نہ چلیں تھوڑی سی ٹھنڈی ہوا کھانے کے لیے۔ اوکے چلو سب نے ایک دم کہا اور رچھت پر چلے آئے۔ وہ سب چھت پر پڑی ہوئی لیکن کی گریسیوں پر بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے کہ دواج نے ندا اور دلہن کو کہا

جب میں گاؤں میں داخل ہوا تھا تو سب لوگ مجھے گھور رہے تھے حالانکہ باقی سب تھے لیکن انہیں اس طرح نہیں دیکھ رہے تھے جسے مجھے حیرت دیکھ رہے تھے

اشعر نے کہا اوہیلو تمہارا کیا مطلب ہے تم زیادہ خوبصورت ہو اس وجہ سے تمہیں سب دیکھ رہے تھے اور ہم سب کو بے ہیں ہاں بتاؤ۔ لیکن آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ تم سے کم نہیں ہیں اوکے۔ اشعر کی اس باپ پر سب نے ہاں میں ہاں ملائی تو ندا نے کہا۔

ا۔۔۔ تم۔۔۔ سب لوگ لڑنے لگ گئے ہو کوئی میری بات بھی سنو گے کہ اصل کہانی کیا ہے۔ عرض کر پس محترمہ سب نے بیک زبان میں کہا تو سب کی ہنسی چھوٹ گئی تو ندا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اصلی بات یہ ہے کہ ہمارے گاؤں میں ایک لڑکا تھا جو اب اس دنیا میں نہیں ہے اس کی شکل دواج سے ملتی ہے جب میں نے بھی تم سے اسے پپ پپلی دفعہ بات کی تھی تو میں بھی حیرت زدہ ہوئی تھی لیکن پھر سوچا کہ ایک انسان کی شکل میں سات لوگ ہوتے ہیں تو پھر سر جھٹک دیا تھا جو انا تک سے اتنے سن رہے تھے کہ ماہم نے کہا اچھا وہ لڑکا کدھر رہتا ہے ہم سب اس سے ملنے جائیں گے۔

ٹھیک ہے بھائی ہم نے دواج کو بھی ساتھ شامل کر کے کہا۔ تو اشعر نے کہا۔ بے وقوف لڑکی ندا آپ نے شروع میں بتایا تھا کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا۔

او سو رہی مجھے یاد ہی نہیں رہا۔ ماہم نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا

وہی ندا آپ کی اسے ہوا کیا تھا سونیا نے پوچھا اس کی سنو رہی کچھ یوں ہے اس لڑکے جس کا نام زین تھا اسے اس گاؤں کے زمیندار کی بیٹی آئیہ سے پیار ہو گیا تھا اور وہ آئیہ اٹھوئی تھی اپنی

ماں باپ اور بھائیوں کی لاڈلی تھی جب اس لڑکی آئیہ نے اپنی ماں باپ کو بتایا کہ وہ زین سے پیار کرتی ہے تو اسی سے شادی کرنا چاہتی ہے تو اس کے بھائی اور باپ غصے میں آگئے اور آئیہ سے کہا کہ یہ کبھی نہیں ہو سکتا وہ زین غریب لڑکا ہے وہ تمہیں خوشیوں بھری زندگی نہیں دے سکتا ہم تمہاری شادی اپنے ہی کسی ہم بدلہ سے ہی کریں گے لیکن آئیہ نہ مانی اینڈ میں اسکے بھائی اور باپ مان گئے اگلے ہفتے اس کا نکاح ہونا تھا کہ اس ایک رات آئیہ کی خاص ملازمہ اس کے پاس بھانگی ہوئی آئی اور کہانی بی بی جی میں ابھی آپ کی امی کے کمرے میں جانے لگی تھی کہ وہاں آپ کے بھائی اور بڑے صاحب آئیہ کا ابو۔ ان کی آواز میں آ رہی تھی کہ میں زین کا نام سن کر باہر کھڑی ہوئی وہ لوگ کسی سے کب رہے تھے جب بھی زین واپس آیا اس کا ایکسیڈنٹ کر دیتا تھا کہ سب کو یہ ہی لگے گاؤں واپس آتے ہوئے اس کا کسی ٹرالے سے پائینک ٹکٹ سے مرگیا بی بی جی وہ زین صاحب کو قتل کروانے کی باتیں کر رہے تھے اس کی ملازمہ نے گھبراتے ہوئے کہا۔ تو یہ سب سن کر آئیہ کے جسم سے جان ہی نکل گئی وہ فوراً زین کے گھر بھاگی وہاں جا کر پتہ چلا کہ زین آج صبح کا شہر گیا ہوا ہے آئیہ کے لیے کچھ چیزیں لینے کے لیے وہ جلدی سے گاؤں کی اس سڑک کی طرف بھاگی لیکن دیر ہو چکی تھی وہاں صرف سڑک پر زین کی ڈیڈ باڈی پڑی ہوئی تھی یہ دیکھ کر اس کو سکتا ہو گیا۔

پھر سنا تھا جب زین مر گیا تھا تو آئیہ پورے تین دن بے ہوش گئے یہ بھی جب اسے ہوش آیا تھا اس نے سب کو کہا تھا کہ میں سب کچھ جان چکی ہوں اور زین کا بدلہ ضرور لوں گی یہ کہہ کر اس نے

چھت پر سے نوہر خود سنی کر لی لیکن آج بھی اس کی روح اپنے کھر کی چھت پر بھٹکتی ہے مرنے کے بعد ان کی روح ادھر اس کی روح ان کی چھت پر نہ تھی قید ہو کر رہی کیونکہ کچھ لوگ کہتے ہیں ہم نے سنا ہے کہ وہ کہتی ہے جب تک زمین واپس نہیں آئے گا میں اس کھر سے نہیں جاؤں گی مرنے کے بعد ان نے اپنے ماں باپ بھائیوں سب کو ایک ایک کر کے مار دیا اور اب ان کا گھر ویران ہوا ہے وہاں کوئی بھی نہیں رہتا اصل میں آسیر کی روح وہاں سنی کو نہ رہنے دیتی ہے اور مہر نے بھی نہیں دیتی ہے۔

بس یہ بھی ساری سنوری ندا خاموش ہوئی تو اس نے دیکھا سب کی آنکھوں میں آنسو تھے لیکن ندا آپنی اس کے بھائیوں اور باپ نے مروایا کیوں تھا۔ ماہم نے پوچھا۔

وہ اس لیے لڑا اس کے بھائی اور باپ نہیں جانتے تھے کہ اس کی زمین سے شادی ہو جائے انہوں نے ظاہر آسیر کو دکھانے کے لیے کہ ہم مان گئے ہیں اور منگنی بھی طے کر دی لیکن حقیقت میں وہ نہیں جانتے تھے اس وجہ سے انہوں نے اسے مروا دیا۔ اور کچھ دنوں بعد ہمیں گئے کہ ہم نے تمہاری خوشی کے لیے اسے قبول کر لیا تھا لیکن وہ تمہاری قسمت میں نہیں تھا اس لیے اب تم ہماری بات مان لو جہاں ہم کہتے ہیں شادی کر لو اور یوں آسیر مان جائے گی لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا ان کی چال ناکام ہوئی۔

اشعر نے کہا ٹھیک کیا اس آسیر نے جو اپنا انتقام لے لیا اور وہ سب اس قابل ہی نہیں تھے اچھا چلو اب سو جاؤ جانی زیادہ رات ہو چکی ہے۔

ندا کی شادی پر وہاں کو اس کی فریڈ مریم

پسند آگئی تھی سانولی سلونی سی مریم بڑی بڑی آنکھوں والی سلیقے سے لبریز دوپٹے لیے ہوئے وہاں کو دڑکی بہت پیاری لگتی اس کی نظریں بار بار اسکو دیکھتی رہی تھی ساری شادی میں اور اسکی نظروں کی یہ چوری اس کے سارے کزنز نے بھی نوٹ کر لی تھی انہوں نے بھی اپنے بھائی کی پسند کو داد دی تھی۔

اشعر نے جلدی سے جا کر داد کو بتا دیا داد کو بھی وہ لڑکی پسند آگئی تھی یوں انہوں نے پہلے ہی لڑکے کے خاندان کے بارے میں پتہ کر دیا اور ندا کی رخصتی کے بعد اس وہاں اور مریم کی منگنی بھی کر دی تھی کیونکہ سارا خاندان بھی اکٹھا ہوا تھا تو دادو نے اپنے ہوہو بیٹا سے بات کر کے ان کی منگنی کروادی اور شادی وہاں شہزاد کے گھر پر ہی ہو گئی سب بہت خوش تھے بڑے اندر حال میں تھے پھوپھو بیٹی کو الوداع کر کے بار بار اداس ہو رہی تھی دوسرے سارے بڑے انہیں دلاسا دے رہے تھے یہ ساری جنگ جڑیشن یاہر لان میں پیشی ہوئی تھی جو اسے کنفیوز کر رہی تھی اوپر سے سب کے شوخ بھلے وہ بے چاری اور نروس ہو جاتی وہ سب باتیں کر رہے تھے کہ یک دم اشعر نے کہا کزنز کیوں نہ آج رات اس گھر میں چلیں جہاں آسیر کی روح رہتی ہے دیکھتے ہیں وہاں ہے بھی یا نہیں ویسے ہی گاؤں والوں نے افواہ اڑا رکھی ہے ہاں ٹھیک ہے چلتے ہیں سب نے کہا۔

تو ماہم نے کہا ویسے بھی وہ ہمیں کچھ نہیں کہے گی ہم نے کون سا اسے کوئی نقصان پہنچایا ہے بس دیکھ کر آتا ہے چلو ٹھیک ہے چلتے ہیں ویسے بھی ہم کل واپس گھر چلے جائیں گے سو نیا نے جواب دیا۔ تو اشعر نے کہا

ماں دادو وہبتا ہوں ہم باہر ویسے واہ کرنے جارہے ہیں جب تک تم لوگ ریڈی ہو جاؤ یوں وہ دادو سے اجازت لے کر اس گھر کی طرف جانے لگے سب سے آگے ماہم اور اشعر ہی تھے اس کے پیچھے سونا اور عائشہ اور ادیل تھا اور سب سے اینڈ میں وہاں اور ساتھ مریم تھی وہ سب اپنی اپنی باتوں میں مصروف رہے تھے۔

وہاں نے مریم کی طرف دیکھا جس کے فیس پر شریلی سی مسکراہٹ تھی اور وہ وہاں کی نشست میں کنفیوز بھی ہو رہی تھی اور نظریں جو نا کر چل رہی تھی وہاں اس کی اس اداس مسکرا دیا اور بات کا آغاز کیا

کیا آپ اس منگنی پر خوش ہیں میرا مطلب ہے میرا ساتھ پا کر خوش تو ہیں نا۔

مریم نے وہاں کے اس سوال پر اس کی طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے پتہ نہیں کیا کہہ کر منہ دوسری طرف کر لیا

اس کا مطلب ہے کہ آپ خوش نہیں ہو ٹھیک ہے میں واپس جا کر دادو کو منع کر دوں گا کہہ دوں گا مریم خوش نہیں ہے۔

جی بہت خوش ہوں مریم نے جلدی سے جواب دیا تو وہاں نے اس کے جلدی سے کہنے پر ایک زوردار قہقہہ لگایا جو سناٹے کی وجہ سے کچھ زیادہ سی آواز پیدا ہوئی اور اگلے جوتوں نے رک کر مڑ کر پیچھے دیکھا وہاں ان سب کے اس طرح مڑ کر دیکھنے پر چال سے مسکرا دیا۔ اور کہتا خیر ہے رک کیوں گئے۔ تو اشعر نے کہا

یہ کیا بات تو ہمیں تم سے پوچھی ہے چاہئے کہ تو اتنا گدگد پھر کر کیوں قہقہہ لگا رہا ہے۔

کچھ نہیں یار چلو دیکھو رات بھی بہت ہو گئی

یہ یہ ہی نا ہو دادو کا فون آجائے اور ہے واپس بھی آ جاؤ اور ہم گھر دیکھیں ہی نا۔

وہاں کے یوں بات ٹالنے پر اشعر اسے گھور کر رہ گیا اور باقی تیز تیز چلنے لگے وہ سب اس گھر کے آگے کھڑے تھے لیکن پتہ نہیں کیوں اچانک وہاں کا دل ہر چیز سے اچانک ہو گیا اس کا دل بار بار گھبرا رہا تھا بس اس کا دل کر رہا تھا وہاں سے چلا جائے لیکن وہ بھاگ بھی نہیں رہا تھا اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اسے کسی ان دیشی طاقت نے جکڑ لیا ہو اشعر نے وہاں کی طرف دیکھا تو کہا تمہیں کیا ہوا۔

پہنسنے کیوں آرہے ہیں تجھے۔

اشعر نے وہاں کے فیس پر پسینے کے بہت سارے قطرے دیکھ کر کہا۔

کچھ نہیں یار بس میرا دل بہت گھبرا رہا ہے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں یہاں سے پھر واپس ہی نہیں جا سکوں گا وہاں نے جواب دیا تو اشعر نے کہا چل یار زیادہ دیر اسے نہ کر مجھے پتہ ہے تو ناول بہت بہت پڑھتا ہے اور اس کے ڈائلاگ اب ادھر بول رہا ہے چل آگے لگ ہمارے۔ ذرا نہ تو ہمیں چلو آؤ اب۔

نہیں یار مجھے نہیں جانا میرا دل نہیں کر رہا جانے کیوں وہاں نے کہا۔ تو ماہم سونا اور عائشہ نے کہا پلیز ہمیں بس تھوڑا سا اندر دیکھ کر واپس آ جاؤں گے اب دروازے تک تو آگئے ہیں پلیز پلیز چلیں نا۔ سب نے منٹیں کرنی شروع کر دی۔ تو وہاں نے دل کی گھبراہٹ کو ایک سائیڈ پر رکھ کر ان سب کی بات مانی اور اس حویلی کے اندر داخل ہو گیا پوری حویلی میں ویرانی چھائی ہوئی تھی حویلی میں جو پورے درخت لگے ہوئے تھے اس

کے لیے سوکھ کر جھڑکے تھے ہر طرف ہولناکی کا نام تھا بھینچے ڈر لگ رہا ہے عاتشہ نے کہا تو اشعر نے اب چپ کر کے چلو کچھ نہیں ہو رہا ہے وہ سب آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ٹھہر کر آگئے تھے جہاں چاند کی ملکی ملکی سی روشنی تھی لیکن جیسے جیسے وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے وہاں کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی اس وقت وہ سب چھت پر تھے ادھر ادھر ٹھہرے تھے کہ اشعر نے کہا۔

دیکھ ابھی تک کوئی روح نہیں آئی وہ سب گھاؤں والے جھوٹے بول رہے تھے اگر آسیر کی روح ہوتی تو وہ ہمیں مین گیٹ سے اتر دیتے ہی ظاہر ہو جاتی لیکن ہمیں چھت پر آئے ہوئے بھی بیس منٹ ہو گئے ہیں ابھی تک وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ اچانک چھت کے ایک کونے سے ایک لڑکی ظاہر ہوئی جو آسیر کی روح تھی جسے دیکھ کر وہ لڑکیوں کی چٹخیں ٹپک گئی لیکن وہ ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی وہ ہنسنا کر بس وہاں کی طرف دیکھتی جا رہی تھی اچانک اس نے بولنا شروع کر دیا

مجھے پتہ تھا زین تم آؤ گے میں روز رات کو یہاں تمہارا انتظار کرتی ہوں آج تم آگئے ہو تو آؤ میرا ہاتھ پکڑو ہم دونوں یہاں سے بالکل دور چلے جائیں گے جہاں کوئی نہیں دور نہ کر سکے آؤ میرے پاس زین میرا ہاتھ پکڑو۔ اور وہاں اس کی طرف بڑھتا جا رہا تھا وہ دھوکہ کھانا چاہتا تھا لیکن روک نہیں پاتا تھا وہ ایک ٹرائس کی طرح چپتا جا رہا تھا ان سب نے وہاں کو آسیر کی طرف بڑھتے دیکھی تو چیخا شروع کر دیا اور کہنے لگے

اے آسیر وہاں رک جاؤ وہ روح ہے لیکن وہاں کو تو کچھ شانی نہیں دے رہا تھا وہ نہ ہی

دیکھائی دے رہا تھا اسے بس یہ پتہ تھا کہ جسے سی طرح بھی بس اس کا ہاتھ لیتی آسیر کا ہاتھ پکڑتا ہے کیونکہ آسیر کی روح نے اسے اپنے بس میں کر لیا تھا اشعر اور عدیل نے اسے زور سے پکڑ لیا لیکن وہاں نے انہیں زور سے دھکا دیا اور وہ دونوں لڑھک کر چھت کے دوسرے کونے پر جا گئے اس سے پہلے کہ کچھ کوئی کہتا لیکن وہاں اس روح کی طرف بڑھتا جا رہا تھا اس چلے میں چھت ختم ہوئی تھی اور وہاں چھت سے نیچے کود گیا اور باقی جو وہاں تھے وہ سب ادھر ہی ساکن ہو گئے تھے انہیں پتہ تھا کہ آسیر کا ہاتھ لے لیا ہو گیا ہے کہ اچانک اشعر زور سے چیخا وہاں اس کی چیخ سے باقی سب بھی ہوش میں آئے اور بھاگ کر نیچے دیکھا اور اوپر سے انہیں صرف ایک ہیولہ ہی نظر آیا وہ سب بھاگ کر اشعر عاتشہ نے جلدی سے اسے سیدھا کیا اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ماتھے سے خون جاری تھی اشعر نے ڈرتے ڈرتے اس کی ہنس چپک کی تو وہ ساکت تھی اس کی چیخ ٹپک گئی

وہاں میرے پار یہ کیا ہو گیا تو تو مذاق کر رہا ہے چل اٹھ تو نہیں چھوڑ کر نہیں جاسکتا تجھے اٹھنا ہی ہوگا اشعر زور سے وہاں کو بلانے لگ گیا تو عاتشہ نے کہا ہوش کرو وہاں جیسا نہیں چھوڑ کر جا چکے ہیں اور پاس کھڑی مریم منہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ساکت کھڑی کب رہی تھی

نہیں یہ نہیں ہو سکتا تم کیسے جاسکتے ہو ابھی تو میں نے تمہیں ٹھیک طرح سپنوں میں سچایا بھی نہیں اور تم وہ سارے سپنے چور کر رہے ہو اچانک سے مریم اور یاجم اپنی زور سے چیخیں کہ سارے گھاؤں میں ان کی آواز جھیلی آہستہ آہستہ لوگ

اٹھنے ہوئے لگے پھر کسی نے جا کر دادو کو اطلاع دی دور نہیں آسیر کی روح وہاں کا ہاتھ پکڑ کر آسمانوں کی طرف جا رہی تھی پھر کچھ لوگوں کی مدد سے وہاں کی ڈیڈ باؤنی کو وہاں گھر لے آئے ہر کسی کی آنکھ اشک بار تھی اور دادو تو بار بار بے ہوش ہو رہی تھی اسے اپنے جوان پوتے کی موت نے نڈھال کر دیا تھا اسی وقت اشعر نے ایسبولینس کو فون کیا اور پچھویر بعد ایسبولینس میں وہاں کی ڈیڈ باؤنی ڈال کر وہ سب شہر واپس اپنے گھر جا رہے تھے اور ہنس کے ذہن میں ایک ہی بات تھی کہ کاش اسے ہوش ہم اس وقت وہاں کو اپنے ساتھ نہ لے جاتے اس نے کتنا کہا کہ مجھے اندر نہیں جانا یہ پتہ تھا کہ زین ان کے ساتھ رہے گا۔ اور ایک بات تو وہ بالکل ہی بھول گئے تھے کہ وہاں کی شعل زین سے قتی ہے اگر انہیں یہ یاد ہوتا تو کبھی اس کو پتہ نہ پڑتا۔

بقول دفعہ فانی خوشی بھی ایک ایسی مصیبت بن جاتی ہے کہ انسان تصور بھی نہیں کر سکتا ہے۔ یہ لوگ بھی شاہی انجوائے کرنے آئے تھے لیکن ان کو کیا پتہ تھا کہ ان کا یہ انجوائے ہمیشہ کے لیے آنسو بن کر رہ جائے گا۔ قارئین کرام کیسی گلی میری کہانی اپنی رائے سے ضرور نوازینے گا۔

غزل

میں نے دھوکے پہ دھوکے ہیں کھائے، مہر مہر دہشت کی گلی میں زندگی تو نے لا کر بٹھایا، بے وفا آدمی کی گلی میں کتنی راتیں گزاری ہیں میں نے، درد اور بے بسی کی گلی میں میرے محبوب چپکے سے آ جا، ایک دن پانڈی کی گلی میں ہم اندھیرے سے محفوظ تھے، اٹ گئے روشنی کی گلی میں اچھے اچھوں کو رونا پڑا ہے، لڑکا مٹائی کی گلی میں کب دن، جبہ میں گے یقیغ، آپ کو آپ کی گلی میں

سید حیدر شاہ ظہانی۔ شاہ کوٹ

غم بار آ میرے پاس آ
مجھے فرحتیں ہیں تمام اب
میری کل تک جو تجھ سے تھیں
نہیں رہیں وہ تمام اب
صبح و شام جن میں تھا جھپٹنا
نہیں گرم موسم کا تھا پتہ
نہیں ٹھیک زلف یار اب
نہیں بارشیں وہ تمام اب
ہے اشک بار میری آنکھ اب
نہیں پاس میرے کوئی ہم نوا
تو بلا جھگ میرے گھر میں آ
نہیں رہتیں وہ تمام اب
میری ہر خوشی تیرے واسطے
میری زندگی تیرے واسطے
مجھے چھوڑ کر وہ چل دیا
نہیں قربتیں وہ تمام اب
اس کے عشق نے تھا شاعر کیا
پھر جدا وہ مجھ سے ہو گیا
ہے کنول یہ شاعری درد بھری
نہیں شاعری وہ تمام اب
مس فوزیہ کنول۔ نکلن پور

اب تم سے دور رہ پاؤں یہ ممکن نہیں لیکن
نوٹ کر پھر جاؤں ایسا نہ ہو کوئی سوال لکھتا
شہزاد سلطان کیف الکویت
میں نے اس سے پوچھا ایک پل میں جان کیسے نکلتی
ہے
اسا نے چلتے چلتے میرا ہاتھ چھوڑ دیا عمران
ہے
عمران علی شیر چوٹکر

۔۔ تحریر۔ فیصل ندیم ساحل۔ 0346.4752726۔

ایک کہانی بھانپیں باری کے ساتھ آج حاضر ہو بارہا وہ امید ہے کہ آپ اس جواب غرض میں شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی کوشش کروں گا اس جواب غرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتا رہوں گا۔ یہ کہانی آپ کو پسین لگی مجھے اپنی رائے ہے نوازینے گا مجھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار ہے گا۔ میری طرف سے

وال جو نہیں رہا اب قابو میں میرے
ساحل
اسی لذت کہتے ہوں انجناہل ہاری

دھواؤ ویسے بھی شاید آپ کو پتہ نہیں ہو گا کہ وہ دن
بعد عید آنے والی ہے اس لیے گھر کی صفائی
ضروری ہے۔

میں نے اسے دیکھا اور کہا اگر کوئی دل کی نظر سے دیکھے تو
 ہی اسے جہ جلتے ہاں کہ اس کا بھی کوئی چاہنے والا
 ہے اب لوگ تو دوسروں کے خیالوں میں کھوئے
 رہتے ہیں پھر کیسے یاد رہے گا انہیں کہ کب عید ہے
 کب چاند رات۔
 نہیں جی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

جواب عرض 138

میں حقیقت میں وہی ہوتا ہے لیکن اب کسی کے دل میں اتر کر کون دیکھے کہ وہ کس کو کتنا چاہتا ہے اور کتنا پیار کرتا ہے اس سے انعم اور فیصل اس بات کے بعد مکمل کر مستطرائے فیصل تھوڑا خوش ہوا تو انعم سے بولا۔

اجتماع اس روز والی بات کو لے کر بیٹھی ہو
ارے پاگل وہ تو تم جانتی ہو اسے ہی جان ہو جو کہ
مجھے تنگ کر رہی تھی اس دن اسے اپنی بانٹک پہ
ساتھ لیجانے میں میری کوئی مصلحت نہیں تھی وہ تو گھر
والوں نے زبردستی بھیج دیا اسے میرے ساتھ اور
جانتی ہو اسے وہاں جا کر مجھ سے کیا کہا تھا۔ کہنے
لگی فیصل آؤ نا ہو مل چلتے ہیں کچھ کھاتے پیتے ہیں
اور پھر کہیں بیٹھ کر ڈھیر دن باتیں کریں عمر عمر
میں نہیں پاتا اور سیدھا آؤںس چلا گیا بچاری دسی
کھڑی رہ گئی تھی۔

اجتہاجی کیا ساری زندگی جھٹ پر دیکھتے رہو
 مگر یا پھر قریب سے نہیں دیکھو مگر کبھی۔
 بابا بابا۔ قریب سے اور تمہیں تو بہ تو بہ مجھے کسی
 پاگل نے نہیں کانٹا جو تمہیں قریب سے
 دیکھوں تمہارا باپ ہر وقت بندوق تانے کھڑا رہتا
 ہے گھر کے باہر تو تو مجھے ماری ڈالے گا۔

خجک سے مت دیکھنا کبھی مت دیکھنا اور یہ کہہ کر انم نے اُٹھتے سے منہ دوسری طرف کھمالیا۔ فیصل انم کی خاموشی سے ابھی طرح واقف

تھا وہ انعم کو آواز دے کر کہنے لگا
 انعم میری طرف دیکھو۔ جب دیکھا تو فیصلا
 کان پکڑ کر سوری بول رہا تھا انعم مسکرائی باور
 ٹھیک ہے اب زیادہ سارٹ مت غو۔
 اچھا انعم۔ عید آ رہی ہے تو کیا گفٹ لوگی غبر
 کے لیے۔
 جو بھی تم دو گے

اچھا جی ٹھیک سے چاند رات کو نچت پر میرے
انتظار کرنا اس کے بعد کبھی کافی باتیں ہوتی رہیں
اور پھر دونوں نیچے چلے گئے فیصل انعم دونوں۔
جد پیار کرتے تھے ایک دوسرے سے لیکن عائشہ
یامی محلے کی ایک لڑکی جو ان کی ذات برادری کی
تھی وہ فیصل سے پیار کرتی تھی اور اسے یہ ہر گز
مگوارہ نہیں تھا کہ فیصل اس کے علاوہ کسی اور کا
اسی لیے وہ اکثر اس کے ساتھ وقت بتاتا جاتا تھی مگر
اور بے تحجک فیصل کے گھر بھی آ جایا کرتی تھی چنانچہ
رات آگئی تو فیصل بازار چلا گیا اور وہاں سے انعم
کے لیے ایک پیار سا ساگفت لیا اور اس کے بعد
گلابی اور ہرے رنگ کی جوڑیاں خریدیں یہ مہندی
خریدی اور چلنے لگا کہ اچانک شال۔ یہ لگے ایک
لیڈیز بیٹھ پاس کی نظر پڑی وہ بیٹھ پکڑ کر فیصل
انعم کو خیالوں میں اتار اور تھوڑی دیر بعد خرید کر گھر
کے لیے چلا آیا۔ اب انعم کے لیے عید کا ساگفت تو
خرید لیا تھا فیصل نے گھر بھی لے آیا تھا مگر منسلب
تھا کہ اب وہ سب کچھ گھر والوں کی نظر سے بچے
بچا کر چھت پر لیجا یا جائے تو اس کے لیے فیصل
نے ساتھ والے کمرے میں چھپ کر انتظار کر
شروع کر دیا اور حرارت ہو چکی تھی اور انعم کب۔
فیصل کی راہ دیکھ رہی تھی چھت پر کھڑی جب سہ
گھر والے دوسرے کمرے میں چلے گئے

تا تھا سارا دن اس لیے کہ انم کسی سے بات نہ رہے اور جلد از جلد اس کی شادی ہو جائے بنا ہی رکاوٹ کے۔ ادھر جب فیصل کو عائشہ نے مانی کھائی تو اس نے پوچھا کہ یہ کس خوشی میں ہو ہوئی انم کی شادی ہو نیوالی ہے کچھ دن بعد خوشی میں۔

فیصل کو عائشہ پہنچا دیا تو لیکن ضبط کر گیا۔ اب وہ اکثر چھپت پر آتا تو انم کے باپ کو ان پہنچا دیکر باپس دوسرے بچے جناب تیار دوسری شادی انم بھی جدائی کی آگ میں جل رہی تھی اس کا بھی کوئی بس نہیں چل رہا تھا کافی دن گزر گئے کہ ایک روز فیصل کے گھر اس کی کزن عالیہ اور اس کی بیوی مانی عالیہ فیصل کے ساتھ دوستانہ باتیں کر رہی تھی اور اس لیے فیصل کو اب عالیہ سے بات کرنے کا واحد حل نظر آئی فیصل نے عالیہ سے ساری بات کر لی مگر مسئلہ یہ تھا کہ وہ انم کے پاس گیا بھانہ بنا کر جائے پھر فیصل نے کہا انہیں کہ انہیں کیا جائے وہ انم سے ملنے آئی ہے بس اور سوچ ملے ہی اس سے اکیلے میں بات کر لے عالیہ ان کے گھر چلی گئی اور انم سے اکیلے میں بات کی انم مجھے فیصل نے خاص تمہارے پاس بھیجائے اس نے کہا ہے کہ انم یہ سارا جال عائشہ اور میری ماں کا بچھا یا ہوا ہے انہوں نے ہی میرے والدین کو غلط باتیں بول کر تمہارا رشتہ کر دیا ہے کچھ دنوں سے میں چھپت پر تمہیں دیکھنے آتا ہوں بتانا چاہتا ہوں مگر تمہارا باپ ہماری جگہ چھپت پر بیٹھا رہتا ہے اگر تم کہو تو ہم جاگ کر شادی کر لیتے ہیں۔

نہیں عالیہ فیصل سے کہنا میں بھاگ کر اپنے گھر میں بیٹھوں سے کرنا نہیں چاہتی فیصل سے

کہا یہ سمجھ کر صبر کرنے کے ہمارا پیارا اور ہمارا ساتھ شاید یہاں تک کا تھا اس سے آگے کا نہیں تھا اور نہ ہی میرے والدین سے اس بارے میں کوئی بات کر۔ اسے میری قسم۔ عالیہ یہ پیغام لے کر فیصل کے پاس آئی تو فیصل کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور کہتا ہے کاش قسمت ہمارا ساتھ دیتی لیکن قسم بھی اس نے اپنی وہی جتنے میں توڑ بھی نہیں سکتا۔ پھر تھوڑے دن بعد انم کی شادی ہو گئی اور وہ ہمیشہ کے لیے فیصل سے دور بیٹھ گئی لیکن شادی سے پہلے کی رات وہ سوچت پر آئی اور آنکھوں میں آنسو لیے فیصل کو خدا حافظ کہہ کر چلی گئی اور ساتھ میں وہ بیٹ بھی واپس کر گئی فیصل نے وہ بیٹ اپنے کمرے میں جا کر رکھ لیا اس کے جانے کے بعد اور شادی والے دن بہت رو یا مگر کچھ نہ کر پایا۔

انم کی شادی کے ایک ہفتے بعد ہی فیصل کے گھر والوں نے عائشہ کی شادی فیصل سے کرنے کا ارادہ ظاہر کر دیا فیصل سے اور یہ ساری پلاننگ عائشہ کی ہی تھی جو پہلے انم کی شادی کروانی پھر خود فیصل سے شادی کی بات چلا دی۔ فیصل نے اپنی ماں سے کچھ سوچتے ہوئے کہا

ٹھیک ہے ماں میں شادی کے لیے تیار ہوں آپ شادی تیاری کریں عائشہ فیصل سے اصرار پر پھوٹی نہ سانی بہت خوش ہوئی اور پھر کافی دنوں بعد عائشہ اور فیصل کی بھی شادی کر دی گئی رات کو جب عائشہ اور فیصل ایک دوسرے سے ملے تو عائشہ دل ہی دل میں بہت خوش ہو رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ ابھی فیصل اس کا گھونٹ اٹھائے گا لیکن کمرے میں آگے ہی فیصل نے زمین پر اپنا بستر لگایا اور لیٹ گیا۔ اس رویے کو کچھ کر عائشہ شہ

گئی پھر تھوڑی دیر بعد خود ہی بولی۔

فیصل یہ کیا بات ہوئی آج ہماری شادی کی رات ہے اور آپ بجائے میرا گھونٹ اٹھانے کے اور مجھ سے باتیں کرنے کے زمین پر آکر لیٹ گئے ہیں۔ فیصل نے کہا عائشہ تم چاہتی تھی تاس ہو رہی شادی ہو جائے تو ہو گئی دیکھو تم نے انم کو اور مجھ کو جدا کیا انم ہو گئے اور دیکھو تم نے یہ سب کیا کیا ہے بتاؤ۔ عائشہ فیصل میں نے یہ سب تمہیں پانے کے لیے کیا ہے تو جو تم نے مجھ سے ساتھ کیا ہے اس کی سزا چاہتا تو کوئی اور بھی ملتا تھا لیکن وہ صرف وقت طوری ہوئی لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم ہر روز اپنے کمرے پر چھپتاؤ ہر روز خود کو سوچتے ہوئے پانا چاہتی تھی ماس اب تمہاری راسخیں ہے کہ میں تمہارے پاس نہیں رہوں اور تم مجھے پانچویں نہ سکو بھی۔ اب سو جاؤ اور راتیں بھی سوئے دو۔

انم کی شادی جس لڑکے سے ہوئی تھی وہ ایک نمبر کا ادا یا اور جاہل قسم کا انسان تھا وہ انم کو تنگ کرنے لگا اس بات کا پتہ جب فیصل کو لگا تو وہ انم کے پاس اس کے گھر گیا اور اس کی خیریت دریافت کی جب یہ سلام چل پڑا تو آئے دن فیصل انم سے گھرا جاتا اور اس کے شوہر کو تھکا دیتا ادھر عائشہ فیصل کو پانچویں نہ پا سکتی تھی جس کا انم اسے پائل کیے ہوئے تھا لیکن پھر اسے ایک راہ نظر آئی ایک روز جب وہ انم کے شوہر سے ملی تو اسے خوب پشایا پڑھا میں اور طرح طرح کے الزامات لگ کر بتائے اور اسے آگے کرنے کے لیے ایک کام دیا تھوڑے دنوں کے بعد انم کے گھر میں پیدا ہوئی تو وہ بہت خوش ہوئی۔ لیکن فیصل کے خلاف اس نے انم کے شوہر کو یا تھا لہذا اس

نے کہا یہ بچی جو پیدا ہوئی ہے نا جائز ہے میری اولاد نہیں ہے اور الزام لگایا فیصل پر کہ یہ انم سے پیار کرتا ہے اور آج بھی اس لیے میں انم کو طلاق دیتا ہوں انم کو طلاق ہوئی اور وہ اپنے گھر کے لیے چل پڑی حیرت انگیز تو اس کے باپ نے بھی الزامات کی بارش کر دی اور کہا ہائے جوں مرضی چھی جائے مگر اس کے پاس اس کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے اب عائشہ کو لگتا تھا جیسے وہ کامیاب ہو گئی ہے لیکن وہ بھی فیصل واپس آئے کو پتا چلا وہ انم کو اپنے ساتھ لے آئے اور والدین نے کہا اسے یہاں سے لے جاؤ جب ہی نے مانی ان دنوں ان بات نے مانی تو فیصل نے انم سے شادی کر لی اور اسے تین دنوں میں رکتے آگے فیصل نے انم کی بیوی کو اپنا نام دیا اور عزت دی انم کو لیکن وہ دنوں بھی ایک دوسرے کے قریب نہیں آئے اب عائشہ انہیں جدا نہیں کر پائی تو اسے شک آکر خود بھی کر لی فیصل انم کے سارے اخراجات پورے بردہ رہتا تھا مگر اس نے اس سے میں انم کو چھوڑا تک نہیں تھا جس کے بارے میں انم بھی سوچ کر یہ ان ہی پھر فیصل کی کزن عالیہ ان کے گھر آ گئی اور پوچھا کیسی گزر رہی ہے زندگی تو فیصل نے بتایا کہ میں انم کے قریب اس لیے نہیں گیا ابھی تک کہ میں وہ یہ سمجھنے لگے تھے کہ میں نے یہ سب اسے قریب جانے کے لیے کیا ہے بلکہ میں نے تو یہ سب پیار کے لیے کیا ہے جو میں آج بھی کرتا ہوں انم سے اور کتنا رہوں گا عالیہ نے یہ بات انم سے کہی تو انم کے دل میں مزید فیصل کے لیے محبت بڑھ گئی اور یوں انم خود ہی فیصل کے قریب چلی گئی گھر والوں نے کچھ عرصے کے بعد سچائی سامنے آئے پر انہیں واپس گھر بلا لیا اور خوش رہنے لگے۔

ریاض بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ نہرت تہیں گے۔

میں نے اس طرف سے سب قارئین کو خلوص بھرا سلام

اور دو صبح شام ہوتی رہیں میری زندگی کی
ساری شبائیں اس کی ادا پر قربان ہو جائیں۔

بچے لڑکوں اور لڑکیوں کی عادت ہوتی کہ وہ وقتِ محبت کی باتیں کرتے رہتے تھے۔ مگر اس وقت وہ بیان نہیں تھا جس پر ہنستا تھا اور جس پر ہنستا تھا۔ وقت نہ بڑھتا تھا۔ جس کاغذ میں انٹر ہو گیا تھا۔ جہاں اکثر لڑکے کم ہی پڑھتے تھے۔ مگر میں ہمیشہ دلچسپی کرتا تھا۔ وہ بیان میرا صرف پڑھائی کی طرف ہی ہو۔

ہم چار بھائی تین سب سے چھوٹا تھا۔
 قارئین! تجا کس بھی چیز کی ضرورت محسوس
 نہیں ہوئی مطلب ہر وہ چیز جس کی عام انسان کی
 ضرورت ہوتی ہے یا کم از کم تو مقدر میں وہ نہ تھی،
 جس کی ضرورت جس کی خواہش جس کی تمنا تھی،
 ہمیشہ رہی جو میرا مقدر تھمکہ جس کی میں ساری
 زندگی کو کشش کرتا رہا وہ میری بھی نہ تھی اس لیے،
 لیے میں سب کچھ ہو کر بھی میں کچھ نہ تھا حسرت
 ہی رہتی تھی کہ کوشش وہ میرا جو چاہے میرے ساتھ
 ساتھ تھی ہے اور زمانہ تو دیکھ کر بے اور پھر میری جوانی
 اس سے محبت کرنا ضروری بھی تھا چاہے یہ نہیں سمجھی کہ
 وہ بہت خوبصورت تھا اس کی ہر ادا میں پیار تھا اور
 پھر حسرت نے اسے میرا کر دیا دل چاہتا تھا آخر
 سامنے بلو انگریس دیکھتا ہی رہوں۔

تو چوینا نہ تو تیرا بکریا کیوں نہ جواب دے 144

وقت گزرتا گیا اور میں سیکنڈ انیر میں پہنچ گیا تھا اور پھر میزبانی بادی کا نام آ گیا۔ میرے ایک کزن راشد سرور کی شادی تھی اور سی سلے میں لاہور آیا شادی والے گھر میں کافی ہنگامہ تھا شور شراب تھا شادی انجوائے کر رہے تھے میں نے بھی انجوائے کی اسی دوران ایک لڑکی جس کا نام عالیہ تھا پر میری نظر پڑی وہ بہت پیاری لک رہی تھی کہتے ہیں شادی والے گھر میں ایک لڑکی ایسی بھی ہوتی ہے جو دلہن سے زیادہ مچی ہوتی ہے یا زیادہ میک اپ کیا ہوتا ہے مگر ایسی میں نے بھی دیکھی لیکن جو میری منظور نظر تھی وہ تو بہت سادہ تھی اس کی سادگی میں بھی کمال تھا جتنا کہوں کم تعریف ہوگی۔۔۔ اس کی آنکھیں اور ہونٹ اور ناک بہت پیارے تھے اس کا چہرہ تو جیسے اس سے پوچھ پوچھ کر بنایا گیا ہو۔

کیا خوب کہا کسی نے ایک توبل ریلے اوپر سے ان کی گفتگو کا کام یا تو عرق ٹکاب جیسا ہے دل چاہتا تھا بار بار اس کو دیکھوں مہندی کی رسم ہوئی تو وہ مٹی پیاری لک رہی تھی کیا بتاؤں میں تو پاگلوں کی طرح اسے دیکھتا ہی جا رہا تھا اچانک اس کی نظر پڑی اس نے مسکراتے ہوئے ٹکا میں بچی کر لیں پھر کیا میری نظریں اس پر ہی تھیں میں نے دل کو سمجھانا چاہا پر دل کوئی ماننے کو تیار نہ تھا۔ اس نے ایک بار پھر میری طرف دیکھا میں نے اس کو نا چاہتے ہوئے بھی اشارہ کیا پتہ نہیں کیوں میں ایسا کیا حالانکہ یقین جانتے بھی بھی کسی لڑکی کو اشارہ نہیں کیا تھا نہ جانے کیسا یہ سحر تھا کیوں ایک انجان لڑکی کو اشارہ کر دیا۔ اسی دوران رسم مہندی مکمل ہوئی اور تین بارات آئی تھی

ہم سب تیاری کر رہے تھے کیونکہ بارات کے لیے ہمیں فیصل آباد جانا تھا پھر جلدی سے ریڈی ہو گئے بارات والے دن وہ نہایت ہی پیاری لک رہی تھی اس کی نظر بھی مجھ پر پڑی ہم ایک دوسرے کو چپکے چپکے دیکھ رہے تھے آخر بارات سے واپسی میں نے اپنے کزن طارق سے پوچھا یا یہ لڑکی کون ہے اور کہاں سے آئی ہے اس نے کہا تم نے پوچھ کر کیا کرنا ہے میں نے کہا کہ ویسے ہی یا تم بتا دو بس طارق نے بتایا بہاؤ لک رہی رہتا تھا مگر ہمارا ان کے گھر آ جانا اتنا نہیں تھا بس کام کی حد تک بس پھر کیا طارق نے کہا یہ تمہاری بھانجی ہے میں حیران پریشان رہ گیا میں نے کہا بھانجی۔

ابے یار بھانجی مطلب میری ہونے والی بیوی معنی ہے۔ میں یہ سن کر چکر اسامی میں نے طارق سے کہا یا یہ کل بارات کے ساتھ تھی تھی تب اس کا پرس گرا تھا اور یہ پرس اٹھا رہی تھی تو کسی بچے نے اسے دھکا دیا تو یہ کر پڑی تھی میں اس وقت بہت ہنسنا تھا تب اس نے مجھ سے کہا بھینز میں نے اس لیے پوچھا طارق وہاں چلا گیا مگر مجھے اس کا کیا تھا۔

اگلے دن میں نے بہت کر کے اپنا موبائل نمبر لکھ کر اسے دینا چاہتا مگر موقع نہیں مل رہا تھا۔ پھر مجھے وہ چنچپ پر جانے کا اشارہ کر گئی میں ادھر ادھر دیکھ کر چھپ پر جانے لگا ادھر وہ انتظار کر رہی تھی میں بہت کرا کر مگر زبان سا تھ نہ دے رہی تھی مگر وہ خود ہی بولی۔ آپ مجھے اشارہ کیوں کر رہتے تھے

میں نے کہا نہیں تو۔ وہ بولی۔ اچھا چھوڑ دو تم کہاں رہتے ہو میں نے کہا۔ میں بہاؤ لک رہی تھی۔

میں نے کہا ماڈل ٹاؤن بلاک میں اس نے کہا بہاؤ لک رہی ہوں

تب میری خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا میں نے اسے اپنا نمبر دیا اور کہا۔ مجھے آپ سے پیار ہو گیا ہے اس نے کہا مجھے بھی لگتا ہے کوئی آ رہا ہے اس نے کہا ہمیں چلنا چاہئے وہ چلی گئی۔ میں بھی نیچے آ گیا اس کے بعد ہم اگلے دن واپس آ گئے جس گاڑی میں ہم آ رہے تھے وہ بھی نظر آئی تو یاد آئی ہے نیازی کوچ۔ پھر ہم موبائل سے باتیں کرنے لگے آہستہ آہستہ اس محبت کے کنارے پر آ گئے جہاں سے واپسی تو دور سوچ کر بھی ڈر لگتا ہے بس خیال آتے ہی ہم ہم سے جاتے ہم ایک دوسرے سے بہت پیار کرنے لگے تھے بے انتہا۔

دیر سے سرکھی سے رات اس کے اچھل کی اس کا چہرہ نظر آتا ہے جیل میں کول کی طرح بعد میں اس کو دیکھا تو یوں لگا پیاری زمین پر جیسے کوئی بس میا بادل کی طرح ہر روز کہتا ہے سینے پر سر رکھ کر رات بھر جاؤں گا

سر شام ہی آج مجھے سلا گیا وہ کل کی طرح میرے ہی دل کا ٹکس لگا آخر وہ مجھے اظہر اور میں شہر بھر میں ڈھونڈتا رہا اسے کسی پاگل کی طرح

میں اس سے بچھڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا وہ میری روح میں مکمل طور پر سا جگتی تھی میں اس کی قیمت پر بھی کھوتا نہیں چاہتا تھا مگر وہ

میرے بن کھی رہے والی نہیں تھی وہ بھی کالج میں پڑھتی تھی اس فرسٹ ایئر کی سٹوڈنٹ تھی عالیہ حقیقت میں بہت پیاری تھی اس نے مجھے ملنے کے لیے کہا۔

میں نے کہا۔ کب کہاں ملنا ہے۔ سڈے کو اس کے ملنے کے لیے میرا دل بہت بے چین ہو رہا تھا آخر کار وہ دن آ گیا اور ہم ملے کافی باتیں کرتے رہے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے وہ میری ہانہوں میں بھی اور میں اسے بس دیکھ رہا تھا کہ میری جان کتنی خوبصورت ہے عالیہ میں تمہارے بغیر مر جاؤں گا

عامر ایسے نہ بولو جان اللہ نہ کرے کبھی ایسا دن آئے ہم جدا ہوں نہ ہی میں بھی ایسا ہونے دوں گی تم میری زندگی ہو تم میرے ہونا عالیہ نے مجھ سے پوچھا۔

میں نے کہا عالیہ میں تمہارا ہی ہوں اور ہمیشہ تمہارا ہی رہوں گا تم میری رہتا بس میں سارے زمانے سے لڑ جاؤں گا حقیقت ہے یہ ہمارے قارئین انسان وہ ہے بہت عجیب شے ہے بھی بھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان کتنا کمزور ہوتا ہے کہ ایک انسان کے بغیر نہیں رہ سکتا اور پیار میں طاقتور اتنا بن جاتا ہے کہ اس انسان کی خاطر جس سے وہ پیار کرتا ہو ساری دنیا سے لڑ جاتا ہے۔ پھر نہ چاہتے ہوئے بھی الوداع کہنے پر مجبور ہو گئے پھر اچانک یوں ہوا کہ عالیہ کا نمبر بند اس کا نہ کوئی پتہ اس کے گھر کے چکر کاٹ کاٹ کر میں تو خود کا بڑا حال کر بیٹھا تھا۔ ساری رات نیند نہیں ذہن میں بار بار خیال آ رہے تھے نہیں معلوم وہ مجھے کس جرم کی سزا دے رہی تھی وہ میرے بغیر کیسے رہ رہی تھی پتا نہیں مجھ سے آخر وہ کیوں بات نہیں کر رہی تھی

کافی دن سے ہماری بات نہیں ہو پارسی تھی آخر ایسا کیا ہوا سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا۔ ایک ہفتہ ہو گیا تھا ہماری بات نہیں ہو پارسی تھی نہ کالج میں دل لگتا نہ پڑھنے کو دل کرتا نہ کہیں سکون تھا پل جین مشکل ہو رہا تھا ایک ایک لمحہ جان نکال رہا تھا میری۔ میں اس کے بغیر کسی بھی سوچ کر جان نکل رہی تھی کہ پھر ایک دن میں اس کے گھر کے پاس کھڑا تھا وہاں ہی اس کے نمبر سے کال آئی میں نے ہیلو کیا آگے سے خالیہ بولی

عامر کیسے ہو۔ بس اس کا یہی پوچھنا تھا میں نے دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا کافی دیر رہا پھر اس نے کہا تمہیں میری قسم میں بہت پیار ہو گئی تھی چپ بوبو فائنٹ چپ کی گنگ کنی اس نے سوچی کہا عامر میں بہت پیار ہو گئی تھی مجھے کافی بخار ہو گیا تھا اور میری بس جان نہیں نکلی

میں نے کہا اور تم نے بتایا بھی نہیں کم از کم ایک مہینہ ہی تو کرو تھی تم نے گوارہی نہیں کیا بتانا۔ اس نے کہا میری جان مجھے ایک قدم تو کیا مجھے ہوش ہی نہیں تھا کہ میں کہاں ہوں کیا مہینہ کرتی تم اپنے دل سے پوچھو پھر اس نے کہا تم میری جان دو اور تمہارے بغیر میں کیسے رہ سکتی ہوں یہ تو یہی نے فائنٹ ہو رہا تھا۔

میں نے خالیہ سے کہا میں تمہارے گھر کے پاس کھڑا ہوں پتہ نہیں کتنے چکر لگا رہا تھا۔

پھر آہستہ آہستہ کچھ دن تک خالیہ ٹھیک ہو گئی۔ ہم ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے تھے ہم نے شاید ایسے چار بیسے ہم دونوں کے علاوہ کسی دوسرے نے بھی نہ کیا ہو ایسے پیار جیسے نجانے ہم ہی دو دیوانے بنے تھے اور بس کوئی کہیں تھا پیار کرنے والا۔ ہماری محبت اس قدر بڑھتی جا رہی تھی کہ کوئی ہم دونوں سے تصور بھی نہیں کر سکتا تھا آؤ ایسا کریں ہم دونوں ہی مر جائیں اظہر

تم مجھ پر اور میں تم پر میں کانٹ جاتا تھا مگر دل نہیں لگتا تھا پڑھنے کو دل نہیں کرتا تھا دل چاہتا تھا کہ بس میرا محبوب میرے پاس ہی ہو میری زندگی گزر جائے۔ دن گزرتے گئے ہم ایک دوسرے کے نزدیک ہوتے گئے کئی دوسرے کئی قسمیں بن گئیں۔ میرے ایگزائم شروع ہو گئے میں نے دل کو تھجھا تو تھوڑی کم کرتے عشق بازی اب ایگزائم سر پر ہیں تھوڑا سامنت لوں میں نے خالیہ سے کہا

خالیہ میرے ایگزائم ہیں میں تھوڑی سی کم بات کروں گا۔ اس نے کہا جان تم پوری توجہ سے امتحان کی تیاری کرو میں نے دن رات محنت کی اس دوران خالیہ کی مجھے حد سے زیادہ یاد آتی مگر میں نے اس سے وعدہ کیا تھا دل لہ مرا امتحان کی تیاری کرنی ہے۔ ایک ماہ میں ہماری بات سرف چار بار ہوئی آخر ایگزائم خاتم ہو گئے اور میں نے دل و جان سے دماغ کو ایگزائم کی طرف کر دیا۔

قارئین آپ کو ایک بات یہاں پر ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ آپ میرے کزن طارق کی خالیہ سے کوئی مٹلکی نہیں ہوئی تھی وہ جدو جہد بول رہا تھا۔ میں نے خالیہ سے پوچھا تھا۔

خالیہ نے کہا میری کسی سے کوئی مٹلکی نہیں ہوئی ہے۔ بالآخر میرے ایگزائم ختم ہو گئے اور میں بہت خوش تھا کہ آخر میری جان سے سکون سے بات ہوگی۔ میری خالیہ سے بات ہوئی اس نے مجھ سے پوچھا۔

جیسے ایگزائم ہو رہے ہیں میں ہنس اور بولا تمہیں یاد نہیں ہے خالیہ کہ ایگزائم ختم ہو گئے ہیں۔

خالیہ بولی اچھا تو پھر کیسے ہوئے ایگزائم میں نے کہا ٹھیک ہوئے اللہ خیر کرے گا۔ پھر ہم نے دیر تک بات کی میں نے خالیہ سے کہا خالیہ میں نے تم سے ماننا چاہتا ہوں خالیہ نے کہا رات کو مل سکتے ہو میں نے حافی بھری میں رات کے ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

جب تصور میرا چپکے سے تجھے چھو آئے اپنی ہ سانس سے مجھے تیر کی خوشبو آئے مشغلہ اب ہے میرا چاند کو تلتے رہنا رات بھر چین نہ مجھ کو کسی پہلو آئے جب بھی گردش دوران نے ستایا مجھ کو میری جانب تیرے پھیلے ہوئے بازو آئے جب بھی سوچا کہ شب بھر نہ ہوگی روشن مجھ کو سمجھانے تیری یاد کے جگنو آئے مجھ سے ملے کو سر شام کوئی سایا سا تیرے آنگن سے پنے اور لب جو آئے

اس کے لہجے کا اثر تو ہے بڑی بات ہے اظہر وہ تو آنکھوں سے بھی کرتا ہوا جادو آئے ہماری ملاقات ان کے گھر میں ہوئی میں نے اسے بے خودی میں گھلے رکھا لیا اور ہم نے کافی باتیں کیں رات کافی ہو چکی تھی ہم ناچا جتے ہوئے

بھی جدا ہو گئے۔ ایک دن خالیہ نے مجھ سے کہا تم مجھ سے شادی کرو گے۔ میں نے کہا ہاں۔ وہ بولی۔ کب

میں نے کہا خالیہ جب کہو گی وہ بولی تم جلدی سے پڑو پھر ہم شادی کر لیں گے میں نے ایف اے مکمل کر لیا اور جاب کی تلاش میں پھرنے لگا میں نے ہر جگہ کوشش کی مگر جاب نہ ملی میرے ایک دوسرے مجھے سعودی عرب جانے کا کہا اس کا ایک کزن بھی وہی تھا اس نے کافی کوشش کی مگر اسکے کزن سے رابطہ نہ ہو ا پھر مجھے یاد آیا میرا ایک دوست ذیشان حیدر جو رحیم یار خاں میں رہتا وہ اب رحیم یار سے سعودی عرب شفٹ ہو گیا ہے میرے پاس اس کے چھوٹے بھائی کا نمبر تھا اسکو کال کر کے اس سے ذیشان کا نمبر لیا اور سعودی عرب آنے کے بارے میں بات کی۔ ذیشان حیدر نے مجھ سے کچھ دن رکنے کا کہا اور کہا میں بتاتا ہوں ایک دو دن تک پھر وہ وقت آگیا جب میں نے سعودی عرب کے لیے روانہ ہونا تھا اس وقت میں خالیہ کو ساری صورت حال سے آگاہ کر رہا تھا خالیہ نے بہت روکا مگر میں چاہتا تھا خالیہ کو ہمیشہ کے لیے اپنا بنا لوں اور اسے خود سے بھی جدا نہ کروں مگر مجبوری تھی کیا کرتا دل پر ہزاروں پتھر رکھ کر میں خالیہ سے جدا ہو گیا خالیہ بہت روتی تھی سعودی عرب میں تین ماہ تو قیامت کی طرح گزرتے تھے۔ ہم دونوں میں اکثر بات ہوئی رہتی تھی پھر آہستہ آہستہ دل لگنا شروع ہو گیا خالیہ کی یاد بہت آتی تھی چوڑا کا عرصہ گزر گیا کچھ دن خالیہ سے رابطہ نہ ہو سکا دل بہت پریشان تھا ایسا کوئی تھا ہی نہیں جس سے پوچھ لیتا کہ میری

جان ایسی ہے۔ میں کبھی رونا شروع کر دیتا کبھی تو روتے روتے سو جاتا تھا اس کے بغیر کیسے رو سکتا تھا پتا نہیں وہ کس حال میں ہوئی میں نے پاکستان میں منوڈوا اپنے کزن سے عالیہ کا پوچھا میں نے عالیہ کا پتہ لگا یا اور مجھے فون کر کے بتایا کہ عالیہ کشمیر اپنے کزن کی شادی پر گئی ہوئی ہے اور سنا ہے کہ عالیہ کی شادی ہونے والی ہے اس کی پھوپھو کا بیٹا ہے اس کے ساتھ۔

عالیہ یہ سب کیوں تم کر رہی تھی کیا تم نے سوچا میں کیسے جی رہا ہوں تمہارے بغیر عالیہ میں ادھورا ہوتا تھا میرے ہاتھ میرے آنے کا انتظار تو کرتی میں تمہارے لیے ہی تو گیا تھا کہ کچھ بن سکوں اور تم آسانی سے حاصل ہو جاتی۔ تمہارے سکون کی خاطر میں نے اپنا سکون برباد کر لیا ہے مگر تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا یوں دیا مجھ کو جو کہ تم نے بتاؤ ناں کیوں تمہیں معلوم تھا ناں کہ میں تمہیں کتنا پیارا کرتا ہوں تمہیں معلوم تھا عالیہ کہ عامر تمہارے ساتھ جینے کے لیے جی رہا ہے عامر اور تم اپنے عامر کو دھوکہ دے رہی ہو۔ جس کے ہاتھم رہنا نہیں چاہتی تھی ایک ایک ہل جینا جس کے لیے جینا مشکل تھا وہ ہمیشہ میرا ساتھ پسند کرتی تھی اس کو کیا ہو گیا تھا کیوں وہ ایسی بدلی کہ میرا دل میرا جینا نہ رہا وہ اب کچھ جس کی محبت میں ہوتا تھا میں جاہ کر گئی اس کا اور کتنا انتظار کروں وہ باتیں کہ کہہ نہیں سکتا تھا میں محبت ہے مجھے اس سے ہاں ہاں میں اس کے بغیر نہیں جی سکتا وہ میری ہے میرے بغیر رو لے گی وہ میرے علاوہ کسی اور سے پیار نہیں کر سکتی وہ مجھ سے ہی شادی کرے گی تیرے فراق کے لیے شمار کرتے ہوئے

بکھر چلے ہیں اظہار اس کا انتظار کرتے ہوئے ہاں ہاں میں بھی خوش ہوں اگر اس سے کوئی جا کر کہہ دے اگر وہ خوش ہے مجھے بے قرار کرتے ہوئے تمہیں خبر ہی نہیں ہے کہ اظہار ٹوٹ گیا ہے محبتوں کو پائیدار کرتے ہوئے میں مسکراتا ہوا آئینے میں ابھروں گا وہ رو پڑے گی اچانک ستھرا کرتے ہوئے مجھے خبر ہوئی کہ اب لوٹ کے نہیں آئے گا سو تجھ کو یاد کیا دل۔ دار کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی سند نہیں ہیں آنکھیں ہیں میں ان میں ڈوب گیا اعتبار کرتے ہوئے بھنور جو مجھ میں پڑے ہیں وہ میں ہی جانتا ہوں تمہارے بھر کے دیا کو پار کرتے ہوئے ایک دن شام کو کام سے واپس آیا تو ایک نئے نمبر سے کال آئی ہوئی تھی میں نے اونے کی تو میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ دوسری طرف عالیہ بھی میں بولے والا تھا عالیہ بولی۔ کیسے ہو تم

میں بے اختیار رو پڑا میں کیسے بتاتا کہ میں تمہارے بنا کیسا ہوں بس اتنا بولا کہ تم نے ایسا کیوں کیا عالیہ تمہیں معلوم ہے تاکہ میں تم بن کیسے جی سکتا ہوں عالیہ نے بتایا میری طبیعت خراب ہو گئی تھی تین ماہ میں بیمار رہی پھر کچھ سنبھلی ہوں میں نے تم سے کئی بار رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر ایک تو میرا موہاں خراب ہو گیا اور ایک میں بھی سوچتی کہ تم بہت بیمار رہا ہو گئے اور میں بہت تنقیدوں میں تھی۔ میں بھی سوچتی تھی تم اپنے آپ کو کچھ قابل بنا لو بہر حال ہماری باتیں دوبارہ سے شروع ہو نہیں سکتی

پھر سے ایک دوسرے سے محبت کے وعدے نہ دور بننے کی قسمیں تنہا ساری زندگی ایک کے لیے ایک ہونے کی خواہشیں میں محبت کی راہوں میں چل دئے ہماری باتیں بہت بھولی لیکن پہلے سے کم ضرور تھیں میں اسے دوبارہ پا کر بہت خوش تھا وہ پھر سے مجھے مل گئی ہم ایک دوسرے سے پیار کرنے لگے تھے۔

تیری آنکھوں کے حسین جال میں آ جاؤں گا مجھ کو لگتا ہے تیری چال میں آ جاؤں گا زندگی تیرے بعد ہونا بھی مشکل لیکن نہ سوچا تھا کہ اس حال میں آ جاؤں گا دیکھ کر اسکو مجھے یاد کر کے دنیا اظہار ایک دن اس کے حد و حال میں آ جاؤں گا کتنے موسم تھے جو کتنے طعنے دے کر گزرے تم تو کہتے تھے کہ اس سال میں آ جاؤں گا وقت گزرتا گیا ہماری باتیں ہوتی رہیں آج وہ دن آ گیا تھا جب مجھے اپنے ملک اپنے شہر اپنے گھر واپس جانا تھا آج تقریباً تین سال کا عرصہ ہو گیا تھا دل خوشی سے جمو اٹھا تھا کہ میرا محبوب مجھ سے ملے گا میں بنی عمر کے اس کے ساتھ باتیں کروں گا اس کو کیا اپنی آنکھوں کی پیاس بجھاؤں گا وہی دل کا چین تھا سکون تھا وہ اب تک میرے انتظار میں بیٹھیں بچا کر جینی ہو گی

آج اٹھائیس دسمبر تھا جب ہم دوبارہ آئے سنا سنئے آئے تھے بہت خوش تھا مگر عالیہ بھی کبھی ہی تھی شاید کوئی پریشانی تھی اس کو مگر میں نے اس سے پوچھ ہی لیا عالیہ تم خوش نہیں خیریت تو ہے عالیہ بولی نہیں عامر ایسی کوئی بات نہیں ہے میں بہت خوش تم کو کہہ کر میں کتنی خوش ہوں جس

کام اندازہ بھی نہیں لگا سکتے میں نے عالیہ سے کہا عالیہ میرے گلے سے نہیں لگو گی ہم ایک دوسرے کے گلے ملے کافی دیر باتیں ہوئی رہی جسے ساری کائنات میری قابو میں ہو گئی ہو جیسے لمبے رک گئے ہوں جیسے میں دنیا کا پادشاہ انسان تھا جیسے کوئی زندگی کی آرزو کرنے والے انسان تھا اور اسے زندگی دوبارہ مل گئی ہو جیسے خواب کے تعبیر مل گئی ہو۔ خوشیاں سمیٹ کر میری ہتھیلی پر رکھ دی گئی ہوں ہم الگ تو نہیں ہونا چاہتے تھے مگر ہم نے الگ ہونا ہی مناسب سمجھا گھنٹوں باتیں کرتے پھر میں چند لمبے ضائع کیے بغیر عالیہ سے شادی کا سوال کر ڈالا اس پر عالیہ مجھ ہی گئی میں نے کہا عالیہ کیا ہوا

عالیہ نے کہا نہیں کچھ بھی تو نہیں اس پر بعد میں بات کریں گے ہم نہ چاہتے ہوئے بھی واپس چل دیئے اپنے گھروں کو میں اپنے دوستوں سے ملنے چلا گیا ایک ہفتہ ہو گیا تھا ہم صرف فون تنگ پر بات کرتے تھے۔ پھر میرے دوست کی شادی تھی اس کی شادی میں معروف ہو گیا اور میں عالیہ سے صحیح طرح سے بات نہ کر پایا شادی کا دن بھی آن پہنچا تھا شادی ٹھیک ٹھاک گزر گئی تھی اور میں کسی ضروری کام سے لاہور آ گیا اپنا کام مکمل کرنے کے بعد واپس لوٹا مجھے پاکستان میں آئے ہوئے دو ماہ کا عرصہ گزر گیا تھا میں نے عالیہ سے کئی بار گھر سے باہر آنے کا کہا ناں اس نے اپنا دھار کر وایا اور نہ ہی اس نے ملنے کے لیے کوئی جہت جو اب دیا۔ وہ کچھ کوئی کم کوئی ہوئی تھی جیسے کوئی بڑی پریشانی ہو میں وہ کوئی کم سمجھتی رہنے لگی کافی دن ہو گئے تھے اسے دیکھا نہیں تھا۔ وہ مختلف ٹپلے

بہانے کر رہی تھی وہ مجھے کچھ کہنے لگتی تھی مگر چپ ہو جاتی تھی میں نے پیرا اسے پوچھنے کی کوشش کی وہ مجھے بھی نہیں بتاتی تھی پھر کئی دن کے بعد اس نے خود ہی مجھے ملنے کا کہا میں بہت خوش ہوا تھا اس نے جگہ کا یقین بھی خود ہی کیا ہم ملے آج وہ پہلے سے زیادہ خوش تھی میں بھی خوش تھا کیونکہ میری جان کا وہ بہت اچھا تھا ہم نے جی بھر کے باتیں کی پیار کیا چار گھنٹے تک ہم نے بات کی ہماری باتیں ہمیں کہہ کر ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں ہم بانہوں میں بانہیں ڈال کر باتیں کر رہے تھے کہ میرے ایک بار شادی کے سوال نے عالیہ کو چونکا، یا تھا عالیہ نے تھوڑی سی پریشان تھی یا نہیں مودود میرے سوال سے جو کیا اور یقین بھی ہو گیا تھا۔ میں نے عالیہ سے کہا

تم مجھ سے شادی ہی نہیں کرنا چاہتی۔
نہیں عامر ایسا ایسی کوئی بات نہیں ہے
تو پھر بات کیا ہے بتاؤ تم
عالیہ نے کہا میں دو سال شادی نہیں کر سکتی
میں نے پوچھا۔ کیوں عالیہ کوئی وجہ تو ہوگی
ان وجہ سے کہ کچھ شاید سوچ کر ہوئی۔ وہ
یہ ہے کہ میں تم سے شادی نہیں کر سکتی جب تک
میرے ابو کو رونا نہ ہو تب نہیں مل جاتی کیوں کہ تب
تک چھٹی پہنوں کی پرانی مٹل ہو جائے گی اور
جب تک ہم کھریو ستاروں سے نکل نہیں آتے
تک میں نے عالیہ سے کہا اس سے ہماری شادی
کا تعلق تو نہیں جاتا۔
عامر عالیہ بولی تعجب سے بات کو سمجھو پلیز
عالیہ۔۔ میں نے کہا ہم اتنی دھوم دھام سے
شادی نہیں کریں گے۔
عالیہ بولی عامر پلیز یہ بات دوبارہ مت

کرنا جب تک میں نہیں کہوں گی۔

عالیہ اپنی اس بات پر بضد رہی مگر میرے
کزن کی باتیں جو عالیہ کی شادی کے بارے میں
کی تھیں وہ ہم لے رہی تھی عالیہ نے میری ایک
نہیں سنی اور وہاں سے چلی گئی کچھ دن بعد میں
نے تیاری کی اور عالیہ اور گھر والوں کو خیر آباد کہہ
کر مودودی عرب دو بارہ آکر ایک بار پھر پھرتا
مقتدر بن گیا۔ عالیہ فون پر فون کوئی اس دن بہت
روٹی مجھ سے کہا

تم ناراض ہو کر آئے ہونا۔
میں نے کہا۔ نہیں عالیہ میری جان میں
ناراض نہیں ہوں

عالیہ بولی عامر میں تمہیں بتا نہیں سکتی میں
کتنی مجبور ہوں ہو سکتا ہے تمہیں اندازہ ہی نہ ہو۔

میں نے کہا تم کتنی دو دو سال میں تیار
لیے پوری زندگی گزار سکتا ہوں میری اس بات پر
عالیہ کی رونے کی آواز نے مجھے بھی رلا دیا نہ جانے
وہ مجھے اتنا پیار کرتی تھی ہمارے درمیان بات کا
تعلق ہو گیا کیونکہ اسے شاید یقین نہ ہو گیا تھا۔ ہم
ایک دوسرے سے نفرت میں چار پانچ بات بات
کرتے تھے پھر بھی کیا کر سکتے تھے۔ ہم نے ایک
دوسرے کے بغیر رہنا تو دوسو پناہی تک نہیں
گوارا نہیں کر سکتے تھے۔ پھر ایسے دنوں سے تو
ہم جیسے جی بھر سے کئے تھے فیس بک کے ذریعے
اندیشہ کے ذریعے باتیں کرتے تھے اس سے
آنکھوں کی حسرت بھی پوری کر لیتے تھے دل بھی
خوش ہو جاتا تھا۔ پھر یوں ہوا کہ ہماری بات کو تین
ماہ کا عرصہ گزر گیا تھا بات نہیں ہو سکتی پھر کیوں وہ
عاجب ہوئی تھی عالیہ کے بغیر دل بھی نہیں لگ رہا
تھا کافی دن سے اسے دیکھ نہیں سکا نہ آواز سن سکا

تھا وقت کب رکتا ہے گز رہی جاتا ہے اور گزر گیا
مجھے سعودی عرب میں آئے ہوئے دو سال ہو گئے
عالیہ سے بات ہوئے پھر ماد کا۔

آج اکتوبر کی تین تاریخ تھی میں پاکستان
آکر گھر والوں سے ملنے کے بعد میرے دل میں
عالیہ کے ملنے کی ترپ پیرا ہوئی ترپ کیسے قرار
پانی جب تک اس تل نہ لیتا میں عالیہ کی قلی کے
ہزار پندرہ کا چکا تھا ایک چل کے لیے بھی سکون نہیں
مل رہا تھا۔ دل کو کب سکون آتا قرار آتا وہ نظر آتی
تو دل کو سکون ملتا وہ نہیں تھی تو کچھ بھی نہیں تھا وہ ماہ
ہوئے تھے مجھے پاکستان آئے ہوئے میرے گھر
والوں نے بھی آخر میری شادی کا ڈھونگ رچانا
شروع کر دیا تھا اور میں جس کے لیے ترپ رہا تھا
وہ جانے کہاں گم تھی وہ کس حال میں تھی اور بے
تھی کہاں کیسے جاتا گیا جائے وہ کس حال میں ہے
بات کیوں نہیں کرتی اور وہ ہے کہاں کیوں اس
نے مجھ سے دور ہونا سیکھ لیا ہے وہ کس طرح
میرے بغیر رہ رہی ہے کیسے میرے بغیر جی سکتی
ہے کس طرح وہ ہو سکتی ہے کس طرح اس کو نیند آتی
ہوئی۔

ذرا آنکھوں میں چھو کر دیکھوں
کاش میں کبھی سو کر دیکھوں
شاید ابھرے تیری تصویر میں
تیرا تیری یاد میں رو کر دیکھوں
میں اسی خواہش میں مصروف ہوں اظہر
میں تیرے پاؤں تیری ٹوکرو دیکھوں
اشک ہیں وہم کی بنیم لے ہو
اپنی ٹیلیں تو بھوکو دیکھوں
تیرا لانا ہے پیڑ لہرانا چو اس سے اظہر
میں بھی اچانک تجھے بھوکو دیکھوں

اب کہاں سے اپنے گریباں کی بہانہ
تار میں زخم پر کر دیکھوں
میرے ہونے سے نہ تو شاید ہے بہتر
تو جو چاہتا اظہر تیرا ہوا نکلوں
روشنی مرد سے پہلے
دن دن وہ تو مرد کیسوں
ہماری بات نہیں ہوئی تھی میں کوئی حربہ
استعمال کرتا آخر گھر والوں سے عالیہ کے بارے
میں بات کی یہ بہت ہنسے میں حیران تھا کہ کیوں
ایسا رویہ اختیار کر رہے ہیں آخر میرے گھر والوں
نے کہا کہ عالیہ کے ابو کا نام انکل رمیض تھا
رمیض کی ساری بیٹیوں کی شادی ہو چکی ہے اور
تم نے یہ کیا بات کی ہے پاگل دو تم تو اس کے جانتے
نہیں ہو

میں نے کہا نہیں اس کی بڑی بیٹی عالیہ مجھ
سے پیار کرتی ہے۔
میرے بھائی نے کہا ابو بھائی اس کی شادی تو
کب کی ہوئی ہے۔

کیا۔۔ نہیں ایسے نہیں ہو سکتا میں کہتا ہوا گھر
سے باہر نکل گیا عالیہ نے تو مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ
جب معاملات کراؤ گے تو تب ہم شادی کریں گے تو
پھر بیٹے من تھا اس نے ایسا کیوں لیا اور مجھے بتایا
تھی نہیں میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا یہ بی بی دل مانتا
تھا بھی نہیں اس نے مجھے بھی مجھوس نہیں ہونے دیا
کہ اس نے شادی کر لی ہے سارے تین سال ہو
گئے تھے عالیہ کی شادی کو مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا کہ
کیا کروں یہ پیسا عادی تھا میرے ساتھ میں اس
سے جھوٹ بولنے و بیش جی ہی سمجھتا رہا ابھی چکر
میں میرے دن گزارتے کئے کہ اچانک میرے بھر
پر عالیہ کی کال آئی میں تل سے اس کی بات سنی اس

نے پھر طبیعت خراب کا بہانہ بنالیا خود ہی اس نے
چلنے کو کہا اور مجھے دیکھنے کی ضد کی میں نہ چاہتے
ہوئے بھی اس سے ملا

ہم ایک دوسرے کے سامنے تھے میں نے
وہ ساری بات اس کے سامنے رکھ دی وہ کیوں ایسا
کہہ رہی ہے وہ بھی مجھ سے۔ اور وجہ کیا ہے آخر
سب پوچھا۔

عالیہ نے کہا تمہیں پتا چل ہی گیا ہے تو ٹھیک
سے عالیہ کی اس بات پر میرا دل ٹوٹ گیا کیونکہ
لوگوں کی باتیں میں ابھی تک جھوٹ ہی سمجھتا رہا
تھا میں صرف عالیہ کے منہ سے سنا چاہتا تھا وہ
سب کچھ جانتا چاہتا تھا اور عالیہ نے اس بات کو
کھیر کر دیا یہ بات کہ میرے ارمانوں کا جنازہ
نکال دیا عالیہ روتے ہوئے میرے سامنے ہاتھ
جوڑ دینے اور بول بھی رہی تھی

وہ بولی میں جب کشمیر شادی پر گئی وہاں ایک
لڑکے نے مجھے کافی ڈسٹرب کیا تھا اور بار بار مجھے
ایسے دیکھ رہا تھا کہ ابھی کھا جائے گا اس نے میری
کزن حرمین سے پوچھا یہ لڑکی کون ہے تو میری
کزن نے میرے بارے میں اسے بتا دیا کچھ دن
کے بعد مجھے کالج کے ایگزام کے ختم ہونے کے
بعد واپسی پر مہمان گھر پر ملے ان میں وہ لڑکا بھی تھا
لیکن جو مہمان تھے ان میں میری پھوپھی بھی۔

انہوں نے میرا ماتھا چوما اور دعا میں دیں مہمان
چل گئے تو امی نے مجھے بتایا کہ تمہارا رشتہ طے کر
دیا ہے اور تم کچھ دن تک تجارتی کرو لڑکا شادی کرنی
ہے تمہاری میں نے امی کو بہت کہا روٹی چلائی مگر
امی اور ابو نے میری ایک نہ سنی اور کہا لڑکا نہ حال لکھا
ہے اور ایک اچھی جاب پر ہے پیش کر دو گی پاگل
مست غو میں نے امی سے کہا میں شادی نہیں کروں

گی مگر امی ابو کو کوئی فرق نہیں پڑا۔ آخر میری شادی
کے دن رکھ دیئے گئے اور مجھے رخصت کر دیا گیا
کچھ دن تو میں تمہارے بغیر گزار لیے مگر آہستہ
آہستہ میں تمہیں بھولتی گئی بہرام مجھے اب بہت
پیار کرنے لگے اور چار ماہ تک میں پیار سمیٹتی رہی
پھر سرسراہ والوں کی باتیں بہرام کی باتیں وہ
سب کچھ میرے ساتھ ہونے لگا جو سسرال کرتے
ہیں کبھی کبھی بہرام میرا ساتھ دیتے اور کبھی پھوپھو
بھی میری دیکھائی بحر حال میں بہت پریشان
رہنے لگی اور اس وقت مجھے تمہاری بہت یاد آتی
میں تمہیں بہت سب کرتی اور یادیں روتی رہتی خدا
سے مرنے کی دعا میں کرتی پھر میں نے ایک دن
تمہارا نمبر ڈائل کیا اور دل کو بہلایا اور تم سے اپنی
شادی کی بات چھپاتی رہی میں جو تمہاری محبت
بھولا بیٹھی تھی وہی محبت مجھے سکون سے بٹھنے نہیں
دیتی رات کو درتک سونا میرا وپیرا بن گیا بندہ فری
لگا کر گانے سن لیتی اور تمہاری یاد میں آنسو بہا لیتی
میرے دن رات خذاب میں گم رہے تھے۔ بس یہ
ساری باتیں ہیں عامر وہ میرے پاؤں میں بیٹھتی
اور رونے لگی میرے آنسو تھے کہ رکے کا نام ہی
نہیں لے رہے تھے ہم دونوں ایک دوسرے کو
مٹے لگا کر اتارے روئے کبھی بندہ نہ تھی ہمارے اس
وقت دل پر کیا گزر رہی تھی کامی بتاؤں۔

قارئین آپ ہی بتائیں میں کیا کرتا مجھے اس
کی عادت ہوئی تھی۔ جس سے پیار ہو جائے ہم
خدا کی اس کے بغیر جینا بہت مشکل ہو جاتا ہے
اسکے بنا ایک ہل بھی جی نہیں سکتا بندہ اس سے
بڑے خذاب شاید کوئی نہ ہو۔ محبت کی منزل بھی
کسی نصیب والے کو نصیب ہوتی ہے محبت بائے
محبت تم نے کتنے مارے تھے پھر بھی سکون نہیں آیا

میری بدعا ہے تجھے ہی موت آجائے۔

عالیہ نے اپنے زخم دکھائے جو ہماری بات
ہو رہی تھی اس کے خاوند بہرام کو پتا چل گیا اور
اسے اتنا مارا وہ بے ہوش ہو گئی۔ تھوڑے دن ہی
گزر رہے تھے عالیہ نے طلاق لے لی تھی اور مجھے
اپنی قسم دے کر شادی کرنے کا کہا۔ میں نے بھی
شادی کر لی میں نے اپنی بیوی کو بہت پیار دیا اور
اسے اپنے اور عالیہ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا
وہ بہت اچھی بیوی ثابت ہوئی ہماری شادی
کو سات ماہ ہی ہوئے تھے میری بیوی کو بخار ہوا
اور طبیعت زیادہ ہی خراب ہو گئی اور وہ خالق حقیقی
سے جانی مجھے اس دن اپنے نصیب سے کچھ زیادہ
ہی شکوہ ہوا کچھ دن کے بعد میری عالیہ سے
ملاقات ہوئی وہ مجھ سے خود ملنے آئی اور اس نے
مجھے سلی دی دس ماہ بعد میرے گھر والوں نے عالیہ
کے ماں باپ سے شادی کی بات کی وہ بھی آسانی
سے مان گئے تھے ہم نے سوچا نہیں تھا کہ قسمت
ایسے کھیل کھیلتی ہے میں نے عالیہ سے بات کرنا
چاہی تو عالیہ نے ثابت جواب دیا وہ خوش تھی ہم
دوبارہ ایک ہو گئے میں نے محبت حاصل کر لی تھی
وہ محبت جس کے لیے مجھے ہر جگہ کھٹنے پھینکنے پڑے
کبھی نصیب کے آگے تو کبھی رقیب کے آگے مگر
آج قسمت میرے سامنے کھٹنے ٹیک رہی تھی اور
ٹیک دینے تھے۔ ہم ایک دوسرے کو پا کر بہت
خوش تھے ہم آج بے سکون زندگی گزار رہے ہیں دکھ
سارے۔ مگر مجھے ہیں خوشیاں ساری سمت گہر کھجی
میں آتی ہیں

قارئین سے گزارش ہے کہ اگر میری یہ ادنیٰ
سی باتیں پسند آئے تو ضرور آگاہ کریں میں نے
اپنا موبائل نمبر لکھ دیا ہے اس پر متوجہ کر کے یا کال

کر کے اپنی رائے کا اظہار ضرور کریں آخری شعر
کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔
خدا جو مجھے دل نہ دیتا اظہر
سوچو بھائی کبیاں در بدر پھرتے
اظہر محمود اسلم فاروق آباد

اشعار

اک مدت سے میری ماں نہیں سوئی تابش
میں نے اک بار کہا تھا مجھے ڈر لگتا ہے
سونا سونا سا گھر لگتا ہے
ماں نہیں ہوتی تو مجھے ڈر لگتا ہے۔ کشور کرن
۲۔ اللہ سے کرے دور تو تعلیم بھی فتنہ
املاک بھی اولاد بھی جاگیر بھی فتنہ
ذوق کے لیے اٹھتے تو شمشیر بھی فتنہ
شمشیر کیا نعرے کبیر بھی فتنہ۔ ملامہ اقبال
کشور کرن

اقبال۔ تیری اس دنیا میں یہ منظر کیوں ہے
کنہیں زخم تو کہیں پتھر کیوں ہے
سنا ہے کہ تو جہز دے میں رہتا
پھر زمین پر کہیں مسجد تو کہیں مندر کیوں ہے
جب رہنے والے اس دنیا کے تیرے ہی
جس بندے

تو پھر کوئی کسی کا دوست کسی کا دشمن کیوں ہے
تو ہی لکھتا ہے سب لوگوں کا مقدر یا رب
تو پھر کوئی بد نصیب کوئی تھکر کا سنگد کیوں ہے
ابو سفیان لاہور

ٹوٹے دل کی آواز

— تحریر: سحر خاں — ڈیپ روم —



رباںش بھائی۔ السلام علیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک کہانی ٹوٹے دل کی آواز کے ساتھ آج حاضر ہو رہی ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض
میں شائع کر کے شرمیہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی
مشق کروں گی اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتی رہوں گی۔ یہ کہانی آپ کو ایسی ملی
جسے اپنی رائے سے نوازینے کا جتنے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ میری طرف
سے سب قارئین کو خالص تحفہ اسلام
ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں و مقامات
کے نام تبدیل کر دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ وہ مخاطبات شخص انتہائی بیوقوفی جس کا ادارہ یا راسخ
ذمہ دار نہیں ہوگا۔

قارئین! شرمیہ کی کہانی اسی کی زبانی سنتے ہیں۔
آج کل مریوں کی چٹھیاں جاری تھیں
ورمیں چٹھیاں گزرتے چٹھیاں جاری تھیں
نہ کر تھیں اپنے بھائی کے ساتھ رہ رہا تھا میں۔
جانی چٹھیاں کے شرمیہ لاہور میں رہتے تھے ان کا
ماں باپ دہلی میں رہتے تھے اس لیے وہ ان کی
کرپک جاتے۔ ساتھ رہتے تھے۔ اور وہ ان
ماری باتوں میں تو میں اپنا تکیہ کروان بھول یا
نہ انام نہ ان میں مراپی سے ملا جلا رہی
میں بہت اداں اور اپنے بی اے کے امتحان دینے
کے بعد یہاں چٹھیاں لکھ رہا تھا کہ پورا مرام بنایا تھا
وہ جانی ہیں میرے ابو اور امی کراچی ہی رہتے
ہیں۔ میں ان کے ساتھ رہتا ہوں۔
میرے بھائی کا نام شرمیہ ہے اور بھائی کا
نام شرمیہ۔ ان کی شادی کو پانچ سال ہو گئے لیکن
ان کویت سے ابھی تک محروم ہیں۔

کراچی سے لاہور آنے کے سفر کے دوران
میں ایک کپڑے پر آ کر بیٹھی تھی اس نے جانا دیا
اور پھر میں آرام کرنے کے لیے کمرے میں چلا
آ گیا۔ سب شرمیہ کو بیٹھی شرمیہ کے پاس ان
بے ملا اور پانچ دیر باتیں ہی ہوئی پھر سے مل کر
بہت خوش رہا میں اور میرے بھائی ہم وہ دونوں کی
اس میں ایک اور سے ہے۔ وہ بہت شرمیہ
لیتے ہیں رات دیر تک چٹھیاں کر ہم نے کپڑے
ماری اور پھر بونے پتے گئے۔
تجلیہ کرنا شرمیہ کرنے کے بعد میں بھائی
کے زمان حیدر اور ارسلان کے ساتھ لاہور کی سیر
کر رہا تھا۔ وہ کوئی حیدر اور ارسلان بھائی کے
خالصہ کہانی تھے۔
بھائی کی شادی کے دوران میری ان سے
کافی دوستی ہوئی تھی اور وہ لاہور میں ہی رہا تھا
پندرہ تھے۔

آج موسم بہت ہی دلکش تھا جمید اور
رسہان نے لاہور کے بے شمار رنگ دکھائے
ہو کر ہر چیز بہت ہی خوبصورت تھی انہوں نے
نئے بہت سیر کروائی ہم شاہی قلعہ و مینار پاکستان
دشاہی مسجد و فورٹس اور بے شمار جگہوں میں گئے
ہاں ان گنت چیزیں دیکھیں پھر شام کو سیر کرتے
کرتے ہم ایک چھوٹے سے ٹیلی پارک میں چلے
گئے چونکہ ہم بہت تھک گئے تھے اور آرام کرنا
چاہتے تھے اس لیے ہم نے وہی آرام کرنے کا
نیشنل گریڈ ویاں جا کر ہم ایک بچہ پر بیٹھ گئے
میں اس پارک کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا یہ پارک
نہایت ہی خوبصورت تھا پارک میں رنگ برنگے
پھول تھے جو کہ آنکھوں کو سکون دے رہے تھے ان
کی خوشبو دل میں ایک عجیب سی ٹھنڈک اور سکون
دے رہی تھی میں اپنے آپ کو اس پارک میں
بہت پرسکون محسوس کر رہا تھا کہ اچانک میری نظر
پارک میں ایک سائیدہ کھڑی لڑکی پر پڑی جو کہ
بچوں کے ساتھ باتیں کر رہی تھی اور ہنسنے میں
مصرف تھی میرے تو اس لڑکی کو دیکھ کر ہوش ہی از
گئے وہ نہایت ہی خوبصورت تھی۔ رنگ دودھ کی
طرح سفید اس نے ہلکے نیلے رنگ کا لباس پہنا تھا
آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور ہونٹ گلاب کی
چنگیز یوں کی مانند تھے وہ اتنی خوبصورت لگ رہی
تھی کہ جیسے آسمان سے پڑی آتری ہو میں نے چاہا
تے ہوئے بھی مسلسل اسے دیکھتا رہا اس کی سادگی
میں ہی وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی میں تو پہلی
نظر میں ہی اسکو دل سے بیٹھا تھا پہلے تو اس کے
بونٹوں کی تمسکراہٹ نے میرے دل کی دھڑکن
مزید بڑھادی تھی مجھے پہلی بار محسوس ہوا کہ یہی وہ
کی ہے جس سے مجھے محبت ہوئی ہے۔

معصوم نظر بھولا کھنڈا چہرے پر تبسم شوخ ادا
تصور کا یہ عالم ہے وہ حسن مجسم کیا ہوگا
تھوڑی دیر تک شام ہو گئی تھی میں اس کو
دیکھ جا رہا تھا اور کچھ ہی لمحوں بعد وہ ویاں سے
چلی گئی میں ویاں سے جاتے ہوئے اسے مسلسل
دیکھتا رہا میرا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا اور یہی
کبہ رہا تھا کہ اس کو روک لو۔ لیکن میں نے سوچا
کہ وہ براہی نہ مان جائے پھر عبید نے مجھے آواز
دی اور کہا۔

مجھے لگتا ہے کہ ہمیں بھی چلنا چاہئے کیونکہ
شام ہو رہی ہے اور گھر میں سب ہمارا انتظار کر
رہے ہوں گے پھر ہم لوگ گھر کی طرف روانہ ہو
گئے گھر آنے کے دوران بھی میرے دل و دماغ
میں صرف اور صرف اس لڑکی کی تصویر تھی میرے
دماغ میں صرف یہی سوال تھا کہ اس کا نام کیا
ہوگا میں دل ہی دل میں صرف اسی سے محبت
کرنے لگا تھا میں اس کے پیار میں پاگل ہو چکا تھا
میں گھر آتے ہی فوراً اپنے کمرے میں چلا گیا۔
بھابھی نے کھانے کا پوچھا تو میں نے انکار کر دیا
اور اپنے بند پر لیٹ گیا بند پر لیٹ کر میں کمرے
کی چھت کی طرف دیکھتا رہا اور اس پری زاد
چہرے کا خیال میں دماغ میں طغوم رہا تھا۔ آج تو
جیسے نیند بھی مجھ سے روٹھ چکی تھی پھر بھی اس
چہرے کو یاد کر کے جیسے تیسے مجھے نیند آتی تھی او
ر میں نیند کی وادی میں کب کھو گیا مجھے پتہ ہی نہ چلا
۔ صبح اٹھ کر میں نے ناشتہ کیا اور پھر جمید اور
ارسلان کے ساتھ یہاں سے لیے روانہ ہو گیا آج
بھی ہم نے خوب سیر کی اور شاپنگ بھی کی اور پھر
ہم اسی پارک میں آکر آرام کرنے کے لیے بیٹھ
گئے آج پھر وہ لڑکی وہی پر بھی میں اب دیکھتا ہی

رہا میں سوچ رہا تھا کہ اس سے جا کر اس کا نام
پوچھوں لیکن میری ہمت نہیں ہو رہی تھی عبید اور
ارسلان میری طرف بڑے غور سے دیکھ رہے تھے
انہوں نے نوٹ کر لیا تھا کہ اس لڑکی کو بڑے غور
سے دیکھ رہا ہوں پہلے تو وہ چپ رہے لیکن جب
وہ لڑکی ویاں سے چلی گئی اور میں اور عبید اور
ارسلان گھر کی طرف روانہ ہو رہے تھے تو انہوں
نے مجھ سے اس بارے میں بات کی چونکہ وہ میر
ے دوست تھے اس وجہ سے میں نے اپنے دل
کے جذبات ان سے شیر کیے وہ بہت خوش ہوئے
میں نے ان سے کہا۔

میں اس لڑکی کا نام نہیں جانتا۔
وہ کہنے لگے۔ بہت کر کے پوچھ لینا تھا۔
میں نے ان سے کہا کہ اگر اس کو برا لگا اور وہ
شور مچا کر سب کو اکٹھا کر کے مجھے پتہ ہی نہ دے۔
انہوں نے ہنس کر جواب دیا اور طنز یہ انداز
میں کہنے لگے۔ تو کوئی بات نہیں ہم تمہیں ہسپتال
میں لے جائیں گے علاج کے لیے اور کیا یہ کہہ کر
دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسنے
لگے میں نے ان کی بات سن کر منہ بنالیا۔ پھر عبید
مجھے کہنے لگا۔

آج نہیں تو کل اس سے نام ضرور پوچھنا
مجھے وہ دیکھنے میں ایسی لڑکی نہیں لگتی اور یہ بھی
جب پیار کیا تو ڈرتا کیا۔ ان دونوں نے میری
بڑی دوسرا افزائی کی اور پھر ہم گھر کی طرف چل
دئیے۔

اگلے دن میں نے اٹھ کر سوچا کہ آج بہت
کر کے نہ وہ اس کا نام پوچھوں گا آج تو عبید اور
ارسلان بھی میرے ساتھ نہیں آئیں گے کیونکہ وہ
پہلے ہی میری وجہ سے اپنے آپس سے چھٹیاں کر

چکے تھے۔ آج صرف اور صرف میں اس لڑکی کی
یاد میں گھومتا رہا مجھے آج اس لڑکی سے ہر حال میں
بات کرنی تھی ہر حال میں اس کا نام پتہ کر کے ہی
رہوں گا اور ان سوچوں کے ساتھ ہی شام ہو گئی
میں فوراً پارک میں گیا وہاں پر وہ پھر سے نظر آئی
میں اس لڑکی کو دیکھتے ہی جا رہا تھا اور یہی سوچ
رہا تھا کہ اس سے جا کر اس لڑکی کا نام پوچھتا ہوں
اتنے میں کسی نے پیچھے سے آواز لگائی تو میں۔ تو
فوراً ہی اس لڑکی نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور وہ لڑکا
کہنے لگا کہ نوشین خالہ جان آئی ہیں یہ سن کو وہ فوراً
ہی اس لڑکے کے ہاتھ چلی گئی۔

اچھا نوشین تو یہ نام میری محبوبہ کا ہے میں
اپنے منہ میں بڑبڑایا اور ساتھ ہی گھر کی طرف
روانہ ہو گیا۔ ساری رات میں نوشین کے خیالوں
میں ہی رہا میں اپنی زبان سے بار بار اس کا نام لئے
جا رہا تھا میں سوچ رہا تھا کہ جس طرح اس کی
شخصیت سب سے علیحدہ تھی اس طرح ان کا نام
بھی سب سے علیحدہ تھا آج مجھے نیند بھی نہیں
آ رہی تھی سب اس کا خیال میرے ذہن میں تھا۔
بھی نہ چین سے سوئے ہم

تیرے پیار میں جب سے کھوئے
یہ خواب و خیال یہ خواہشیں
کہا کیا حسین گل بنائیں ہم نے
اگلے دن مجھے اٹھنے میں کافی دیر ہو گئی میں
نے اٹھ کر گھڑی میں ناظم دیکھا تو دن کے پارہنج
رہے تھے میں جلدی سے فریش ہو کر ٹی لاؤنج میں
پہنچا تو دیکھا کہ بھابھی کسی سے باتیں کر رہی تھیں
میں نے بھابھی کو آواز دی بھابھی مجھے کہنے لگی کہ
آؤ ہمیں اپنی ٹیبل سے ملاؤں۔ اب میں بھابھی
کو بول کر انکار بھی نہ کر سکا کیونکہ اگر میں کچھ بولتا

تو وہ سن لیتی میں ہاتھ کے اشارے سے انکار کیا لیکن بھابھی کے اسرار پر اس کے سامنے آنا پڑا جب میں اس لڑکی کے سامنے گیا تو حیران رہ گیا کہ وہ لڑکی جن کو میں نے مٹرف پارک میں دیکھا اور اپنے دنیاؤں میں دیکھا وہ آج میرے سامنے موجود تھی میں بت بنا صرف اور صرف اسے دیکھتا ہی رہ گیا بھابھی نے اس سے میرا تعارف کروایا۔
 نوٹیشن یہ میرا پورا شہزادہ ہے لیکن یہ مجھے اپنے بھائی سے کسی زیادہ عزیز ہے اور یہ چھ دن پہلے براہی سے یہاں چھپایاں گزارنے آیا ہوا ہے اور شہزادہ میری دوست ہے نوٹیشن۔ ہم بچپن سے ہی سکول میں فریڈرزیں ہم سکول کا کچ اور پونیورسٹی میں اسے پڑھتے رہے ہیں اور پھر ہم دونوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا اور کر کے کمرے میں چلا گیا میں آج بہت خوش تھا خوشی سے پھولے نہیں سارا ہاتھ اور اب تو کوئی پراہم بھی نہیں ہوگی میں بھابھی سے کہہ کر نوٹیشن کے بارے میں پوچھ لوں گا اور پھر میرے بعد میں اپنے کمرے سے باہر آیا اور وہاں بیٹھ گیا جہاں نوٹیشن بیٹھی تھی میں چور نظروں سے اسے بار بار دیکھ رہا تھا اور میں اس سے جا رہا تھا میرے اٹا میں نے اس سے اس کی پڑمائی پوچھی اور وہ بھی بھئی اس کی چوٹی چوٹی ساری انگوٹھی کی شراہیں بنائے تھی اس طرح باتوں باتوں میں ہم کافی حد تک ایک دوسرے سے مانوس ہوئے اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ جیسے جیسے گلاب کے مانند لک رہی تھی اور نظریں پار بار جھپکا کر میرے دل کی دھڑکنوں کو تیز کر رہی تھی۔ میں اسے اس دھڑکنے والا اور دھڑکنے والا جیسے بات کرتی تو نظریں جھپکا لیتی پھر یہ کہوں کے بعد دروازے پر ٹپل ہوئی تو میں فوراً دروازے کی

طرف دیکھنے لگا تو انہوں نے کہا۔

نوٹیشن کو بھیج دیں۔

میں نے اندر جا کر نوٹیشن سے کہا۔ کوئی آپ کو لینے آیا ہے۔

نوٹیشن اٹھ کر چلنے لگی اور کہنے لگی۔ یہ میرے بھائی ہیں اور یہ کہہ کر وہ بھابھی سے مل کر چل گئی۔
 بھابھی اندر جا کر گھر کے کام میں مصروف ہو گئیں اور میں بھابھی سے صفا پھیرا کر نوٹیشن کی باتیں کرنے لگا۔ بھابھی شاید میری باتوں سے سمجھ گئی تھیں کہ میں نوٹیشن کو پسند کرنے لگا ہوں۔ اسے میں بھابھی سے کہنے لگی۔

شہزادہ کیا تم نوٹیشن کو پہلے سے جانتے ہو اور کیا تم اس کو پسند کرتے ہو۔

میں نے بھابھی کو ساری بات بتادی اور یہ بھی بتا دیا کہ میں نوٹیشن کو پہلی نظر میں ہی پسند کرنے لگا تھا۔

بھابھی نے مجھے سمجھایا کہ کسی اور کی ہے یہ تمہاری محبت کی طرف ہے اور بیشک رے گی کیونکہ وہ بچپن سے ہی کسی اور کی ہے یہ سن کر تو جیسے میرے پیروں سے زمین ہی اٹھ گئی ہو مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ یہ سب سن کر میرے دماغ کی آستین پھٹ جائیگی۔

میں نے بھابھی سے کہا۔ یہ آپ سے کیا کہہ رہی ہیں۔

بھابھی کہنے لگی۔۔۔ جو کہہ رہی ہوں بالکل ٹھیک ہے نوٹیشن کی بچپن سے ہی اس کی خالہ کے گھر مٹائی ہو چکی تھی وہ خالہ کی ادا ہی بھائی تھی۔ اس کی خالہ کی کوئی بیٹی نہیں تھی اس وجہ سے وہ اس سے بہت پیار کرتی تھی جنہوں میں وہ زیادہ تر اپنے خالہ کے گھر ہی رہتی تھی۔ اور پھر اس کی خالہ نے

نوٹیشن کا رشتہ اپنے بیٹے ارحم کے لیے مانگ لیا۔ ارحم اس کی خالہ کا اکلوتا بیٹا تھا وہ بچپن سے ہی بہت ذہین، ذہن دار اور سلجھا ہوا لڑکا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے ارحم اپنی پڑھائی کے لیے گیا ہوا ہے اور کل ہی واپس آ رہا ہے اور کچھ ہی دنوں میں ان کی شادی ہو رہی ہے چونکہ وہ میری بیٹ فریڈ ہے اور ہم بچپن سے ہی ایک دوسرے سے ہر بات شہیر کرتے ہیں اس لیے وہ مجھے ارحم اور اپنی شادی کے بارے میں بتانے آئی تھی اور کچھ دنوں تک ان کی شادی ہے۔ میرے دماغ میں صرف اور صرف نوٹیشن کے خیالات گھوم رہے تھے میرے وہ خواب سارے ٹوٹ گئے جو کہ میں نے نوٹیشن اور اپنے لیے سجائے تھے میری آنکھوں سے لگا تار آنسو چھلکے رہے تھے۔ بھابھی نے مجھے بہت حوصلہ دیا میں نے بھابھی سے کہا۔

میں نے پہلی بار کسی سے محبت کی ہے اور وہ بھی ناکام ہو گئی۔ میرا دل ملل طور پر ٹوٹ چکا تھا میں نے بھابھی سے کہا کہ میں کل ہی کراچی چلا جاؤں گا میں اپنی نظروں کے سامنے نوٹیشن کو کسی اور کا ہوتے ہوئے بھی نہیں دیکھ سکتا۔

بھابھی نے مجھے سمجھانے کی بہت کوشش کی اس نے باوجود بھی میں نے اپنا سامان پیک کیا اور فوراً کراچی کے لیے روانہ ہو گیا۔ ایک دن کا سفر کرنے کے بعد میں اپنے گھر پہنچ گیا گھر جا کر میں نے امی ابو سے سلام لیا تو امی مجھے اچانک دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ امی نے میرا حال چال پوچھا تو میں نے امی سے کہا۔

میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر میں فوراً اپنے کمرے میں چلا گیا امی نے مجھے بہت روکنا چاہا لیکن میں نے ان کی بات نہ سنی اور اپنے

کمرے میں اپنے بند پر لیٹ گیا اور نوٹیشن کو یاد کرنے لگا سارا دن میں لگا تار اپنے کمرے میں رہتا رہا امی نے مجھ سے کھانے کا بھی پوچھا تو میں نے انکار کر دیا رات کو امی میرے پاس آ کر بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔

شہزادہ بیٹا کیا بات ہے تم مجھے پریشان لگ رہے ہو جب سے لاہور سے آئے ہو تب سے ہی اپنے کمرے میں بند ہو کر بیٹھے ہو کیا بات ہے۔
 میں نے امی کو کہا ایسی کوئی بات نہیں ہے بس ویسے ہی تھکاوٹ ہو گئی تھی اس لیے آرام کر رہا ہوں۔

امی کہنے لگی تم میری اولاد ہو میں تمہاری آنکھوں کو دیکھ کر تمہارے دل کا درد جان لیتی ہوں اب بتاؤ مجھے کیا بات ہے۔ امی کی یہ بات سن کر میں اپنا سر امی کی گود میں رکھا اور زور زور سے رونے لگا امی نے مجھے حوصلہ دیا اور کہنے لگی۔

بتاؤ شہزادہ بیٹا کیا بات ہے۔

میں نے امی کو کہہ کر ٹال دیا کہ امی مجھے آپ کی بہت یاد آرہی تھی اور کچھ نہیں امی نے مجھ سے بہت پوچھا لیکن میں نے انہیں کچھ نہیں بتایا۔ اور پھر بتا جانے کب امی کی گود میں سر رکھتے ہی مجھے نیند آگئی تھی یہ ہی نہ چلائی جب آنکھ مل گئی تو میں نے دیکھا کہ احمد مجھے گھرا گھور رہا ہے دراصل احمد میرا بچپن کا دوست ہے ہم لوگ ایک دوسرے کے ہمسائے ہیں اور ہم دونوں بچپن سے آج تک ہمیشہ اکٹھے رہے ہیں اور میں احمد کو اپنی جان سے بھی عزیز سمجھتا ہوں اور وہ بھی مجھ سے بہت پیار کرتا ہے۔

میں نے احمد سے پوچھا تم یہاں کب آئے ہو۔
 وہ بولا۔۔۔ یا تم نے تو بتایا ہی نہیں کہ تم کب

آنے اور آنے والے ہوتو میں نے سوچا کہ خودی
آنٹی سے پوچھ لوں اور آنٹی مجھے بتا رہی تھیں کہ تو
جب سے آیا ہے بس اپنے کمرے میں ہی پڑا ہوا
ہے کیا بات ہے یا تو ٹھیک تو ہے نا۔ احمد نے
پریشانی کے لہجے میں پوچھا۔

میں نے اندھ کوئی بات نہیں ہے
احمد کہنے لگا۔ اگر ایسی بات نہیں ہے تو تیری
آنکھیں اتنی اداس کیوں ہیں۔ تو کل آتے ہی مجھ
سے ملنے کیوں نہیں آیا کل آنٹی کی گود میں ہی سر
رکھ کر کیوں رو رہا تھا۔ آنٹی بھی تمہارے بارے
میں بہت پریشان ہیں وہ کہہ رہی تھیں کہ تم انہیں
بھی کچھ نہیں بتا رہے ہو۔

احمد کی باتیں ختم ہونے کے بعد اس کے
بہت اصرار پر میں نے اس کو ساری بات بتائی۔
نوشین کی بات احمد کو بتاتے ہوئے میری آنکھوں
سے آنسو جاری ہو گئے۔ احمد نے مجھے تسلی دی اور
کہا۔

جو چیز کبھی تھی ہی نہیں اس چیز کا کسادکھ۔
نوشین کو تیری دل کی بات کا علم نہیں ہے اور
نہ ہی اس کو تو نے بتایا تو مجھے صرف ایک انجان
بھتیجی تھی کیونکہ وہ نہیں جانتی تھی کہ تم اس سے
محبت کرتے ہو۔

کوئی بات نہیں یا۔ تیرے لیے ہم نوشین
سے بھی زیادہ اچھی لڑکی ڈھونڈ کر لائیں گے۔

میں نے احمد کو بتایا کہ کچھ دنوں میں اس کی
شادی سے وہ کچھ دن بعد کسی اور کی ہو جائے گی وہ
یہ نہیں جانتی کہ کوئی ہے جو اس سے اتنی محبت کرتا
ہے کہ اس کے لئے دل کی آواز سن لے میں
میں مل رہا تھا میری آنکھوں میں آنسو دیکھ کر
احمد کی آنکھ بھی جھجھکی لیکن اس نے ہمت سے کام

لیا اور مجھے سمجھایا اور کہنے لگا۔

یار شہزاد آج لگتا ہے کہ میں تیری وجہ سے
بھوکا ہی رہ جاؤں گا کب سے انتظار کر رہا تھا کہ تو
اٹھے اور ہم اکٹھے ناشتہ کریں۔ لیکن لگتا ہے مجھے
آج بھوکا ہی رہنا پڑے گا اور جب تک تم کھانا
نہیں کھاؤ گے میں بھی نہیں کھاؤں گا۔ احمد یہ کہہ کر
شہزاد کی طرف دیکھنے لگا میں فوراً اٹھا اور کہا ابھی
فرنش ہو کر آتا ہوں پھر کھانا کھانے باہر چلتے ہیں
۔ پھر ہم دونوں نے باہر ناشتہ کیا اور کافی دین تک
دوستوں کے ساتھ گھومتے رہے شام کو سچ بھی کھلیا
سارا دن کیسے گزارا یہی نہ چلا احمد کے ساتھ رو کر
میں کافی سنبھل گیا تھا پھر میں نے اور احمد نے اپنی
باقی کی پڑھائی ختم کی دو سال گزر چکے تھے ان دو
سالوں میں کئی بار مجھے نوشین یاد آتی لیکن احمد نے
میرا بہت ساتھ دیا مجھے بہت سنبھالا آج ہمارا بی
اے رزلٹ تھا اور میں نے احمد نے ایم بی اے
اچھے نمبروں سے پاس کر لیا تھا۔

احمد نے مجھے کہا اس سے پہلے کے ہم جاب
کریں میرا دل کرتا ہے ہم کہیں دور سیر کرنے چلتے
ہیں میں نے بھی احمد کی ہاں میں ہاں ملائی میں بھی
کہنے لگا کہ پڑھائی کی تھکاوٹ کے بعد انجوائے
کرنے کا دل کرتا ہے احمد کہنے لگا۔

میرا دل کرتا ہے کہ ہم لاہور سیر کرنے چلیں
اور میں نے ابھی لاہور دیکھا بھی نہیں ہے۔

میں نے احمد سے کہا لاہور نہیں جاتیں گے
جب بھی لاہور کا نام سنتا ہوں تو نوشین یاد آ جاتی
ہے اور میرا دل خون کے آنسو روتا ہے

احمد کہنے لگا۔ شہزاد یار کب تک بھاگو گے
اپنے گھر۔ ہو۔ کل سے آن نہیں تو شہزاد
جانا ہی ہو گا نا اور میں تو لاہور ہی جاؤں گا تم چاہتے

جاؤ یا نہ جاؤ

تو اس کی ضد کو دیکھتے ہوئے میں نے بھی
لاہور جانے کے لیے ہاں کر دی اور میں نے کہا
کہ کل ہی ہم چلیں گے اور میں عبید اور ارسلان کو
بھی فون کر کے بتا دیتا ہوں۔ یہ سب باتیں
کرنے کے بعد ہم اپنے اپنے گھر روانہ ہو گئے اور
اپنے گھروالوں کی اجازت لی اور سامان پیک کر
لیا۔ میں نے رات کو عبید اور ارسلان اور بھائی کو
بھی فون کر دیا تھا کہ ہم آ رہے ہیں وہ یہ سن کر
بہت خوش ہوئے اگلے دن ہم صبح کی ٹرین سے ہی
لاہور کے لیے روانہ ہو گئے پورا ایک دن کا اور
ایک رات کا سفر کرنے کے بعد ہم لاہور پہنچے۔ گھر
جانے کے بعد ہم سب سے ملے کھانا کھایا اور
آرام کرنے کے لیے کمرے میں چلے گئے سارا دن
آرام کیا اور شام کو عبید اور ارسلان کو ملنے چلے گئے
پھر احمد لاہور کی ٹھوڑی سیر کروائی اور گھر واپس آ
گئے۔

اگلے دن میں نے احمد عبید اور ارسلان نے
سارا دن سیر کا پروگرام بنایا اور چاروں نے خوب
سیر کی پھر تھک ہار کر ہم نے کسی پارک میں بیٹھنے کا
پروگرام بنایا۔ عبید ہمیں اس پارک میں لے گیا
جہاں میں نے نوشین کو پہلی بار دیکھا تھا اس پارک
میں آ کر پھر سے میرے دل کے پرانے زخم تازہ
ہو گئے ارسلان نے احمد کو بتایا کہ اس جگہ پہلی بار
شہزاد نے نوشین کو دیکھا تھا۔ اس پارک میں آنے
سے میری آنکھیں بھی سے بھر گئیں میں نے پارک
کے چاروں طرف نظریں دوڑائیں ہر طرف وہی
ماحول تھا جس کی تھی تو اب نوشین کی ہی۔

میں تین دو۔ آگے دوں میں ہی ہے
آ جاؤ جان من اک جہی ہی ہی ہے

اب مسلسل اس جگہ نظریں جمائے بیٹھا تھا
کہ جہاں میں نے نوشین کو دیکھا تھا کہ اچانک
عبید نے مجھے آواز دی۔

شہزاد وہ دیکھو پارک کے گیٹ پر نوشین آ
رہی ہے۔ میں نے فوراً ہی گیٹ کی طرف دیکھا تو
وہ واقعی نوشین تھی۔ نوشین ہمیشہ کی طرح آ کر اپنی
مخصوص جگہ پر کھڑی ہوتی میں نوشین کو بڑے
غور سے دیکھنے لگا وہ مجھے پہلی والی نوشین نہیں لگ
رہی تھی نہ چہرے پر پہلے والی مسکراہٹ تھی نہ ہی
آنکھوں میں رونق تھی چہرہ بالکل مرجھایا ہوا تھا میں
خاموشی سے اس کو دیکھتا ہی رہا اور کچھ دیر بعد وہ
وہاں سے چلی گئی اور میں بے بس کھڑا اس کو دیکھتا
رہا۔ اور پھر ہم سب بھی گھر کی طرف روانہ ہو گئے
گھر آ کر احمد نے اور میں نے کھانا کھایا۔

احمد کہنے لگا شہزاد یار میں بہت تھک گیا ہوں
آرام کرنے کے لیے جا رہا ہوں کیا سونے آ رہے
ہو یا نہیں میں نے نہیں میں سر ہلا دیا اور احمد بھی
فوراً سونے چلا گیا کچھ دیر بعد مجھ بھی میرے پاس
آئیں میں نے ان کو بتایا کہ آج میں نے نوشین کو
دیکھا وہ کچھ پریشان سی لگ رہی تھی کیا وہ ٹھیک تو
ہے۔ نوشین کا سنتے ہی مجھ بھی اس کا چہرہ اداس سا ہو گیا
میں بھابھی سے کہا۔

بتائیں مجھے کہ وہ ارحم کے ساتھ خوش تو ہے نا
بھابھی کہنے لگی۔ ارحم اب اس دنیا میں نہیں
رہا یہ سنتے ہی جیسے میرے پیروں تلے سے زمین
نکل گئی ہو۔

میں نے بھابھی سے کہا۔ کیا کہہ رہی ہیں
آپ تو وہ کہنے لگی۔

ارحم۔ نوشین کی سدا ہی وہ ہفتے ہی
ہوئے تھے کہ اس کا ایکسینٹ ہو گیا انہوں نے

بتایا کہ ارحم اور نوشین کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ دونوں بہت خوش تھے شادی کے بعد وہ دونوں میرے گھر بھی آئے تھے نوشین نے مجھے بتایا کہ ارحم اس کا بہت خیال رکھتا ہے وہ اپنے آپ کو دنیا کی خوش قسمت لڑکی سمجھتی ہے کہ اس کی شادی ارحم جیسے انسان سے ہوئی۔ لیکن اس پجاری کو کیا پتہ کہ اس کی یہ خوشی صرف چند دنوں کے لیے ہی ہے۔ نوشین نے مجھے بتایا کہ وہ ایک دو دن تک نئی مومن کے لیے باہر جائیں گے اور جب وہ اگلے دن سیر کرنے کے لیے باہر جانے کی تیاری کر رہے تھے تو اچانک ارحم کو کسی کا فون آیا اور ارحم نے نوشین کو کہا کہ نوشین تم سامان پیک کرہ میں ابھی آتا ہوں یہ کہہ کر ارحم گھر سے باہر چلا گیا اور پھر راستے میں اس کی کار کا ایکسڈنٹ ہو گیا۔ اور نوشین پجاری ارحم کا گھر میں انتظار کرتی رہی صبح سے شام۔ بونٹی نے ارحم کا کوئی فون آیا اور نہ ہی وہ خود آج رات کو انتظار کرتے کرتے نوشین سو گئی صبح لگتا کہ دروازے کی بیل سے نوشین کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ارحم کمرے میں موجود نہ تھا وہ بھی شاید ارحم ہی ہو گا جب اس نے جا کر دروازہ کھولا تو حیران رہ گئی۔ اس کے منہ سے ایک دم چیخ نکلی اس نے دیکھا کہ ارحم کی لاش اس کے سامنے پڑی تھی۔ ارحم کو اس طرح دکھ کر نوشین تو جیسے اندر سے ٹوٹ پھوٹ گئی تھی چیخ کر ارحم کو بلاتی رہی بس یہی کہتی رہی اٹھو ارحم دیکھو تمہاری نوشین ہوں اٹھ کر دیکھو میں روز ہی ہوں میں تمہیں بلاری ہوں پلیز اٹھ جاؤ پلیز ارحم پلیز۔ یہ باتیں کہتے کہتے نوشین بے ہوش ہو گئی تھی اور جب تک اس کو ہوش آیا تب تک ارحم کو وہاں سے لے جایا گئے تھے۔

نوشین رو رو کر ارحم کو اونچی آواز میں بلاتی رہی لیکن اب ارحم وہاں سے جا چکا تھا جہاں اس کی واپسی ناممکن تھی۔ ابھی اس کے ہاتھوں کی مہندی کارنگ بھی پھیکا نہیں ہوا تھا جب اس کا ہم سفر اس کو روٹا ہوا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ اس دن سے نہ نوشین مسکراتی ہے اور نہ ہی کسی سے بات کرتی ہے بس اپنے کمرے میں ہی بیٹھ کر ارحم کو یاد کر کے روتی رہتی ہے۔ اور ارحم کی وفات کے بعد اس کی ماں یعنی نوشین کی خالہ جو کہ نوشین سے بہت پیار کرتی تھی وہ بھی اسے ہر وقت تنگ کرتی رہتی اور روز اسے طے دیتی نوشین ما سے اپنا مقدر سمجھ کر چپ ہو جاتی لیکن جب اس کی ماں کو پتہ چلا کہ وہ نوشین کو وہاں سے لے آئیں اب وہ ہمیشہ کے لیے ہی اپنی ماں کے گھر آگئی ہے۔ بھابھی کی بات سن کر میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے میں نوشین کی تکلیف سمجھ سکتا تھا جب ہم کسی سے بہت پیار کریں اور وہ ہم سے دور ہو جائے تو نفسی تکلیف ہوتی ہے بس آج میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب نوشین سے بات ضرور کروں گا یہ کہہ کر میں کمرے کی طرف چل پڑا۔

ساری رات میں گھرے میں لیٹا نوشین کے بارے میں ہی سوچتا رہا مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے نوشین کی تکلیف میرے دل میں محسوس ہو رہی تھی میرا دل درد سے پھٹا جا رہا تھا ایسا لگ رہا تھا کہ میں تکلیف سے مر جاؤں گا پھر ناجانے کب نیند مجھ پر سوار ہو گئی اور مجھے پتہ ہی نہ چلا۔ اگلے دن اٹھ کر میں نے ساری بات احمد کو بتائی اس کو یہ بھی بتایا کہ آج وہ نوشین سے ضرور بات کرے گا پھر شام کو میں اسی پارک میں گیا نوشین اس جگہ محسوس جگہ پر بیٹھی بونٹی تھی میں جا کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا میں نے نوشین سے کہا۔

اسلام علیکم۔ نوشین۔ وہ میری طرف دیکھنے لگی میں نے نوشین سے پوچھا۔ کیا آپ مجھے پہچانتی ہیں میں ہوں شہناز۔ آپ کا بیٹا فریڈ کھٹکی کا دیور ہماری ایک بار ملاقات بھی ہوئی تھی بھابھی عظمیٰ کے گھر پر۔ یہ سب سن کر اس نے علیکم اسلام کا جواب دیا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ کیا میں آپ کے بچہ پر تھوڑی دیر بیٹھ سکتا ہوں۔ یہ نہ کر وہ بچے کے ایک طرف ہو گئی اور میں بچے کے دوسرے طرف بیٹھ گیا میں نے بیٹھ کر نوشین کا حال احوال پوچھا اور پھر ارحم کا افسوس کیا میں نے کہا۔

بھابھی نے مجھے بتایا کہ ارحم کی ڈیڑھ ہو گئی ہے سن کر مجھے دلی افسوس ہوا۔ لیکن بونٹی کو کون نال لگتا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو جنسی زندگی دی ہے۔ یہ تو اس کی مرضی ہے۔ لیکن ہمیں تو صبر سے کام لینا پڑتا ہے ارحم کا نام سن کر نوشین زور زور سے رونے لگی۔ میں نوشین کو بہت تسلی دی اس کو سمجھایا کہ تمہارا ایک ایک آنسو ارحم کو نفسی تکلیف دیتا ہے تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے۔ تمہیں صبر سے کام لینا ہو گا ارحم چاہتی ہو کہ تمہارا ارحم ہمیشہ خوش رہے تو پلیز اپنے آپ کو سنبھالو اور اس کے لیے تم رویا نہ کرو۔ تم جس اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت کی دعا کرو وہ جہاں کہیں بھی ہو گا تمہیں دیکھ رہا ہو گا اور تم جتنا خوش رہو گی وہ بھی اتنا ہی خوش رہے گا۔

میرنی بات سن کر نوشین نے اپنے آنسو صاف کر لیے اور کہنے لگی میں آج کے بعد کبھی نہیں روؤں گی اور ہمیشہ خوش رہوں گی۔ اب میں چلتی ہوں شام زیادہ ہو رہی ہے امی ابو پریشان ہو رہے ہوں گے۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلی گئی اور

میں کافی دیر تک بیٹھا بس اسکو ہی جاتا دیکھتا رہا اور سوچتا رہا۔ میرے دل کو اب تھوڑی تسلی ہوئی تھی کہ نوشین اب اپنے آپ کو سنبھال لے گی میں نے اللہ سے دعا کی اللہ نوشین کو صبر دے اور وہ ہمیشہ خوش رہے۔

اے اللہ میری آرزو پوری کر دے میری نوشین کو ہمیشہ خوشیاں نصیب کر دے کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی دیکھا تو احمد کا فون تھا میں نے اس کی کال اٹھائی وہ کہنے لگا۔ شہناز تم کہاں ہو میں کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں تم آئے نہیں ابھی تک۔

میں نے جواب دیا۔ بس پانچ منٹ تک پہنچتا ہوں تم ویٹ کرو یہ کہہ کر میں نے فون بند کر دیا اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں نے گھر جا کر احمد کو ساری بات بتائی اس نے مجھے حوصلہ دیا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا اور مجھے بتانے لگا کہ مجھے کراچی سے فون آیا ہے کہ امی کی طبیعت خراب ہے تو مجھے جانا ہی ہو گا یہ سن کر میرا منہ بن گیا میں نے احمد سے کہا۔

میں بھی تمہارے ساتھ ہی چلوں گا لیکن احمد نے انکار کر دیا کہنے لگا کہ تم نوشین کے پاس رہو اس کو تمہاری زیادہ ضرورت ہے اور روز اس سے ملنے جایا کرنا اور اب مجھے اسٹیشن چھوڑ دو میری ٹرین کا ٹائم ہو گیا ہے پھر میں نے احمد کو اسٹیشن چھوڑ اور گھر آ کر سو گیا اگلے دن پھر میری نوشین سے ملاقات ہوئی اس نے میرا شکریہ ادا کیا اور کہنے لگی۔

مجھے آپ کی باتوں سے بہت تسلی ملی ہے اور اب میں خوش رہنے کی کوشش کروں گی آپ کی حوصلہ افزائی کا بہت بہت شکریہ۔

تخ بستہ موسم

۔۔۔ تحریر ۔۔۔ اسے آرحیلہ منظر ۔۔۔ جسرہ شہ ۔۔۔

ریاض بہائی۔ السلام وعلیکم۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک کہانی کا یہ موسم کے ساتھ آج جانے دو رہی ہوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض میں
شائع کر کے شکر یہ کا موقع دیں گے اگر آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید لکھنے کی
کوشش کروں گی اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں منتخب رہوں گی۔ یہ کہانی آپ کو کیسی لگی
تھے اپنی رائے سے نوازے گئے تھے تمام قارئین کی رائے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ میری طرف
سے سب قارئین کو خلوص بھر اسلام

ادارہ جواب عرض کی پالیسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات
کے متبادل کیلئے جہاں تا کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور ملاقات شخص اتفاقاً ہوگی جس کا ادارہ یا راسخ
ذمہ دار نہیں ہوگا۔

پسندیدہ موسم رہا تھا دھند لوگ ڈرائیو پر نکل جانا
نہتے بہت اچھا لگتا تھا ماما بہت ڈانٹتی تھیں مگر میں
ایک نہیں سنتا تھا۔

اس دن ماما نے بہت منع کیا کہ بیٹا باہر مت
جاؤ اتنی دھند سے گاڑی ڈرائیو کرتا تو فوٹی ہوئی مگر
میں منانا کی باتوں کو این سنا کر کے گاڑی کی چابی
انٹھائے لوگ ڈرائیو کے لیے نکل جاتا تھا دھند
بہت شدید تھی حد نظر کچھ ہی میٹر تک تھی اور
میرے من کو شدید یی تو بھائی تھی دھند میں کھیلنا
بھاننا اچھا لگتا تھا اکثر ماما کہتی بچوں جیسی حرکتیں
کرتے ہو اور میں مسکرا دیا کرتا تھا اس دن بھی میں
نے گاڑی ایک منتخب کردہ جگہ کے راستے پر ڈال
دی اور گاڑی میں باکا باکا میوزک چلا دیا۔

میں اپنی دھن میں چلے جا رہا تھا مطلوبہ جگہ
کے نزدیک پہنچ کر مجھے لڑکی کے چیخنے کی آواز آئی
میں نے ایک دو گاڑی کو بڑیک لگائی تھی نہ جانے تم

کچھ حادثات ہماری زندگی میں ہوتے نہیں
تیں بلکہ ان کا ہماری زندگی میں رونما ہونا
ازل سے لکھا ہوتا ہے پھر بتلے ہم باتال کی گہرائی
میں ہی کہیں نہ چھپ جائیں وہ حادثات ہمارے
ساتھ انور رہی رہتے ہیں باطل اسی طرح زندگی
میں چھیلوؤں کا مانا اور پھڑ جانا ہماری قسمت میں
ازل سے لکھا ہوتا ہے میری جاں تمہارا مجھے مل جانا
اور پھر مل کے پھڑ جانا کسی حادثے سے تم نہیں تھا
کبھی سوچتا ہوں کاش میری زندگی میں یہ حادثہ
رونما نہ ہوتا نہ تم مجھے ملی ہوئی نہ مل کر یوں پھڑی
ہوئی لیکن تمہارا ماننا ہی پھڑ جانا تو خدا نے ازل
سے میری قسمت میں لکھ رکھا تھا کاش خدا نے
زندگی میں نہ صرف تم سے ملنا لکھا ہوتا کاش۔

مجھے یاد ہے آج بھی تخ بستہ موسم کا وہ دن
جب تم مجھ کو ملی جب ہر طرف سردیوں کی پہلی
دھندہ رات تھا وہ دھند کا موسم تو بچپن سے ہی میرا

نوشین کہنے لگی۔ میں نہیں چاہتی کہ جس
طرح ارجم اس دنیا سے چلا گیا ہے کیسے تم مجھے
چھوڑ نہ دو اور رونے لگی۔

کیا کہا تم نے نوشین۔ تم مجھے کھونے سے
ڈرتی ہو اس کا مطلب ہے تم مجھ سے پیار کرتی ہو
میری آنکھوں میں دیکھ کر جواب دو کہ تم مجھ سے
پیار کرتی ہو

نوشین کہنے لگی ہاں میں بھی تمہیں پسند کرنے
لگی ہوں لیکن بتانے سے ڈرتی ہوں کہ کہیں تم
بھی مجھے چھوڑ کر چلے نہ جاؤ گے۔

میں نے نوشین سے کہا۔ ارجم نے ساتھ ہو ہوا
وہ ایک شخص حادثہ تھا اس کی اتنی ہی زندگی تھی میں
تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا کہ ہمیشہ تمہیں خوش
رکھوں گا۔ میں نے نوشین سے کہا آئی لو یو۔ نوشین
نے بھی روتے ہوئے آئی لو یو کہا۔ اور پھر ہم
گھروں کی طرف چلے گئے ایک دو دن تک ہم
دونوں ملتے رہے اور ہم نے سوچا کہ ہمیں اپنے
گھر وں میں بات کر لیتی چاہئے پھر ہم نے اپنے
گھر والوں سے بات کی ہمارے گھر والے راضی
ہو گئے پھر ہماری شادی کی ڈیڑھ فکس ہو گئی اور کچھ
ہی دن بعد نوشین میری خوابوں کی طرح سرخ
جوزا بین کر میرا انتظار کر رہی تھی آج میری نوشین
اب میری شریک حیات بن چکی تھی میری زندگی
کا حصہ بن چکی تھی ہم دونوں بہت خوش تھے آج
ہماری شادی کو سات سال ہو گئے ہیں ہمارے
آنکھن میں تین بچول کھلے ہیں یعنی میرے تین
بچے تھے۔ آلیان۔ میان اور ٹیشل ہم بہت خوشی
سے زندگی بسر کر رہے ہیں آپ پلیز مجھے بتائیے گا
کہ آپ کو میری کہانی کیسی لگی اور اس شعر کے ساتھ
مجھے اجازت دیں اللہ حافظ۔

میں نے کہا کہ یہ تو خدا کا شکر ہے کہ اس کے
آپ وسیر دیا۔

پھر کتنی دیر بیٹھے ہم باتیں کرتے رہے اور پھر
شام ہوتے ہی وہ وہاں سے چلی گئی۔ اسی طرح
ہم روز ملتے اور باتیں کرتے رہے ہماری کافی
اچھی دوستی ہو گئی تھی اکثر نوشین ہمارے گھر بھی
آ جاتی تھی ہم کھانا پیٹھ کر باتیں کرتے اب
نوشین سے والی نوشین مستی مسکرا جاتی پچھل سی نوشین
بن چکی تھی اسی طرح کئی دن گزر گئے۔ ایک دن
میں نے نوشین کا موڈ اچھا دیکھ کر میں نے اس کو
پر زور دیا۔ میں نے نوشین سے کہا۔

نوشین میں تم سے بہت پیار کرتا ہوں اور یہ
محبت آج کی نہیں ہے یہ محبت تب کی ہے جب
میں نے تمہیں پہلی بار اس پارک میں دیکھا تھا میں
کل بھی تمہیں پیار کرتا تھا اور آج بھی اتنا ہی پیار
کرتا ہوں۔ وہ کل بھی اتنی ہی کر دوں گا۔ مجھے پتہ چلا
کہ ارجم بھی تم سے پیار کرتا ہے اور تمہاری اس سے
شادی ہونے والی ہے تو میں چپ چاپ کراچی
چلا گیا نوشین میں تمہارے لیے ان رات تڑپا
ہوں اس دن سے ایسا کوئی دن نہیں گزرا ہوگا جس
دن میں سے مجھ میں یاد نہ رہے ہوگا۔

یہ سن کر نوشین کہنے لگی۔ شہزاد تم بہت اچھے
لڑکے ہو تمہیں مجھ سے بھی اچھی لڑکی مل جائے گی
تمہیں مجھ جیسی بیوہ سے شادی کرنے کی کیا
ضرورت ہے تم پلیز کسی اور سے شادی کر لو میں
تمہارے لیے اچھی لڑکی نہیں ہوں۔

میں اس کی بات پر تڑپ کر بولا۔ لیکن کیوں
۔۔۔ تب تم سے بہت پیار کرتا ہوں میں تمہارے
خلاف کسی اور کا تصور بھی نہیں کر سکتا پلیز میری محبت
کو مت خرابو۔

کہاں ہے میری گاڑی کے سامنے آئی بھی آسمان سے اتری تھی یا زمین سے نمودار ہوئی تھی میں فوراً گاڑی سے باہر نکلا اور خدا کا شکر ادا کیا تھا کہ تمہیں کوئی چوٹ نہیں آئی تھی مگر تم اپنی آنکھیں بند کیے تھے تر کاب رہتی تھی مجھے یاد ہے آج بھی تم نے شانوں پر فخر و کبر کی مثال اڑھ رکھی تھی سر پہ بلیک ٹکڑی کیپ کھائے کمر تک بال خوف سے کانپتے ہوئے تم بہت ہی معصوم لگ رہی تھی اور تمہارے منہ سے نکلنے والے الفاظ اس سے بھی معصوم تھے تم کہہ رہی تھی گوڈ میں نے ابھی مرنا نہیں ہے مجھے تو ابھی محبت کرنی ہے اور پھر شادی بھی کرنی ہے تمہاری معصوم سی باتیں سن کر میں اپنا سارا غصہ بھول گیا تھا ورنہ میں گاڑی سے بہت ہی غصے سے تمہیں دانٹنے کی غرض سے نکلا تھا کہ مگر تم کیا خود کشی کرنے کے لیے میری ہی گاڑی کی ہے مگر میں تمہاری معصومیت دیکھ کر سارا غصہ بھول گیا تھا جب میں نے تم سے کہا تھا مگر تم آپ زندہ ہیں اور اپنی آنکھیں کھول سکتی ہیں تو تم نے دھیر سے اپنی آنکھیں کھولی تھی اور کول کول سی آنکھوں کو غمناک کر چاروں اطراف دیکھا تھا اور مارے مسخوشی کے پمپل بڑی تھی جھوم تھی سب بات سے بے خبر کہ کوئی نہیں دیکھ رہا ہے اور پھر جب تمہیں احساس ہوا تھا تو تم نشہ دہی بولی تھی سوری وہ میں دھند کو انجوائے کرنے لگی تھی اور مٹھی سے آپ کی گاری کے آگے آگئی سوری مجھے معاف کر دیں اور میرے اس ازاد کے کہنے پر تم ایک بار پھر چلا آئی تھی اور پھر تم جانے ہی تھی میں نے تمہیں روکنا چاہتا تھا تمہاری معصوم باتوں میں کھونا چاہتا تھا مگر میں تمہیں کس حق سے روکتا میرے پاس کوئی جواز نہیں تھا تمہیں روکنے کا مگر پھر میں نے

ہمت کر کے کہیں پیچھے سے پکارا تھا۔ ایکسیڈ زمی۔ یو ڈونٹ مائنڈ۔ کیا ہم کل اسی جگہ اسی ناظم مل سکتے ہیں۔ اور تم چلتے چلتے رک کر پلٹی تھی اور دھیرے سے بولی تھی۔

مجھے یاد ہے میری جان تمہاری اس ایک باں کے بعد ہم نے کتنے موسم ساتھ دھند کو انجوائے کیا تھا میری کئی شامیں تیرے انتظار میں گزری تھیں پھر مر یا یہ انتظار ایک محبت میں بدلا تھا مجھے یہ ہی نہ چلا تھا کہ جب میرے انتظار میں تمہاری معصوم سی محبت آئی تھی تو زندگی کتنی حسین ہو گئی تھی میرے تمام بے نام جذبوں کو زبان مل گئی تھی ہر شب تیری زلفوں کے سائے تلے گزرنے لگی تھی اور ہر شب تیری اگر میری زندگی میں دوسرا حادثہ رونما نہ ہوا ہوتا۔ تم سے بچھڑنے کا حادثہ اگر مجھ کو معلوم ہوتا میری زندگی میں تم سے بچھڑنے کا حادثہ رونما ہونے والا تھا تو میری جاں میں تمہیں کہیں چھپا لیتا اور اپنے جسم و جاں کی گہرائی میں اتار لیتا تم کو خود سے بچھڑنے نہیں دیتا۔

باں میری جاں تم سے ملنے کا حادثہ بہت ہی حسین تھا مگر تم سے بچھڑنے کے حادثے نے مجھے جیتے جی مارد یا تھا لیکن تھا کہ میں بھی اسی وقت مر جاتا اگر تم مجھ پر اتنی بڑی ذمہ داری نہ سونپی ہوتی میں آج زندہ ہوں صرف اور صرف اسی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے باں تم سے اپنے وعدہ نبھاتے ہوئے جو تم نے بچھڑتے وقت مجھ سے لیا تھا ورنہ مجھے بوجھ لگتا ہے وہیل چنیر پر بیٹھے اپنا یہ ناکارو وجود میں اکثر زندگی سے اکتانے لگتا ہوں تمہارا نیوں سے گھبرانے لگتا ہوں مگر پھر تم سے پکا وعدہ یاد آتا ہے کہ میں جیوں گا اپنے لیے نہیں تمہاری بیٹی

کے لیے دیکھ لو میں آج بھی جی رہا ہوں اپنے اس ناکارو وجود کے ساتھ باں میں ایک بار پھر چلنے لگتا ہوں اپنی بیٹی کو دیکھ کر مستکرانے لگتا ہوں جو ہو یہ ہو تمہاری گہرائی سے وہی ناک و بی گول منول آنکھیں۔ اس کی معصوم سی باتوں میں کھو کر چلنے لگتا ہوں باں اکثر تیری یادوں میں کھو کر ورنہ جس دن تم مجھ سے بچھڑی ہو مجھے یہ دھند کا موسم زہر لگنے لگا ہے جی چاہتا ہے کہ اس دھند کے موسم میں آنکھیں موندے کہیں خوب جاؤں لیکن آنکھیں موندنے لینے سے دل و دماغ پر تش یادیں کب چھینا چھوڑتی ہیں وہ تو پھر بھی آتی ہیں کچھ لکھ کر پانی ہیں اس دھند کے موسم میں دل کو بہت جلاتی ہیں دل کرب سے چیخ اٹھتا ہے اور سوچتا ہوں کاش اس دن ہم دونوں گھر سے باہر نکلے ہوتے کاش اس دن میں نے ماما کی بات مان لی ہوتی جب ماما نے کہا تھا۔

بیٹا دن بھر سے باہر نہیں نکھنا میں رات بہت سہیا تک خواب دیکھا ہے لیکن ہم ماما کی باتوں کو بھرتا رہتے ہوئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے تھے ہم اپنی بیٹی کو بھی ساتھ لے جانا چاہتے تھے لیکن ماما نے ضد کر کے اسے پاس رکھ لیا تھا آج سوچتا ہوں کہ کاش ماما تمہیں بھی ضد کر کے اپنے پاس رکھ لیتی تو تم مجھ سے بچھڑی نہ ہوتی میں یوں تنہا ہوتا۔

میں نے جان مجھے یاد ہے تم اکثر کھڑکی سے باہر ہاتھ نکال کر کہا کرتی تھی مجھے شدت سے انتظار رہتا ہے سردیوں کی پہلی دھند کا تمہیں یاد ہے نا جب ہم ملے تھے اس دن ہر طرف سردیوں کی نیپلی دھند کا راج تھا اس لیے ہم ہر سال سیلیبریت کیا کریں گے سردیوں کی پہلی دھند کو

جب میں پوچھتا لیے۔ تو تم بھی ایک گرم چائے کی پیالی کے ساتھ میری جاں آج صبح سویرے جب میں نے کھڑکی کھولی تو کھڑکی کے اس پار ہزاروں یادیں میری نظر تھیں ہر طرف پھیلی سردیوں کی پہلی دھند اور میرے ہاتھ میں پکڑی ہے اس گرم چائے کی پیالی اور میں تمہاری کہی بات کو بھرا ہوا ہوں۔

سردیوں کی پہلی دھند اور یہ گرم چائے کی پیالی تیرے نام جاناں۔ سارا منظر ویسا ہی ہے مرہ کھڑکی دھند چائے باں مگر ایک فرق ہے آج یہ کندھا خالی ہے اور میں تم سے بھی خفا نہیں ہوا مگر میں آج بھی تم سے خفا ہوں کیونکہ تم بے وفا ہو باں تم بے وفا ہو۔ اپنی بیٹی ہوتی باتوں سے مکر گئی ہو تم مکر گئی اپنے بے وفائی سے تم جھوٹی ودا اپنی قسم کو توڑتی ہو اور تمہیں اپنی قسم توڑتی ہی تھی تو یہیں تم نے ساتھ جینے مرنے کی قسم کھائی تھی کاش تم نے اپنا وعدہ نبھایا ہوتا کاش تم نے اپنی قسم توڑی نہ ہوتی تو آج یہ کندھا خالی نہ ہوتا ان آنکھوں میں یوں آنسو نہ ہوتے۔ کاش میری جاں اس دن حادثے میں تمہارے ساتھ میں بھی مر جاتا ہوتا کاش۔

اے آرا حلیہ نظر جھمر دہی۔

غزل

ایک لفظ محبت ہے کر کے دیکھو تم برباد ہو نہ جاؤ تو میرا نام بدل دینا ایک لفظ مقدر ہے اس سے لا کے دیکھو تم بار نہ جاؤ تو میرا نام بدل دینا ایک لفظ وفا کا ہے جو زمانے میں نہیں ملتا اگر کہیں سے ڈھونڈ کر لے آؤ تو میرا نام بدل دینا

زندگی بن گئے ہوتم

۔۔۔ تحریر: ارسلان آرزو جزا نوالہ۔ 0348.5978427۔

دش بنی۔ اس اسم میں امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔
ایک بچی زندگی بن گئے ہوتم۔ سے ساتھ آج حاضر دور بازوں امید ہے کہ آپ اس جواب عرض
میں شائع کر کے شہر میں گئے اور آپ نے میری یہ کہانی شائع کر دی تو میں مزید نکلنے کی
کوشش کروں گا اس جواب عرض کے لیے بہترین کہانیاں لکھتا رہوں گا۔ یہ کہانی آپ کو بھی لگی
نکلی اپنی راہ سے اترے گا مجھے تمام قارئین کی راہ۔ شہادت سے انتظار رہے گا۔ میری طرف
سے آپ قارئین کو خوش ہر عام

ادارہ جواب عرض کی پالیسی مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات
سے نام لے لیں۔ یہ سب ریل گاڑی کی دل شکنی نہ دواور حفاظت میں اتنا قیہ ہوگی جس کا ادارہ یا رانٹر
موجود نہیں ہوگا۔

اپنی آغوش میں بچنے نکلے ہیں محبت آفتاب سحر
سے طلوع شام کے ڈھلتے ہوئے سائے جو اپنی
سارے دن کی روشنی بکھیرتے ہوئے آخر اپنی
آرام گاہ میں داخل ہی جاتے ہیں پھر رات کے
وقت جب مہتاب اپنی پوری آپ و تاب کے
ساتھ شہری چاندنی کو چار سو بکھیرنے میں
مصرف ہوتا ہے ساری کائنات تو پھر آرام کی نیند
سو رہی ہوتی ہے مگر وہ چاند جو اپنی چاندنی
پھیلانے میں مصروف ہوتا ہے اس چاندنی سے
آنے والی صدا تو ایک سچا عاشق ہی سمجھ سکتا ہے
جس نے اپنی پوری زندگی اپنے محبوب کے نام کر
دی ہو اسے اپنا بنانے کے لیے کئی خواب اپنی
پکوں پہ سچائے ہو اپنی رگوں میں دوڑتے ہوئے
خون کے ایک ایک قطرے سے عہد وفا کی ہو۔

بیاد میں اور بچوں میں بہت فرق ہوتا ہے
ہوں پیار بہت بڑا دشمن ہے یہ دولت ہے کہ

ایک بچہ لالہ زار دیکھتا ہے
دن کے دامن میں پتھر نہیں ہوتا
ان کے سپینوں میں بیاد دیکھتا ہے
خواب اڑتی ہے تیری عیوں میں
زندگی کا وقار دیکھتا ہے
نقلی ہے صدف کے پتھروں پر
نکل کا سیریز دکا رہا دیکھتا ہے
ساقی انتہا مہار دیکھتا ہے
وقت و سو واد دیکھتا ہے
جذبہ غم کی خیر ہوساغر
حسہ توں چنگا رہا دیکھتا ہے

اگر زندگی کے ہر پہلو میں محبت کی برسات
ہوتی ہے تو زمین سے لے کر آسمان تک
محبت کے چرچے ہی مشہور ہوتے ہیں تو نیلاؤں
آسمان پر دھرتے ہوئے غار سے بھی انسان کو

نہ نہ چاہتے ہوئے بھی یہ ذلالت یہ
نہ دامن سے نہیں نکال سکتا اور پیار جو
منظر کی ایک حسین وادی ہے سحر سے
شس کی سرخ شعاعیں بھی محبت کے نام
ات سے جموں اٹھتی ہیں سارا دن اپنی لم
بیرساتھ اور ساری رات محبت کے جام
دونی حساس بزم محبت میں کئی جذبات
ت اور کئی کول جیسی مدہوش آواز پر بچنے
بھی دم توڑ جاتے ہیں پھر انسان کی ہسی
وہ چھٹی کی طرح بے ساختہ کی مانند ہو
پروہ انسان اپنی زندگانی سے کوسوں دور
ن صحرائیں آکر ڈھیروں یادیں اپنے
ساتھ لیے اس ویران صحرا کو اپنے جینے
یہ لیتا ہے پھر یہیں اس کی آخرت اور جینے
نی ہے اس ویران اور تپتے صحرائیں اپنی
پارتا ہے صبح سے لے کر طلوع شمس تک
لگاتا ہے اپنے محبوب کو دل سے نکارتا ہے
میری محبت مجھ مل جائے یہ دنیا بھی کسی کو
ہونے دیتی پھر اپنے سارے جذبات
غلطین ساری آرازو میں خیالات لیے
وفا کی تلاش میں نکلتا ہے تو ساتھ ساتھ
ہی نغمہ بھی اپنے دل میں سمولیتا ہے اس
صحرا میں کوئی بھی اس کی اٹک شونی کرنے
میں ہوتا تو دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر خود ہی
پوچھتا ہے اپنی پوری ہامید کے ساتھ اپنے
راہوں میں ہول بن کر بیٹھ جاتا ہے اپنے
کئی راہوں میں یادوں کے ڈھیروں دیئے
تا کہ دور قمر مزی پہاڑوں کی اوٹ میں
وب ہونے کی تیاریوں میں مصروف
نہ وہ انسان یادیں محبوب سے ہر دم وابستہ

ہوتا ہے پر افسوس کے ایسے لوگوں کو دنیا کیوں
وحشت نمبری نگاہ سے دیکھتی ہے یہاں ہر کسی کو
اپنی بڑی ہوئی ہے شاید کسی نے سچ ہی کہا ہے۔
خوشیاں اور غم سہتی ہے
پھر بھی چپ رہتی ہے
اب تک کسی نے نہ جانا
زندگی کیا کہتی ہے

یہ جون دو ہزار پندرہ کی بات ہے جب میں
کسی کام کے سلسلے میں فیصل آباد گیا ہوا تھا اپنی
آئی کے گھر وہاں میری کزنیں اور کزن بہت
اتھے اخلاق کے مالک تھے میں اپنی ساری کزنز
کے ساتھ ہر بات شہیر کر لیتا تھا۔

انہی دنوں کے دوران میری ملاقات ایک
ایسی لڑکی سے ہوئی جو اپنی زندگی سے کافی خوش
نظر آ رہی تھی وہ میری کزن سمعیہ کی دوست تھی وہ
لڑکی میری آئی کے گھر سے کچھ ہی دور رہتی تھی
میری کزن سمعیہ کو تو پتہ تھا کہ ارسلان جواب
عرض بڑے شوق سے پڑھتا ہے اور اس میں لکھتا
بھی ہے اس لڑکی نے اپنا نام کول بتایا کچھ دیر
باتیں کرنے کے بعد میں اپنے کام پر چلا گیا سارا
دن کام کرنے کے بعد گھر آکر کچھ کھانا وغیرہ کھایا
اور پھر چلا گیا جاتے ہی دیکھا تو وہ لڑکی اور میری
کزن سمعیہ دونوں آپس میں باتیں کر رہی تھیں وہ
لڑکی کہنے لگی۔

بھائی ارسلان میری بات سننا
میں ان دنوں کے پاس جا کر بیٹھ گیا وہ لڑکی
بولی۔۔۔ بھائی ارسلان میں آپ کو اپنی زندگی کے
بارے میں کہانی لکھوانا چاہتی ہوں اپنی زندگی
کے بارے میں ہر وہ بات بتانا چاہتی ہوں جو
لڑکیوں کی کہنوں میں شامہ ہوتی ہے کیسے

میں نے اپنی محبت حاصل کی کس طرح طرح کی
اوتیں اپنے کندھوں پر اٹھائی وہ مجھے کہنے لگی
ارسلان بھائی آپ میری سٹوری لکھو گے نا تو میں
نے کہا جی ضرور لکھوں گا تو قارئین وہ لڑکی اپنی
کہانی کچھ اس طرح سنا ہے آئیے اس کی کہانی
اسی کی زبانی سنتے ہیں۔

میرے نام سے تو آپ واقف ہو ہی گئے
ہوئے میں ضلع لاہور کی رہنے والی ہوں ایک عام
سی لڑکی ہوں میرے تین بھائی اور ایک میں ہم
چار بہنیں ہیں میرا نمبر سب سے آخری ہے میری
انی ایک سادہ سی باؤس واقف بن میرے پیدا
ہونے پر اتنی خوشی نہیں منائی تھی کیونکہ مجھ سے پہلے
میری تین بہنیں تھیں۔

یہ تو تھا میرا مختصر سا تعارف۔ اب میں آپ کو
اپنی اصل کہانی سے روشناس کرواتی ہوں میں آپ کو
اپنی سچی دوستی کے بارے میں بتانا چاہتی ہوں
بلکہ آپ سب کو ایک نصیحت بھی کروانا چاہوں گی
کہ انسان کسی سے دوستی تو کر لیتا ہے لیکن بعد میں
دوستی نبھانا بھول جاتا ہے میرے ابو ایک نہایت
ہی نیک اور رحم دل انسان تھے میری ہر خواہش
پوری کرتے میری عمر اس وقت چار سال کے
قریب ہوئی تھی کہ میرے گھر والوں نے مجھے
ایک سرکاری سکول میں داخل کر دیا تھا آج
سکول میں پہلا دن تھا میں رو رہی تھی اتنے میں
میری ہم عمر لڑکی جس کا نام ثانیہ تھا وہ مجھے چپ
کر داری تھی ٹھوڑی دیر بعد ہمیں بریک ہوئی ثانیہ
میرے ساتھ کھیلنے لگ گئی وقت کیسے گزرا پتہ ہی نہ
چلا میری دور ثانیہ کی دوستی اور بھی گہری ہو گئی ہم
دونوں بہت اچھی دوست بن گئیں اب ہم نے
پا پائیل غلام انسان پاس کر لیا ہے اور ثانیہ

بڑھنے میں کافی ذہین تھیں اب ہم دونوں
سکول میں داخلہ لے لیا ایک ہی کلاس میر
ہمارے گھر سے کچھ ہی متن کلومیٹر کے ف
ثانیہ کے گھر سے ہمارے گھر کا فاصلہ پ
کا تھا ہم دونوں سکول پیدل ہی جاتی اور
آ جاتی تھیں ہم نے ایک دوسرے
وعدے کیے کہ ہم کبھی بھی کسی بات
دوسرے کو نہیں چھوڑیں گی ہم دونوں ا
جیسے ایک جسم اور ایک روح دوستو یہ ضر
کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہی پیار کر سکے
بھی بہت سے رشتے اس دنیا میں ہیں
اپنی جان بھی قربان کر سکتے ہیں دوسر
مثال ہماری اساتذہ بھی یاد کیا کرتی تھیں
سکول میں ہمارا چھ لڑکیوں کا ایک
جن میں زیبا۔ شاہین۔ شام۔ مہرین۔ مہنا
اور میں ہماری دوسری دوستوں نے
کوشش کی ہمیں الگ کرنے کی مکر وہ تاکا
دونوں کی ایک ہی چوائس تھی ایک جیسا
جیسے کپڑے پہننا ہم نے ایک دوسر
بہت وعدے کیے ہوئے تھے کہ کبھی
ہمارے درمیان نہیں آئے گا قارئین وہ
نے کر لیا مگر میں اپنا وعدہ نبھا نہیں
دنوں کسی بات سے ہم سکول سے گھر
کے راستے میں ایک لڑکا میری طرف
رہا تھا مجھ سے رہا نہ گیا میں بھی اس کی
کر ہنس بڑی اتنے میں میری دوست ثانیہ
پوچھنے لگی کہ کول وہ لڑکا کون ہے جو تمہارا
دیکھ کر مجھ سے رہا تھا تو میں نے ثانیہ سے وہ
سے چھٹی فاصلے پر رہتا ہے پھر ثانیہ خام
ثانیہ کو جیونا دلا سادہ دیا نہ جانے وہ لڑ

کرتا تھا کہاں رہتا تھا مجھے کچھ پتہ نہیں تھا مگر وہ
مانستا ہوا بہت خوبصورت لگ رہا تھا خیر اپنے
آگئی آتے ہی امی ابو کو سلام کیا اور بعد میں
بہ منہ دھو کر کھانا وغیرہ کھایا اور اکیڑی چلی گئی۔
سوسچوں کی کشمکش میں پتہ نہیں کہاں کھوئی تھی
یہ پیار کا بھوت میرے سر پر سوار ہو گیا تھا جتنا
لڑکے کو بھانسنے کی کوشش کرتی اتنا ہی اسے
پنے قریب پاتی اب تو اس لڑکے کا روز کا معمول
نہ گیا تھا وہ روز ہمارے راستے میں آکر کھڑا ہو
جاتا مجھے وہ بہت اچھا لگتا تھا وہ یونہی جنتے ہوئے
ساغر کی طرح بہتا گیا کہ بات اشاروں سے خطوط
تک پہنچ گئی۔

ایک دن میں سکول اکیلی جا رہی تھی اس
لڑکے نے میری طرف ایک خط نما کاغذ کا اشارہ
کیا میں بہت پریشان ہو گئی تھی کہ آخر یہ لڑکا کیا
چاہتا ہے یہ کسے میرا بچھا چھوڑے گا پھر وہ لڑکے
نے ایک چھوٹی سی لڑکی جس کی عمر سات سال کے
قریب تھی اسے وہ لیٹر مجھے دینے کو کہا اتنے میں وہ
لڑکی میرے پاس آئی اور وہ لیٹر میرے ہاتھ میں
تھما کر چلی گئی وہ لڑکی بھی ہمارے سکول کی
سنوڈنٹ تھی میں نے وہ لیٹر لے لیا چاہتے ہوئے بھی
اپنی بیگ میں رکھ لیا سکول سے پڑھنے کے بعد
جب اپنے گھر آگئی تو سیدھی اپنے کمرے میں
چلی گئی وہ لیٹر بیگ سے نکال کر اسے پڑھنے لگی
ساتھ تیرے پیچھے لگی تھی۔

اسلام علیکم کے بعد عرض یہ ہے کہ کسی ہو
پہ امید کرتا ہوں ٹھیک ہی ہوئی بات یہ ہے کہ
آپ سے آپ کو دیکھا ہے شب سے ہی آپ پر خدا
پاس آپ سے بہت پیار کرتا ہوں پانچویں
کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا میں آپ کو اپنی

زندگی سمجھ بیٹھا ہوں میرے پیار کا بھروسہ کرتا میں
آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ کبھی بھی آپ کو تنہا
نہیں چھوڑوں گا میرے خط کا جواب ضرور دیجئے
گا آگے آپ کی مرضی ہے آپ کو دیوانوں کی
طرح چاہئے والا آپ کے پیار کا منتظر عدنان۔

وہ لیٹر پڑھنے کے بعد اپنی کتاب میں چھپا
دیا میرے تو اوسان ہی خطا ہو گئے تھے میں پیار
محبت کے نام سے بالکل انجان تھی مجھے سمجھ نہیں
آ رہی تھی کہ کیا کروں اتنے میں میری بہن شازیہ
میرے پاس آئی اور کچھ دیر باتیں کر کے بعد وہ
بھی گھر کے کاموں میں مصروف ہو گئی اس کے
بعد میں پورے تین دن سکول نہیں گئی عدنان میری
یادوں میں بنگ رہا تھا میں جہاں بھی جاتی ہر کسی
میں عدنان ہی عدنان نظر آتا تھا ابھی میں
سوچوں کے سمندر میں ڈوبنے ہی والی تھی کہ میری
دوست ثانیہ آگئی وہ سیدھی میرے کمرے میں چلی
آئی ثانیہ میرے پاس آکر بیٹھ گئی کہنے لگی۔

کوئل تم دو دن سے سکول نہیں آ رہی ہو خیر تو
ہے۔

میں نے ثانیہ سے کہا یار بس ویسے ہی گھر
میں تھوڑا کام تھا اس لیے۔۔

ثنانیہ کہنے لگی کوئل کل سکول ضرور آنا میم تمہارا
پوچھ رہی تھی۔

میں نے ثانیہ کو کہا اچھا میری پیاری دوست
کل ضرور آؤں گی سکول۔

ثنانیہ مجھ سے کافی دیر باتیں کرنے کے بعد
اپنے گھر چلی گئی پھر رات کو وہی حال عدنان کی وہ
پیلیٹی باتیں میرے ذہن پر گردش کر رہی تھیں
بہت چھوڑے ہوئے کے بعد اپنے دل کے ماحولوں
مجبور ہو کر قلم کا تار کے دامن میں اتار دی

میری جان سے پیارے عدنان امید کرتی
ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گے عدنان بہت
کچھ سوچنے کے بعد اس مقام پر پہنچی ہوں۔
عدنان میں بھی آپ کو دل و جان سے چاہتی ہوں
مگر جتنے ڈر ہے کہ ہم دونوں کا کسی کو پتہ نہ چل
جائے میرے جذبات کی قدر کرنا مجھے بھی نہ اکیلا
چھوڑنا میں آپ کے بغیر مرجاؤں گی یہ دنیا بہت
ظالم ہے یہ پیار کرنے والوں کی کھلی دشمن ہے یہ
کسی کو ایک نہیں ہونے دیتی میرے پیار کی لانج
تمہارے ہاتھ میں ہے اگر تم نے مجھے دھوکا دیا تو
میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔

فقط تمہاری کوئل۔

اتنا کچھ لکھنے کے بعد میں نے وہ لیٹر اپنے
بیگ میں رکھ لیا رات کیسے گزری پتہ ہی نہ چلا
اگلے دن ثانیہ مجھے سکول لینے کے لیے آگئی پھر
میں اور ثانیہ سکول جا رہی تھیں ابھی کچھ ہی فاصلے
کے عدنان راستے میں اسی جگہ کھڑا میرے لیٹر کا
ویٹ کر رہا تھا مگر میں مجبور تھی کہ اگر ثانیہ نے لیٹر
دیکھ لیا تو وہ کیا سوچے گی خیر میں اپنے سکول چلی
گئی جاتے ہی حاضری وغیرہ لکوانے کے بعد
میری میم یعنی میری نیچر مجھے پوچھنے لگی کوئل۔

تم مین دن سے سکول نہیں آ رہی ہو کیا وجہ تھی
میں نے اپنی میڈم کو کہا میم گھر میں ایک
ضروری کام تھا اس لیے نہ آ سکی۔

میم جتنے کہنے لگی کوئل آپ کے پیچھے قریب
ہیں اگر جیسوں کا سلسلہ ایسے ہی چلتا رہا تو آپ کا
رزلٹ بہت خراب نکلا گا نہ جانتے ہوئے بھی ہم
نے کچھ نہیں کہا پھر میں یہ حسالتی میں مصروف ہو گئی
سارا دن پڑھنے کے بعد چوتھی تا وقت ہو گیا اتنے
میں چوتھی دن چھٹی بجے لگی میں نے وہ لیٹر اپنے بیگ

سے نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا اور اپنے دوپٹے کے
نیچے چھپا لیا اور گھر کی طرف چلنے لگی راستے میں
عدنان اسی جگہ کھڑا ہوا تھا۔

اس کی نظریں بتا رہی تھیں کہ وہ بھی میرے
پیار کا منتظر ہے وہ لیٹر جاتے ہوئے عدنان کے
پاس پھینک دیا اور تیز تیز قدموں سے گھر کی
طرف بڑھ گئی اتفاق سے آج ثانیہ میرے ساتھ
نہیں تھی وہ تو روز میرے ساتھ ہی آتی تھی مگر
عدنان کو لیٹر دینا ضروری تھا پھر میں اپنے گھر آگئی
گھر آکر سب کو سلام کیا اپنے کمرے میں چلی گئی
مم بہت گھبراہٹ تھی کہ کہیں کسی نے دیکھ نہ لیا
ہو تو دوستو ایسے ہی ہماری محبت آسمان پر اڑنے

والے پرندوں کو چھوٹے لگی چھ دن خط و کتابت سلسلہ
چلتا رہا اس کے بعد عدنان نے جتنے ایک پیار اسما
موبائل لے کر گفٹ کیا اور نئی سم بھی پہلے تو میں
نے انکار کر دیا مگر بعد میں عدنان کے بار بار اصرار
پر مجھے قبول کرنا پڑا پھر ہم ساری ساری رات فون
پر باتیں کرتے دن کو جب سکول جاتی تو موبائل
اپنے کمرے میں چھپا کر رکھ جاتی ہم نے ایک
دوسرے سے بہت وعدے کیے تھے تمہیں کھانا
ہم دونوں ایک دوسرے کی محبت میں بہت دور نکل
گئے تھے ہمارا تو ایک دوسرے کے بغیر جین ہی
مہال تھا دن گزرتے ہی چلے گئے کہ پتہ ہی نہ چلا
کے ہمارے دوسروں کے پیچھے شروع ہو گئے میں اور
ثنانیہ ایک ساتھ ایک ہی کان میں پیپر دینے جاتی
ہمارا سینئر ایک ہی کان میں پتا ہوا تھا میں اپنے
بہت اچھے پیپر سمر انجام دے رہی تھی پیروں کے
دوران میں ثانیہ کے گھڑ چلی جاتی اگلے پیپر کی
تیار کر کے یہ پیپر رفتہ رفتہ ہمارے دوسروں
کے اگلا نہ بھی ختم ہوئے۔

اب میں پورے پانچ مہینے گھر میں فارغ تھی۔ یونکہ اب ہمارا رزلٹ آتا تھا اب میں اپنے عدنان سے جی بھر کے باتیں کرتی تھی مجھے اپنی زندگی بہت خوش نظر آ رہی تھی ایک دن عدنان نے فون پر باہر یعنی اسکیلے میں ملنے کا کہا

میں نے عدنان کو کہا۔ ناں بابا ناں۔ اٹکی حرکت میں نہیں کر سکتی مگر عدنان بار بار ضد کر رہا تھا تو مجھے اپنے پیار کے آگے بار مانی ہی پڑی میں اسے کہا۔

مگر فکر نہ کرو میں کچھ کرتی ہوں۔ اگلے دن میں نے اپنی امی سے جھوٹ بولا کہ میں غائبہ کے سر جارہی ہوں شام کو گھر لیٹ ہی آؤں گی۔

امی کہنے لگی بیٹا کول تیرے ابو ناراض ہوں گے پہلے تو امی نہیں مانی پھر میرے بار بار کہنے پر وہ اٹھ اٹھی ماں بی میں جلدی سے نہا دھو کر تیار ہو گئی پھر جڈان کو کال کی کہ میں تیار ہوں میں بجائے ٹاویٹھ جانے کے عدنان کے ساتھ چلی گئی آج عدنان بہت خوبصورت لگ رہا تھا وہ مجھے ایک مہینے بول میں لے گیا وہاں پر ہم نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا اور بعد میں ہم ایک پارک میں چلے گئے ہم نے کافی مہینے مستیاں کیں میں عدنان کے ساتھ بہت خوش تھی ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ چھینے مرنے کی قسمیں کھائی بہت وعدے کیے تھے مگر ایک دوسرے کو نہیں چھوڑ رہے تھے میں عدنان کے ساتھ سچے دل سے محبت کرتی تھی اور وہ بھی مجھے دل و جان سے چاہتا تھا مگر آج تک عدنان نے میرے ساتھ کوئی ایسی ویسی بات نہیں کی تھی جس میں مجھ سے نہیں بدنامی محسوس ہو۔

تو میں آج وہی محبت کو وہ سال بولنے

پھر باتوں باتوں میں میں نے عدنان سے پوچھا کہ تمہارے والد کیا کام کرتے ہیں۔ عدنان نے کہا۔ میرے ابو ایک ورکشاپ ملکینک ہیں ہم دو بھائی ہیں میں بھی اپنے ابو کے ساتھ کام کرتا ہوں۔

اسی طرح ہم نے پارک میں خوب مزے کیے اور کافی ناٹم ہو چکا تھا اب ہم اپنے اپنے گھر میں چلے گئے۔ تو یہ بھی میری اور عدنان کی پہلی ملاقات جب میں گھر پہنچی تو ابو بھی کام سے آگئے تھے پھر کچھ دیر امی ابو کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد اپنے کمرے میں چلی گئی عدنان کا فون آ رہا تھا اور میں اس سے بات کرنے لگی کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد عدنان نے کال بند کر دی میں اپنے بستر پر لیٹی ہوئی تھی کہ نیند نے مجھے اپنی آغوش میں لے لیا اور میں سو گئی صبح جلدی اٹھ کر نماز پڑھی اور اللہ سے دعا کی کہ اسے میرے مولا عدنان جہاں بھی رہے خوش رہے پھر کچھ دنوں بعد ہمارا دوسرا کارڈلٹ بھی آ گیا میں اچھے نمبروں سے پاس ہو گئی میں نے جلدی سے ٹائیپ کے پاس گئی دیکھا کہ ٹائیپ کے گھر میں بھی مضامی تقسیم ہو رہی تھی ٹائیپ بھی اچھے نمبروں سے پاس ہو گئی تھی میں اور ٹائیپ بہت خوش ہوئی اسی طرح میں نے میٹرک بھی پاس کر لیا تھا سب بھائی میری حسن کا ٹروڈی پر بہت خوش تھے میرے ابو نے مجھے ایک ہزار روپے خوشی کے طور پر دیئے پھر باری باری میں سب سے تحفے قبول کرتی گئی اور جب عدنان کو پتہ چلا تو وہ بھی خوش ہوا۔

دن گزرتے گئے میں عدنان کے پیار میں پامل ہوئی گئی۔ ایک دن میں کسی کاسٹیج سے اپنے آپ کو بھرانی ہوں گئی جب اس وقت میں

ہمارے گھر میں مہمان آئے ہوئے تھے میری امی اور میرے ابو بہت خوش تھے گھر میں سارے لوگ ایک دوسرے کو مٹھائی خنار رہے تھے میں جلدی سے امی کے پاس گئی اور امی سے پوچھا۔ امی یہ لوگ کون ہیں اور یہ مضامی کس خوشی میں بانٹی جا رہی ہے۔

امی بولیں۔ بیٹا یہ لوگ تمہارا رشتہ ماٹھنے آئے ہیں لڑکا بہت مٹھتی ہے اللہ کا دیا ہوا ان کے پاس بہت کچھ ہے۔

انجی امی کے یہ الفاظ میرے کانوں میں گرنے لگے تھے کہ جیسے ہی نے میرے پاؤں لے نیچے سے زمین ہی پہنچ لی ہو میں سیدھا اپنے کمرے میں چلی گئی اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہو گئی اتنے میں میری امی میرے کمرے میں آگئی اور کہنے لگی۔

تم رو کیوں رہی ہو جلد جلد سے نہا دھو کر آؤ مہمان انتظار کر رہے ہیں۔

قاریمین پھر مجھے ان لوگوں کے سامنے بٹھا دیا گیا اور میری مٹھائی کی تاریخ پکی کر دی گئی پھر وہ لوگ کھانا وغیرہ کھانے کے بعد چلے گئے میرے آگے پاس کا کوئی کھانا نہ تھا پھر میں نے ساری بات عدنان کو بتادی عدنان کہنے لگا۔

کول تم فکر نہ کرو اگر ہماری قسمت نے ہمارا ساتھ دیا تو سہرا ورلیس گے دن گزرتے گئے پتہ ہی نہ چلا کہ وہ لوگ میری مٹھائی کرنے کے لیے آگئے تھے یا نہ۔ کچھ دنوں میں میری مٹھائی کر دی۔ قاریمین وہ لوگ شادی کے لیے راضی تھے مگر میں اپنے گھر والوں سے ڈر رہی تھی کہ اگر میں نے شادی سے انکار کر دیا تو میرے ابو مجھے جان سے مار دیں گے اس بات کا میری دوست ٹائیپ کو بھی

پتہ چل گیا تھا میں نے عدنان کو فون کیا اور کہا کہ عدنان میری مٹھائی ہو چکی ہے اب مجھ سے اور انتظار نہیں ہوتا مجھے یہاں سے نہیں لے جاؤ جہاں پر ہر طرف محبت کے پھول ہی کھلتے ہوں اگر میں تمہاری نہیں ہو سکتی تو میں کسی کی بھی نہیں ہو سکتی میں اپنی جان دے دوں گی

عدنان مجھے کہنے لگا کول تم صرف کچھ دن انتظار کرو میں تمہیں یہاں سے دور بہت دور لے جاؤں گا۔

عدنان کو میں نے بتا دیا کہ میری مٹھائی ہو گئی ہے میں جلدی عدنان کی یادوں میں مرنے لگی رو کر میری آنکھیں سرخ ہو گئیں پھر کچھ دن اور انتظار کرنے کے بعد عدنان کا فون آیا اور مجھے کہنے لگا۔

تم اپنی تیاری وغیرہ رات میں آپ کو لینے آ رہا ہوں۔

اس دن میں بہت خوش تھی کہ عدنان تم صرف میرے ہو پھر رات کو میں نے اپنے کمرے میں ساری پیٹنٹ کی گھر سے بھاگنے سے پہلے میں اپنی دوست ٹائیپ کے پاس گئی اور جاتے ہی ٹائیپ کو کھلے کھاکر وہ ٹائیپ مجھے معاف کر دینا میں اپنا وعدہ پورا نہیں کر پائی پھر ٹائیپ کہنے لگی۔

کول آخر بات کیا ہے

میں نے ٹائیپ کو اپنے اور عدنان کے بارے میں بتا دیا اور یہ بھی بتا دیا کہ آج رات ہم دونوں یہاں سے کہیں دور چلے جائیں گے۔ ٹائیپ کسی کو بتا مات جاتے ہوئے میں نے ٹائیپ کو فون نمبر لے لیا اور کہا ٹائیپ جب جی تمہاری یاد آئے گی تو میرے فون پر بلا کر لائی کروں گی تو جب میں ٹائیپ سے بات کرتے ہوئے ٹائیپ بھی میرے گئے

انتظار کسی کے لوٹ آنے کا

-- تحریر: عدنان خاں۔ ٹویٹ: نیک سنگھ۔ 0343.7078420

آفس منیجر ریاض احمد صاحب اور شیروادہ صاحبہ۔
آن آپ ن بزم میں یہ جو کہانی میں نے سنی ہے یہ بہت ہی محبت سے لکھی ہے اس کا عنوان میں نے انتظار کسی کے لوٹ آنے کا رکھا ہے۔ یہ کہانی بہت ہی کہانیاں اکثر ختم لیتی رہتی ہیں اور جب تک ایسی کہانیاں ختم ہوتی ہیں ایسے ہی بیٹے کا مزہ جاتا رہے گا اور انسان موت کے موت میں پہلے جاتا گا۔ میں اس کہانی کو لکھنے میں کہاں تک کامیاب ہوا ہے ضرور بتانا۔ قارئین کرام اپنی قیمتی آراء، تبصرے و نوادیں کے مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار ہے گا۔ ادارہ جواب عرش کے پالیسی کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں اور مقامات کے نام بدل دیئے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت محض اتفاق ہوگی جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرش یا میں نہ ہوں گے۔

میں نے پہلے اپنی سنوری لکھی تھی مئی 2016 میں اور اب اس کا دوسرا حصہ لکھ رہا ہوں ان سب کام میں بہت شکر گزار ہوں۔ جنہوں نے اسے پسند کیا اور جن کی دعاؤں کی وجہ سے کرن واپس میری زندگی میں آئی مافیا میں آپ کو بہت شکر گزار ہوں آپ کی کوشش کی بدولت مجھے ساری حقیقت کا پتہ چلا میں آپ کے لیے ہر پل دعا کرتا ہوں جہاں رہو خوش رہو سدرہ شمیم اور آپ کی کرن کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے بینا سمجھایا ان حالات میں میری مدد کی جب میرا کیا دوا سدرہ ہم آپ کا بہت احترام کرتے ہیں بہت مسکرتے ہیں بیشک دل میں رہو کسی کی باتیں آپ بہت زیادہ اچھی ہو۔

میں نے یہ کہانی لکھی ہے کہ میری زندگی میں یہ باتیں رونے کے لیے آتی ہیں کہ میں نے وہاں رہا تھا وہاں سے آئی ہے اور اس کے بعد وہاں سے آئی ہے۔

اب تو یہ ماشاء اللہ ایک دوسرے کے ساتھ کھیلتے ہیں میری زندگی اتنی حسین ہو جائے گی میں نے ابھی سوچا بھی نہیں تھا جس اتنی سی ہے میری داستان۔ تو قارئین یہ بھی کوئل کی کہانی جس نے اپنی قیمتی محبت کے پیچھے اپنے ماں باپ بہن بھائیوں کو ٹھکرا دیا اور اپنی محبت کو حاصل کر لیا تو کسی لکھی میری تحریر آپ اپنی قیمتی رائے سے ضرور نوازے گا ایک غزل کسی اپنے کے نام جو مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

اے حسن لال قلم ذرا آنکھ تو ملا
خالی پڑا ہے جام ذرا آنکھ تو ملا
کہتے ہیں آنکھ آنکھ سے ملنا بندگی ہے
دنیا کے چھوڑ کام ذرا آنکھ تو ملا
کیا وہ نہ آج آئیں گے تاروں کے ساتھ

ساتھ
تجانیوں کی شام ذرا آنکھ تو ملا
یہ جام پہ خوشبو یہ تصویر کی چاندنی
ساتی کہاں دام ذرا آنکھ تو ملا
ساتی مجھے بھی چاہئے اک جان آرزو
کہنے کی کہ دام ذرا آنکھ تو ملا
پامال ہونہ جائے ستاروں کی آبرو
اے میرے خوش خرام ذرا آنکھ تو ملا
ہیں راہ کھکشاں میں ازل سے کھڑے
ساغر حیرے غلام ذرا آنکھ تو ملا
ارسلان آرزو جز نوالہ۔

جیات اک مستقل غم کے سوا کچھ بھی نہیں
خون بھی یاد آتی ہے تو آنسو بن کے آتی ہے
اللہ وہ ظلمت رو پھیلے

لنگر ہوتی اور مجھے کہنے لگی۔
کوئل اپنا دھیان رکھنا پھر میں اپنے گھر آتی
رات کے سات بجے پھر عدنان کی کال آئی
اور مجھے کہنے لگا۔

کوئل تمہارا اس جگہ پر ویٹ کر رہا ہوں
عدنان نے مجھے سارا ایڈریس سمجھا دیا تو میں اپنا
سامان لے کر گھر سے جب نکلنے لگی تو اپنے ابو کے
پاس جا کر بیٹھ گئی دل میں کہا ابو مجھے معاف کر دینا
آپ کی تالاق جی اتنا بڑا قدم اٹھانے جارہی ہے
مگر میرے ابو آرام کی نیند سو رہے تھے میں اپنی
بہن سمینہ کو اپنے بھائیوں کو دیکھ کر بہت روتی اور
اپنا سامان اٹھا کر گھر کو الوداع کہتے ہوئے گھر سے
چلی گئی رات کے دو پہر جب پہنچی بھی اپنے ٹھکانے
نوں میں سو رہے ہوتے ہیں مگر میں اپنی محبت کے
روشن دیے جلائے جارہی تھی پھر میں اور عدنان
دونوں فیصل آباد کی طرف روانہ ہو گئے وہاں جا کر
ہم نے کورٹ میرج کر لی وہاں ہم کرائے پر
رہنے لگے عدنان سارا دن محنت مزدوری کرتا اور
شام کو ٹھہر آ جاتا آج مجھے اپنی زندگی بہت خوش
دکھائی دے رہی تھی میری زندگی میں ہر طرف
خوشیوں کے پھول کھل رہے تھے میری خوشیوں
کا کوئی ٹھکانہ تھا پھر ٹھیک دو سال بعد اللہ نے
مجھے دو جڑواں بیٹے عطا فرمائے میں اپنے رب کی
بہت مشکور تھی کہ اللہ نے میری سن کی بھی میں اور
عدنان اپنے ننھے پھولوں کو بہت پیار کرتے تھے
مگر ان خوشیوں میں جب اپنے نہیں ہوتے تو دل
خون کے آنسو روتا ہے مجھے اپنے ماں باپ اپنے
بھائی کی بہت یاد آتی ہے مگر اس وقت میرے
پاس اپنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہتا ہم
نے اپنے بیٹوں کے نام عمیر اور زین رکھے ہیں

گئے تھے دل بہت اداس رہتا تھا مجھے نا جانے کیوں اس بات پر یقین تھا کہ کرن ایک دن ضرور لوٹ کر آئے گی اگر لیکن سچی دوتو فاصلے مٹ جایا کرتے ہیں میری کرن مافیہ نے میرا بہت سہار دیا وہ بہت غصے ہیں جن کی وجہ سے کرن واپس میری زندگی میں آئی۔

آج 22 مئی کا دن تھا کرن سے جدا ہونے سال گزر گیا یہ سال کیسے گزرا صرف وہی جانتا ہے جن کا ساتھ ان سے دور ہو میں نے مافیہ کرن کا نمبر دیا ہوا تھا وہ روز چیک کرتی تھی آہ نمبر آن ہوا تو مافیہ کی بات ہوئی اس کے بعد مافیہ نے مجھے کہا۔

عدنان۔ کرن کے پاس اب نیا نمبر ہے اور وہ کسی اور سے پیار کرتی ہے اس لڑکے کے ساتھ مافیہ نے بات بھی کی مافیہ نے بتایا کہ جب اس نے کرن کو اس کے گھر لے کر لایا تو اس نے جانتی ہو تو کرن نے آگے سے کہا کہ نہیں جانتی ہو اس لڑکے کا نام کیا ہے اس سے بات کرتی تھی کہ میں اس کے ساتھ پیار کرتی ہوں مافیہ نے کہا۔

اب ڈوب کے مر جاؤ مافیہ نے کہا مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے کہ آپ اس کو اتنا پیار سے دل سے پیار کرتے ہو اور وہ ہے جو آپ کا نام تک نہیں سننا چاہتی مجھے دکھ تو بہت ہوا لیکن کیا کر سکتا تھا مافیہ نے مجھے نمبر دیا تو میں نے کال کی تو آگے سے کرن نے کہا۔

کون۔۔ میں نے اپنا نام بتایا پھر کرن نے کہا کہ میں ابھی مصروف ہوں بعد میں بات کرتی ہوں مجھے اس وقت کرن کی دو باتیں بہت یاد آ رہی تھیں کہ عدنان میں مر تو جاؤں گی لیکن تمہارے بعد میری زندگی میں کوئی اور نہیں آئے گا

رہتے پہلے سوچ لیا تو کسی کا دل زخمی کرنے سے خدا بھی ناراض ہو جاتا کسی کو دیکھ دینے سے پہلے اتنا سوچ لیا کرو کہ تمہارے پاس بھی دل ہے اگر اس کو کوئی توڑ دے تو تم پر کیا گزرے گی کاش ہم کسی کا دل توڑنے سے پہلے سوچ لیں تو بھی کی آنکھ میں ہماری وجہ سے آنسو نہ ہوا اگر ہم کسی کو خوش نہیں دے سکتے تو دکھ بھی نہ دیں تو کوئی پریشان نہ ہو اب میں کرن کے بغیر اور رہتا اگر میری زندگی میں وہی خوش آسکتی تھی تو وہ کرن کی وجہ سے اس کے لوٹ آنے سے میری اس ویران زندگی میں بہار آسکتی تھی۔

ہوئی سے بڑی ظالم یہ یک طرفہ محبت دیا تو آتے ہیں مگر یاد نہیں کرتے

مید۔ میں اپنے دوستوں کے ساتھ اسی پارک میں گیا جہاں ہم بیٹھے رہتے تھے میں وہاں پہنچا تو وہاں شبنم نے کرن سے دو باتوں کے لیے مذاق اڑایا مجھے پائل کمر سے تھے کرن میں ان چیزوں پر غصہ تھا کہ کہیں تم مجھے نظر آ جاؤ گی لیکن کرن آپ مجھے نہیں ملی سب چھو دیا کاویا تھا بس کی تھی تو کرن آپ کی میں اسی انتظار میں رہتا کہ بھی تو کرن کی کال آجائے گی ساری رات انتظار کرتا رہتا پھر ماپوس ہو کر سو نا پڑتا کرن آپ میرے خواب میں بھی نہیں آتی کیوں ناراض ہوئی تھی میرے گھر والوں نے شادی کا کہا تو میں نے انکار کر دیا یہ مجھے تو کرن صرف آپ کا انتظار تھا کوئی اور کہے اس دل میں آسکتا تھا آپ تو پہلے میرے ساتھ رہتی ہو۔

یہ دوریاں تو فقط میرے ہوش کا نقصان ہے میرے خیال کی دنیا میں میرے پاس ہوش مجھے غم سے بات کہنے ہوئے چھ ماہ گزر



کرن کیا بات نہیں ہوتی تھی تو اپنا وعدہ بھی بھول گئی تھی یہ محبت اتنا درد کیوں دیتی ہے کیوں لوگ اپنا ہمارا کر چھوڑ جاتے ہیں محبت کرنے والوں کی قسمت میں ہی کیوں آنسو آتے ہیں رسوائیاں کیوں ملتی ہیں۔

میری اتنے مہینوں بعد کرن کے ساتھ بات ہوئی تو میں بہت خوش ایسا لگ رہا تھا کہ سارے زمانے کی خوشیاں مل گئی ہیں میں خود کو مکمل سمجھ رہا تھا جو کئی تھی وہ پوری ہو چکی تھی میری جان کرن لوٹ آئی تھی وہ دل آگیا تھا جس کا میں نے بہت بے چینی سے انتظار کیا میں نے اپنے رب کا شکر یہ ادا کیا کہ میری کرن اب واپس آگئی ہے میں کرن کے دینے ہوئے تمام دکھ بھول گیا۔ میں سوچتا رہتا تھا کہ جب کرن سے بات ہوئی میں اس سے بہت سارے ٹکے کروں گا لیکن جب کرن سے بات ہوئی تو خوشی اتنی ہوئی کہ میں سب کچھ بھول گیا۔ اتنی خوشی زندگی میں بھی نہیں ہوئی تھی جیسے کسی قیدی کو رہائی مل گئی ہو۔ تو وہ خوش رہتا ہے اسی طرح میری سزا ختم ہوئی تھی مجھے ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں نظر آرہی تھیں۔

23 مئی کو میری جان کرن نے واپس اپنے گھر آنا تھا کل جب بات ہوئی تھی تو کرن نے کہا کہ میں اپنے رشتے داروں کے گھر آئی ہوئی ہوں لاہور آج صبح میری جان نے سچ کیا کہ ہم لوگ واپس آ رہے ہیں میری جان راتے میں مجھ سے بات کرتی آئی تو میں نے کہا۔

کرن میں آپ کو دیکھنے آ جاؤں۔
میری جان نے کہا آپ خند نہ کرو گرمی بہت ہے میں پھر آپ کو بتاؤں گی تب آپ آ جاتا۔
میں نے کہا ٹھیک ہے کرن شام کو اپنے گھر

آگئی اور مجھے کہا کہ وہ سفر کر کے آئی ہے راسخو بات کرنے کی رات کو کرن نے بات کی تو میں نے پوچھا کہ کرن ایک بات پوچھوں۔
کرن نے کہا جی ہاں پوچھو۔

میں نے کہا۔ کرن آپ مجھے بھول گئی تھی کیا آپ کو میری بھی یاد نہیں آئی
کرن نے کہا۔ ایسی بات نہیں ہے میں بہت مجبور بھی اسی لیے رابطہ نہیں کر سکی کرن نے کہا کہ اس کا جھگڑا ہو گیا تھا اپنے گھر والوں کے ساتھ اور وہ ناراض ہو کر ماموں کو لوں کے پاس چلی گئی تھی اور وہ بھی نہیں تھا۔ جس سے بات کرنی سب سن کے میں نے یقین کر لیا کہ کرن جو کہ رہتی تھی وہی سچ ہے جس سے پیار ہو جائے اس کا مبعوث بھی سچ لگتا ہے کیونکہ وہ ہی تو اس دنیا میں محبوب ہوتا ہے اس کا دیا ہوا درد دکھ نہیں دیتا اسے بھی یاد کر کے خوشی ملتی ہے کہ چلو اس نے ہمیں اس قابل و سمجھا۔ کرن نے لوٹ آنے سے بہت خوش ہو گیا مجھے ہر خوشی مل گئی جس کی آرزو تھی میں نے کرن کو شعر سنایا تھا جو کہ میری کرن کو بہت پسند آیا وہ مسکراتی گئی۔

نجانے کس دربار کا چراغ ہوں میں
جس کا دل چاہتا ہے جلا کر چھوڑ دیتا ہے
میرے دل میں آرزو ہوئی کہ کاش کرن میری آنکھوں کے سامنے رہتی پر لیکن ایسا تو شاید مقدّر میں نہیں تھا میں پھر بھی ناامید نہیں تھا میری کرن جتنے پھر بات ہونے لگی تھی میں بہت ہی خوش تھا لیکن جب میں سوچتا کہ اگر کرن اس بار مجھ سے دور چلی گئی تو اس کے بعد وہ بھی لوٹ کر نہیں آئے گی اس لیے میں نے کرن سے کوئی سوال نہیں کیا تھا نہ ہی وجہ پوچھی اتنے دن دور

رہنے کی وجہ میں تو سوچتا تھا کہ کرن میرے لیے بہت بے چین ہوگی اور وہ بھی گزرے وقت کا ارمان ہوگا جو مجھ سے دور رہ کر گزارا لیکن کرن بس میرا دل رکھنے کے لیے اب بات تو کر لیتی مجھے لگتا تھا کہ کرن میرے ساتھ اب خوش نہیں ہے میرے بار بار پوچھنے پر بھی کرن نے کوئی وجہ نہ بتائی۔ میں کرن کو بہت زیادہ سچ کرتا تھا لیکن وہ بہت کم باتوں کا جواب دیتی کرن نے مجھے نظر انداز کرنا شروع کر دیا میں رونے کے سوا کچھ کر بھی تو نہیں سکتا تھا

اس طرح دن گزرتے رہے میں یہ سوچ کر خاموش رہتا کہ آخر کب تک کرن ایسا کرے گی ایک نہ ایک دن اس کی ضد ختم ہو جائے گی لیکن اب تک ایسا نہیں ہو رہا تھا جس کی وجہ سے میں بہت ہی پریشان تھا سارا دن گزرتا لیکن اب کرن بات نہ کرتی کال کرتا تو وہ نہ ہنسی اور سچ کا جواب دیتی بہت پریشان رہنے لگا۔

آخری بار جب ہم پارک میں بیٹھے تھے تو وہاں پر ایلم بن گئی تھی جس کی وجہ سے بدنامی ہو گئی سب گھر والوں کو پتہ چل گیا وہ بھی جب میں پریشان ہوتا تو مجھے کرن کے نام کے طعنے دیتے بہت دکھ ہوتا۔ ایک دن کرن کی وجہ سے میرا گھر والوں کے ساتھ جھگڑا ہو گیا اور میں نے غصہ میں کہا کہ میں جا رہا ہوں گھر چھوڑ کر اس طرح میری پریشانی ختم ہونے کی بجائے اور بھی زیادہ ہوئی تھیں اس دوران میں نے کرن سے کہا۔

اب آپ کی وجہ سے گھر والوں کے ساتھ جھگڑا ہوا ہے آپ میرا ساتھ دیتا۔
کرن نے کہا میں آپ کے ساتھ ہوں۔
مجھے کرن کی اس بات پر بہت حوصلہ ملا کہ

اک کرن تو ہے میرے ساتھ۔
16 جون کو میں گھر سے چلا گیا میں نے اپنے دوست کو فون کیا وہ فیکٹری میں کام کرتا تھا تو اس نے کہا کہ آپ آ جاؤ کام کا کچھ کر لیں گے تو میں آج اپنے گھر سے چلا آیا راتے میں کرن سے بات کرتا رہا۔ کرن نے تھوڑے سچ کا جواب دیا اور پھر کوئی جواب نہ آیا کرن کی وجہ سے میں بہت پریشان تھا خیر شام ہونے والی تھی جب میں اپنے دوست کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے مجھ سے کھانے کا پوچھا تو میں نے کہا۔

یار بھوک نہیں آج زندگی میں پہلی رات تھی کہ جو کہ میں گھر سے باہر گزار رہا تھا دل بہت ادا تھا جسم بہت ہی بھاری لگ رہا تھا۔ پھر کرن کے ساتھ تھوڑی دیر بات ہوئی کرن کو بتایا کہ میں ادھر آ گیا ہوں اب میرا ساتھ دینا
کرن نے کہا میں آپ کے ساتھ ہوں
میں نے صرف کرن کو کہا کہ آپ مجھ سے بات کر لیا کرو گی تو میں بہت خوش رہوں گا۔
کرن نے کہا۔ کر لیا کروں گی۔

مجھے کرن نے کہا۔ رات کو بات کروں گی
گھر والوں کی یاد تو بہت آئی لیکن جب سوچا کہ کرن میرے ساتھ ہے تو مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے رات کو بارہ بجے کے بعد کرن کا سچ آیا کہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں کل بات کروں گی مجھے بہت ہی دکھ ہوا کاش کرن تم کو اس بات کا احساس ہوتا میں صرف آپ کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑ کر آ گیا ہوں کرن تمہارے سہارے پر میں سب سے جھگڑا کر کے آیا ہوں کرن کیا تم میرے لیے جاگ نہیں سکتی ہو اسی سوچ میں رات جاگتے اور روتے ہوئے نرتری۔

ماہ رمضان کے دن تھے صبح جلدی اٹھے اور پھر آج کام پر جانا تھا یہ میری زندگی کا پہلا دن تھا کہ میں کام پر جا رہا تھا ورنہ اب تک سکول اور کالج میں جانا اور اس کے بعد سارا دن فری رہتا دوست نے کہا،

کام اتنا مشکل نہیں ہے آپ پریشان مت ہوں۔۔۔

میں نے کہا ٹھیک ہے تھوڑی دوری فیکٹری تھی جہاں پر کواٹر تھے وہاں سے پیدل چل کے جانا تھا فیکٹری میں گئے آج تو مجھ سے زیادہ کام نہیں کروایا گیا کام اتنا مشکل نہ تھا۔ دن میں کرن نے سچ پر بات کی کرن نے کوئی زیادہ دیر بات نہیں کی وہ اب پہلی والی کرن نہیں رہی تھی جو دن میں سارا دن بات کیا کرتی تھی اور آج وہ دن آگیا کہ اب کرن مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی میرے صبح کا جواب بھی نہ دیتی تھی وہ یہی چاہتی تھی کہ شاید کہیں خود بیچ جائے گا اس لیے پیار بار نظر انداز کرتی تھی ٹھیک سے بات نہ کرتی تھی۔ پھر شام کو واپس آگئے بے شک کام اتنا زیادہ نہ تھا پھر بھی تھکاؤ نہ ہوئی تھی اور فیکٹری سے واپس پیدل چل کے آتا پڑتا تھا اس وقت مجھے احساس ہو رہا تھا کہ ماں و باپ کتنا احساس کرتے ہیں اپنے بچوں کے لیے مجھے بہت دکھ ہو رہا تھا کہ مجھے گھر والوں کے ساتھ جتنی باتیں کہنا چاہتا تھا وہ سب وہاں سے اتنا ضرور کہنا چاہوں گا کہ خدا کے لیے کسی کی خاطر اپنے ماں باپ کا دل نہ دکھانا کبھی بھی۔ آج کل کا پیار کچھ بھی نہیں ہے باتوں میں آکر اپنے ماں باپ کو ناراض نہ کرنا میرے سامنے آج کا پیار صرف اتنا ہے کہ ایک قتل منہ اپنے سے کم قتل کو بہت پیار کے ساتھ دھوکہ دے جاتا ہے اور وہ سمجھ

لیتا ہے کہ میں جہت گیا ہوں تو سنو کسی کا دل دکھا کر خوش ہم بھی نہیں رہ سکتے جن کا دل ہم بہت پیار کے ساتھ توڑ دیتے ہیں اور بعد میں سمجھتے ہیں کہ ہم نے اس کو پاگل بنایا ہے کاش ہم سمجھ جائیں کہ ہم بہت غلط کرتے ہیں کسی کا دل نہ دکھانا دوستوں جب ٹوٹے ہوئے دل سے دعا لگتی ہے تو سیدھی اللہ پاک کے پاس جاتی ہے وہ تو انصاف کرنے والا ہے ہمیں بہت مواقع دیتا ہے کہ سمجھ جاؤ آتے ہیں اب کہانی کی طرف۔

میں نے شام کا کھانا کھایا اور کرن کا انتظار کرنے لگا آج کرن نے تھوڑی دیر بات کی اور کہا کہ امی پاس بے کل بات ہوگی۔

کیا خوب صلا ملا ہے ہمیں ان سے وفا کرنے کا مددنان

بھی روتے ہوئے سوتے ہیں تو کبھی سوئے ہوئے روتے ہیں

اسی طرح میں صبح اٹھا اور کام پر چلا گیا آج مجھے چوتھا دن تجا اب مجھے زیادہ کام مشکل نہیں لگتا تھا عادی بن گیا تھا آج کا دن بہت اداں تھا آج موسم بھی اداں تھا میرے دل کی طرح آج میرا کام میں دل نہیں لگ رہا تھا میں ایک طرف جا کر بیٹھ گیا اور گانے سن رہا تھا پھر میرے موبائل پر صبح آیا دیکھا تو کرن کا تھا بہت خوش ہوئی جب پر حاسو بہت رو رہا کرن نے کتہ تھا کہ میں اپنا فون کرن کو دینے لگی ہوں پھر جب واپس لیا تب آپ کے ساتھ بات کروں گی تو میں نے کہا کہ کرن میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا ہوں بہت ساری باتیں کہیں لیکن کرن نے اس کا کوئی اثر نہیں ہوا آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے پہلے تو بہت اداں تھا پھر اچانک بارش شروع ہوئی۔ میں نے

جب بیچ پڑھا تو روئے لک گیا بارش بھی ہو رہی تھی اور آج بادل بھی شاید ہی نہ جدائی میں برس رہ تھے کرن کی وجہ سے میں اتنا پریشان ہو رہا تھا کہ اور اس کو فرقی بھی نہ پڑا فون دے دیا اب یہ سوچ کر بار بار رونا آ رہا تھا کہ نجانے اب کتنے سال اور کرن کا انتظار کرنا تھا شاید کرن سمجھتی تھی کہ اس کو اب عادت ہوگئی روئے کی انتظار میں جلنے کی اور لوگوں کی باتیں سننے کی کرن تم نے ایک بار بھی نہیں سوچا کہ کیا گزرے رہی ہوگی مجھ پر کرن تم تو واقف تھی میرے حالات سے خیر مجھے خود ہی چپ ہونا پڑا جس کے لیے رو رہا تھا وہ تو مجھ سے بہت دور تھا وہ کون سا دیکھ رہی تھی کہ اس کے جانے کے بعد کیا حالت ہوئی ہے۔ کرن بھی مجھ کی دیکھا ہے پانی سے نکال کر کتنا تر تھی سے کرن آپ کے بعد ہماری ایسی حالت ہوئی ہے کرن ہمیں اس حالت میں دیکھ کر آپ کا دل نہیں کا پتا لیکن ہماری قسمت میں یہ سب لکھا ہوا تھا رونا کرن ہم تم سے کیا شکوہ کرتے تم تو ہمارے اپنے ہو کرن کے بارے میں سوچ کر پریشان ہونے اور رونے کے سوا میں کیا کر سکتا تھا پھر شام کو جب ہم واپس کواٹر پر آئے تو مجھے اتنا تیز بخار ہو گیا تھا کہ مشکل سے میں چل کے آیا تھا میرا صدمہ مجھ سے دور چلا گیا تھا مل نہ کر پھڑکیا۔ ساری رات میں نے جاگ کر گزرا وہی رات کسی نہ کسی طرح گزرنی صبح میں اٹھا اور اپنے دوست کو کہا۔

میں نے آج ہی واپس جانا ہے۔
اس نے کہا وہ دن بعد چلے جانا پیسے نہیں ہیں میں نے کہا۔ میں جانے لگا ہوں اس نے بہت رو کر لیکن میں کہاں رکنے والا تھا۔ میں نے اپنا موبائل بیچ دیا اور اس کے اتنے پیسے مل گئے کہ

میں لہرا سکتا تھا پھر میں اڈے پر آیا اور لہرا نے کے لیے بس میں بیٹھ گیا۔ میں شام کے وقت گھر آ گیا گھر والوں نے مجھے کچھ نہ کہا میں جا کر اپنے کمرے میں لیٹ گیا۔ پھر اس کے بعد سارا دن میں کمرے میں پڑا رہتا تھا نہ کھانے کا ہوش بس ہر وقت کرن کے بارے میں سوچتے رہتا اور کرن نے جو تصویر مجھے دی تھی وہ دیکھتے رہتا اس میں میری جان بہت پیاری لگ رہی تھی ہم دونوں کی اکٹھی بھی ایک تصویر تھی جس میں نے کرن کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا اس کو دیکھ کر روتے رہتا اور گانے سنتا رہتا یہی میرا کام تھا میری حالت بہت کمزور ہوگئی تھی دن گزرتے رہے لیکن پھر سے کرن مجھے نہ ختم ہونے والا انتظار کا کتہہ کر واپس نہیں آتی تھی پانچ ماہ گزر چکے تھے لیکن ان میں کرن نے ایک بار بھی مجھ سے بات نہیں کی پھر دوستوں اور گھر والوں نے مشورہ دیا کہ تم کچھ پڑھ لو تو میں نے ان کے کہنے پر دوسرے شہر میں داخلہ لے لیا۔ اس لیے کہ وہاں پر میں پڑھائی میں اور اپنے دوستوں میں خوش رہوں گا۔

نومبر میں ادھر میں نے داخلہ لیا تھا اور کیونکہ وہ گھر دور تھا تو مجھے ادھر ہی رہنا پڑا ہوسٹل میں پہلے تو دن گزرنے کا نام نہیں لیتا تھا کا اس میں بھی دل نہیں لگتا تھا گم سم بیٹھا رہتا تھا دن گزر رہے تھے وہ نومبر کا دن تھا 8 نومبر کو میں کلاس سے واپس آ رہا تھا آج مجھے کرن بہت یاد آ رہی تھی میں نے اپنا نمبر بدل لیا تھا جو کہ کرن کے پاس تھا میں نے کرن کا نمبر مایا دیا کہ آن تھا جو بہت خوش ہوئی میں نے سچ کیا کہ کرن میں عدنان ہوں بات کرو کر نے سچ کیا کہ میں بعد میں بات کرتی ہوں اس طرح کرن ایک بار پھر سے میری زندگی

بلخ کی شہزادی

--- تحریر: بشارت علی پھول باجوہ۔ 0344.7007054



مختصر ریاض احمد صاحب اور شہزادہ صاحب۔

پہلی بزم میں یہ جو کہانی میں نے سنی تھی یہ بہت ہی محنت سے لکھی تھی اس کا عنوان نے بلخ کی شہزادی رکھا ہے۔ یہ ایک نئی کہانی ہے اور ایسی کہانیاں اکثر ختم ہوتی ہیں تب تک ایسی کہانیاں ختم ہوتی ہیں کی ایسے ہی جیسے کہ مزہ جاتا رہے گا میں اس کہانی کو لکھنے

میں کرام اپنی قیمتی آرام سے غور و خوض کرنے کا مجھے آپ کا رائے کا شدت سے انتظار ہے اور جواب عرض کے پاسی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام اوروں اور مقامات کے نام بدل دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو مطابقت حسن اتفاقہ جس کا ذمہ دار ادارہ جواب عرض یا میں نہ ہوں گے۔

میرے اس کہانی کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ نوجوانوں کو جو ان کی دلچسپی میں اور بات مذاق تک پہنچ جاتی ہے پھر کوئی تو دیو داس بن جاتے ہیں اور کئی تو طرح طرح کے نئے شروع کر دیتے ہیں اور اپنی جستی جستی زندگی کو برباد کر لیتے ہیں حالانکہ ان لوگوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ جب ہم زندگی کے سفر میں ہمسفر کے بندھن میں بندھتے ہیں چاہے وہ لومیرق ہو یا دوسرے میرج ہو یا پسند کی شادی ہو یا لیز آپ سب ہی میری اس بات کو غور سے سمجھنا اور سوچنا چاہیے کہ میری اس بات سے کسی کی زندگی کسی کا گھر برباد ہونے سے بچ جائے اور میرا کہانی لکھنے کا مقصد پورا ہو جائے۔

تو زمین جب ہم سب لوگوں کی موجودگی میں دو گواہوں اور مولوی یعنی نکاح خواں کے رو برو پرے شوق سے ایک دوسرے کو قبول کرتے ہیں تو قارئین اس وقت ہم اپنے ہمسفر کو اس کی

میرے اس کہانی کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ نوجوانوں کو جو ان کی دلچسپی میں اور بات مذاق تک پہنچ جاتی ہے پھر کوئی تو دیو داس بن جاتے ہیں اور کئی تو طرح طرح کے نئے شروع کر دیتے ہیں اور اپنی جستی جستی زندگی کو برباد کر لیتے ہیں حالانکہ ان لوگوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ جب ہم زندگی کے سفر میں ہمسفر کے بندھن میں بندھتے ہیں چاہے وہ لومیرق ہو یا دوسرے میرج ہو یا پسند کی شادی ہو یا لیز آپ سب ہی میری اس بات کو غور سے سمجھنا اور سوچنا چاہیے کہ میری اس بات سے کسی کی زندگی کسی کا گھر برباد ہونے سے بچ جائے اور میرا کہانی لکھنے کا مقصد پورا ہو جائے۔

تمام تراجمائیں اور برائیوں اور تعریفوں اور نیوہوں اچھی اور بری عادتوں سمیت قبول کرتے ہیں اور پھر شادی کے بعد کچھ ہی دنوں میں اس میں بہت سے عیب نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں اس کی عادتیں اچھی نہیں لگتی ہیں اور وہ است بدلتا چاہتا ہے اور ابھی بھی تو دنوں ہی اپنی اپنی سوچ کے مطابق ایک دوسرے کو بدلنا چاہتے ہیں جو کہ مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوتا ہے کیونکہ سیانے لوگ کہتے ہیں کہ عادت فی الاموت ہوتی ہے یعنی کہ عادت موت کے بعد ہی چھوٹی ہے جس کی وجہ سے پھر محبتوں کی جگہ نفرت لے لیتی ہے اور بات طلاق تک پہنچ جاتی ہے پھر برباد ہو جاتے ہیں۔

قرین آن بھی آپ بڑھ کر ذہن نشین نہ کرو
اور اپنے سب عزیز و اقارب کو بتادو اپنے اپنے
سب دوستوں کو بتادو کہ نکاح کا مطلب نکاح ایک
دوسرے کو زندگی کے ساتھ کے طور پر قبول کرنا ہوتا
ہے بدلنا ہرگز نہیں اور قبول کرنے کا مطلب ایک
دوسرے کی شخصیت کو اس کی خوبیوں اور خامیوں
سمیت کھلے لگانا ہوتا ہے اور اس کی تربیت کرنا
برائی دیوار کرنا کرتی بنانے کی کوشش میں لگ جانا
جبر نہیں۔

قارئین کرام میرے حساب سے شادی ہمیشہ لور کی بجائے کسی اچھے دوست سے کرنی چاہیے کیونکہ دوست آپ کی زندگی کا ہم راز ہوتا ہے وہ آپ کے دکھ سکھ کا بھی ہوتا ہے اور آپ کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ سمجھتا ہے اور وہ سب باتوں کی نسبت و زیادہ آپ کو خوش دیکھتا ہے جتنا یہ یاد دینا کا سب سے اہل ترین رفیق ہوتی ہے چند دن پہلے میں اپنے دادا زاد

کے عرس پر چوک اعظم ضلع لیہ آگیا اور ادھر محفل
ذکر اللہ اور محفل میلاد ولعت میں شرکت کی یقین
جانے نقیب کی نقابت نے علما کرام کی تقاریر نے
اور قبلہ حضور کی دعاؤں نے مردہ دلوں کو زندہ کر دیا
جیسے صحراؤں میں بارش کے بعد سر و ہیز گھاس
اور مختلف پھولوں کے کھلنے سے جنت کا گہوارہ بن
جاتے ہے پھر ہمارا قافلہ واپس روانہ ہوا۔ ہم
جب واپسی پر شام سات بجے تحصیل چوراء سے
گزر رہے تھے تو وہاں سڑک کے دونوں اطراف
ہمیں دور دور تک ریت کے نیلے نظر آرہے تھے
موسم بہار کی وجہ سے ان نیلوں پر اتنا خوبصورت
اور پیارا منظر تھا کہ دل کرتا تھا کہ یہی کہیں ٹھہر
جاؤں نیلوں پر مختلف قسم کے پھول اور پودے نظر
آ رہے تھے اور اونچے اونچے نیلے بہت ہی خوبصورت
ت لگ رہے تھے اور ان پر تیز ہوا چلنے سے سمندر
کی لہروں کی طرح نیلوں پر ریت کی لہریں بنی
ہوئی تھیں جو کہ ایک خشک سمندر کا سا سماں پیدا
کر رہی تھیں۔ اور ایسے لگتا ہے کہ جیسے ان لہروں
میں کہیں محبت جوش سے ابھرتی ہوئی آوازیں
دے رہی ہو کہ سے کوئی آج بھی محبت کرنے
والا ہے کوئی آج بھی جو کسی کی طرح ریت کے
ان نیلوں کی گرم ابھرتی ہوئی لہروں میں سونے
کے بعد ابدی حیات پانے والا تو مجھے آج کے
دور کی محبت دیکھ کر بہت شرمندگی ہونے لگی
اور مجھے وہی لہریں ایسے نظر آنے لگیں کہ جیسے
صحبت اب یوزھی ہوئی ہے اور دم گھٹ رہی ہے
اور اینہاں رگڑ رگڑ کر پایا اختتام کو پہنچ رہی ہیں
اور وہ لہریں کسی سو سالہ یوزھی عورت کے ہڈیوں
سے نچرے سوتے چہرے سے نکلتی ہوئی نکلتی
پر سکری ہوئی جھڑیوں کی طرح نظر آتی ہیں

جیسے وہ اب چند گھنٹیوں کی مہمان ہو تو میری آنکھوں میں یہ جچی محبت مرتے ہوئے دلکھ کر شرمندگی کے آنسوؤں کا دریا اُمڈ آیا تو میرے ذہن میں وہ سب جچی محبت کی داستانیں گردش کرنے لگی مثلاً بیہ راجھا۔ لعلی جمنوں۔ شیریں فریاد۔ سیف الملوک سخی پنوں تو ایسے میں مجھے ایک لازوال محبت جو کہ ابھی تک بہت سے لوگوں سے پوشیدہ ہے بلکہ شاید ہزاروں میں سے کسی ایک کو اس جچی محبت کا علم ہوگا شاید اسے اس سے درد زمانے نے اس لیے اس داستان محبت کو فراموش کر دیا ہے کہ وہ ایک عجب دل کی مالک اور مدہ عشق باطنی کے ساتھ ساتھ عشق حقیقی کی بھی بے مثال مثال تھی اور وہ ایک بلند پایا شاعر بھی تھی اور میں ایک شاعر ہونے کے ناطے اس داستان محبت کو پھر ایک بار لوگوں کے دلوں ذہنوں کتابوں رسالوں میں زبانوں پر لبوں پر زندہ کرنا چاہتا ہوں کہ شاید آج بھی اس دور کی نسل میں سے کوئی میری یہ کہانی کی داستان پڑھ کر جچی محبت کو سمجھ کر راہِ راست پر آجائے اور میرا لکھنے کا مقصد پورا ہو جائے گا اور میں لوگوں کو بتا سکوں گا کہ محبت کتنی پائیز و جذبہ ہے اور عشق ہمیشہ ہی ہو کر تہ پاتا ہے محبوب کو حاصل کر کے نہیں بلکہ اُس کی روت کو حاصل کر کے عشق پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے تو آؤ قارئین آپ کو بڑی جی تھن اور سر توڑ کوشش سے تاریخ کے تنقید اوراق سے مطالعہ کر کے اس لازوال داستان محبت کو تلاش کر کے لکھ رہا ہوں قارئین! یہ ملک افغانستان کا ایک صوبہ پختونستان ہے جو کہ آئینی دنیا میں بہت بڑا خوبصورت تاریخی شہر تھا اور زمانے میں یہ کوپانی خوبصورتی اور نفاست کی وجہ سے مشہور تھا پختونستان کا یہ شہر بہت سے

ادیب و شاعر زاہد و غالب عالم و دینی پیدا کئے اور اسے شاید شاعروں اور ہیروں اور ولیوں کا شمار کرنا ناممکن تو نہیں تھا مگر مشکل ضرور تھا ابن سینا پٹنی اور حضرت آدمؑ اسی خطہ زمین کے درخشندہ ستارے تھے یہی ہمیں کہ بلخ میں علم و ادب اور فراست صرف مردوں کے حصے میں آئی بلکہ راجہ پٹنی جیسی بلند پایا مرتبہ شاعرہ نے بھی اسی منی میں جنم لیا بلخ ہمیشہ ہی سے علم و ثقافت اور تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہا ہے آج سے تقریباً ایک ہزار چھ سال پہلے 967 عیسوی میں بلخ کے بختیار شاہ مشکوی کعب کے دور حکومت میں یہ اپنے پورے عروج پر تھا مشکوی کعب کے دور حکومت میں یہ اپنے پورے عروج پر تھا شکئی کعب کے دور حکومت کو بلخ کا بہترین دور زمانہ کہا جاتا ہے مشکوی کعب کے دور حکومت میں صرف بلخ میں پچاس ہزار عالم و غالب صوفی و زاہد اور چودہ ہزار حافظ قرآن بارہ سو ہشتی و قصب تھے اور بلخ سو شاعر و ادیب تھے اور اسی طرح اس شہر میں بارہ ہزار مسجدیں دو سو پچاس خانقاہیں چار سو بیس سکول سترہ سو حمام تین سو حوض تین سو ساٹھ مزیں اور چار ہزار بازار ایسے تھے جہاں سکھری و زعفران اور بریرہ و ابریشم بکتا تھا مشکوی کعب انسان دوست اور غریبوں کا بھروسہ تھا اسی وجہ سے جب امیر بلخ کے گھرنے پیدا ہوئی تو پوری قوم نے کوشی کا جشن منایا مشکوی کعب اپنی پیداہو نے پر بہت ہی خوش تھا اس نے پوری اپنی قوم میں منہائی تقسیم کی اور غریبوں کو کپڑے دئے اور سب لوگوں کو کھانا بھی کھلایا اور پورے ملک کے نامور شاعروں نے بھی پٹنی کی شان میں بہت سارے قصیدے لکھے اور انہی سے حاصل کئے مشکوی کعب نے اپنی بیٹی

کا منہ مہ راہد رکھا راہد جیسے جیسے جوان ہو رہی تھی وہ اپنی ذہانت سے لوگوں کو حیران کرنے لگی راہد میں عام بچوں کی طرح شوخی و شرارت کی بجائے پروقار شبید کی تھی وہ ادب کے ساتھ اٹھتی بیٹھتی تھی لہذا قار کے ساتھ چلتی تھی اور ملکی سی مسکراہٹ سے دشت لہجے میں بات کرتی تھی امیر خٹک مشکوی کعب خود بھی بہت ہی ادب نواز تھا اسی وجہ سے وہ اکثر اپنے محل میں دانشوروں اور شاعروں کو بلا کر مشاعرے کا اہتمام کرتا تھا اور راہد بھی ہر محفل میں ضرور شریک ہوتی اور بڑی دلچسپی سے دانشوروں کی حکمت و خبری باتیں اور شاعروں کا کلام سنتی راہد نے اپنی پرہیزگار زندگی میں کیا تھا کہ وہ شعر کہنے لگی تھی ایک محفل میں جب اس نے اپنی پہلی بار اپنا کلام اشعار کی صورت میں پڑھا تو تمام شاعر و ادیب راہد کے کلام کی فصاحت اور بافادت پر بہت ہی حیران رہ گئے مشکوی کعب بھی بہت خوش ہوئے اور راہد پر بہت سارے انعامات اور تہنیتیں دے کر راہد کو راجہ اپنی شرافت کی وجہ سے اپنے خاندان اور اپنی قوم میں بہت ہی مقبول ہو گئی تھیں ان کی ایک عادت تھی کہ وہ ہر روز بھی راہد کی بہت ہی عزت کرتے تھے بلکہ پورے محل کی عوام بھی راہد کو دل و جان سے پسند کرتی تھیں اور جانتی تھیں جب راہد جوان ہوئی تو شاہ کے رواج کے مطابق اس کا ہاتھ ملک کے مشہور و معروف نجومی اطہر ویش کو دکھایا گیا نجومی نے جب راہد کا ہاتھ دیکھا تو کہنے لگا اس لڑکی کی قسمت ستارہ بڑا ہی روشن ہے یہ اپنے خاندان کا نام اور اپنے ملک کا پوری دنیا میں روشن ہے یہ اپنے خاندان کا نام اور اپنے ملک کا پوری دنیا میں روشن کرے گی مگر میں اس کے ساتھ کہتا ہوں کہ

لڑکی کا اپنا انجام بہت ہی حسرت ناک ہوگا راہد نجومی کی باتیں سن کر ذرا بھی پریشان نہ ہوئی کیونکہ اس کا خیال بہت ہی مضبوط اور بلند دماغی تھا اسے نجومی کی باتوں پر کوئی بھی تشویش لاحق نہ ہوئی اسے یقین اور علم تھا کہ مستقبل کا حال سوائے اللہ کے کوئی اور نہیں جانتا لیکن امیر خٹک نجومی کی باتوں سے بہت ہی پریشان ہوا اور فکر مند ہوا اور راہد کا پہلے سے کہیں زیادہ خیال رکھنے لگا راہد ابھی ادبی ماحول میں شعر و شاعری کی دنیا میں تیزی سے پہل پھول رہی تھی کہ اسی دور میں راہد کی جنت یعنی اس کی انی حضور اس فانی دنیا سے کوچ کر گئی اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں راہد پر تو جیسے گم کا پہناؤ ٹوٹ پڑا تھا وہ ہر وقت روتی رہتی اور اس کی یاد بھی ابھر جاتی اور گھومتی رہتی اور اپنی ماں کی یاد میں وہ ہم بھرے اشعار لکھتی رہتی پھر اگرچہ ایک دن راہد کی نوکرائی رعنا نے راہد کو ماں کے ہم میں جب ملت پتہ دیکھا تو اس نے راہد کو جامع مسجد جانے کا مشورہ دیا تاکہ وہاں جا کر ملکہ کرام سے خدا اور اس کے رسول ﷺ کی باتیں سن کر اپنے دل کو راحت و سکون پہنچا سکے راہد کو رحمت کا مشورہ بہت پسند آیا اور وہ مسجد میں جانے لگی اور وہاں پر بیٹے بڑے ملکہ کرام سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی باتیں سن کر راہد کے دل کو سکون پہنچتا امیر خٹک مشکوی کعب اپنی بیٹی پر جہاں بہتی نازاں تھا بلکہ سارا دن راہد کی ذہانت پر غور کرتے تھے اور نامور شاعر راہد کے کلام کا شاعری کرتا یا اکل بھی پسند نہیں تھا شاعر نے اپنی بہن کو کہا تم ایک شہزادی ہو تمہیں یہ شعر و شاعری زیب نہیں دیت یہ تو مردوں کا کام ہے تم اسے چھوڑ کر گھر خانہ داری کے کام مہراجہ دو راہد نے

اپنے بھائی کی نصیحت پر کوئی عمل نہیں کیا اور اور اپنے کام سے ہٹ کر رکھا حارث کے لیے یہ بات نہ قابل برداشت تھی کہ اس کی اپنی بہن نے اس کی نصیحت پر کوئی عمل نہیں کیا پھر ایک دن حارث نے غصہ میں آکر شہزادی سے محل کا نظام چھین لیا اور اس سے کہا تم تو ایک شاعرہ ہو تمہیں محل سے کیا واسطہ اس نے نہایت ہی سخت لہجے میں کہا تم ایک شاعرہ بن کر ہماری عزت کو خاک میں ملا رہی ہو راہد یہ سب باتیں سن کر حیران رہ گئی اور پریشانی کی حالت میں وہ بھائی حارث کی کسی بھی بات کا جواب دینے بغیر وہ وہاں سے چلی گئی اور اس نے بھائی کی ان تلخ باتوں کا ذکر اپنے باپ امیر خٹک سے بھی نہ کیا کیونکہ اسے بھائی کی عادت کا پتہ تھا کہ اگر اس نے اپنے باپ کو بتایا تو وہ حارث سے اس بات کی باز پرس ضرور کریں گے جس کی وجہ سے حارث اس کا اور بھی دشمن بن جائے گا۔ راہد اپنے بھائی کی تلخ کلامی کو بھول کر پھر اپنی شعرو شاعری میں مگن ہو گئی اور ادھر حارث کے لیے یہ بات بہت ہی تکلیف دہ ہوتی جاری تھی کہ راہد اس کی کسی بھی بات کا اثر نہیں رہی تھی۔ آخر ایک دن حارث نے اپنے باپ امیر خٹک سے راہد کی شکایت کی کہ ابا حضور جوان اور حسین لڑکیوں کا شعر و شاعری کرنا عیب سمجھا جاتا ہے آپ راہد کو اس کام سے منع کریں مشکوی کعب کو حارث کی باتیں بہت ہی ناگوار گزری اور امیر خٹک نے حارث کو ڈانٹ کر مائل دیا کیونکہ مشکوی کعب کو راہد کی شاعری میں کوئی بھی قباحت نظر نہیں آتی تھی بلکہ وہ تو اپنی بیٹی کی شاعری پر نازاں تھے شہزادی راہد نہ صرف شاعرہ تھی بلکہ وہ بہترین تیر انداز اور شہسوار بھی راہد یوں یوں دن بدن مشہور

اور ہر دل عزیز ہوتی جاری تھی ادھر حارث کے دل میں راہد کے لیے رقابت کی آگ اور تیز ہوتی جاری تھی حارث نے سوچا کہ امیر خٹک تو راہد کو منع نہیں کر رہے اور میں امیر کی موجودگی میں راہد کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اس لیے بہتر یہی ہے کہ پہلے امیر کو اپنے رستے سے ہٹایا جائے اور پھر حارث اپنے باپ امیر خٹک کو اپنے راستے سے ہٹانے کا پلان بنائے لگا۔ اتفاق سے انہی دنوں میں امیر خٹک بادشاہ مشکوی کعب بیمار ہو گیا اور حارث کو اسے آہستہ آہستہ دوائی میں زہر ملا کر دینے کا موقع مل گیا مشکوی کعب کے بیمار ہوتے ہی حارث نے اعلان کر دیا کہ امیر خٹک کی مزاج بری کے لیے کوئی اس کے پاس نہیں جائے گا کیونکہ امیر کے آرام میں خلل نہ پڑے یہ پابندی خاص کر راہد کے لیے بھی اہی دوران اس نے اپنے بیمار باپ کو دوائی ملا کر زہر دینا شروع کر دیا حارث کے اس گھناؤنے جرم کی خبر جب راہد کو ہوئی تو وہ بے تاب ہو کر اپنے باپ کے پاس بھاگتی ہوئی چلی گئی اس نے حارث کی کسی بھی پابندی کی پرواہ کئے بغیر جب اپنے باپ کے پاس پہنچی تو وہ بے حد مضطرب اور بے چین تھا راہد نے اپنے باپ کے ہاتھوں کو پکڑ کر کہلاتے ہوئے پوچھا۔ ابا حضور آپ اس قدر مضطرب کیوں ہیں راہد کا خیال تھا کہ شاید امیر کو حارث کے اس گھناؤنے عمل کا علم ہو چکا ہے اور خود مجھے کچھ اس بارے میں بتانا چاہتے ہیں۔ مگر امیر خٹک تو اس تکلیف کو محض ایک بیماری ہی سمجھ رہے تھے امیر خٹک کو بالکل بھی علم نہ تھا کہ اس کی موت کا سامان اس کا اپنا ہی بنا کر رہا ہے ممکن تھا کہ ابھی راہد اپنے باپ سے حارث کے اس گھناؤنے جرم کے

زندگی کا پیار مل گیا

-- تحریر مسن فائزہ -- ذکر کی کالج کی مروت

شہزادہ بھائی السلام و علیکم۔ امید ہے کہ آپ تحریر سے ہوں گے۔ میں آج پھر اپنی ایک نئی تحریر محبت کے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں میری یہ کہانی محبت کرنے والوں کے لیے ہے یہ ایک بہترین کہانی ہے اسے پڑھ کر آپ چوکیں گے کسی سے بے وفائی کرنے سے احتراز کریں گے کسی کو بچ رہا میں نہ چھوڑیں گے کوئی آپ کو بے پناہ چاہے گا مگر ایک صورت آپ کو اس سے مخلص ہونا پڑے گا وفا کی کہانی ہے اگر آپ چاہیں تو اس کہانی کو کوئی بہترین عنوان دے سکتے ہیں ادارہ جواب عرض کی پاس کی کو مد نظر رکھتے ہوئے میں نے اس کہانی میں شامل تمام کرداروں مقامات کے نام تبدیل کر دیے ہیں تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو اور مطابقت محض اتفاقی ہوگی جس کا ادارہ یا رائٹر ذمہ دار نہیں ہوگا۔ اس کہانی میں کیا کچھ ہے یہ تو آپ کو پڑھنے کے بعد ہی پتہ چلے گا۔

داخلہ لے لیا پھر میرا دل پڑھا لی سے اچاٹ ہو گیا میں نے سکول چھوڑ دیا تھا۔ والدین نے لاکھ کہا کہ پر میں نے سکول جانا پسند نہ کیا میں یہ بتاتا چلوں کے میری ایک بہن جو مجھ سے بڑی تھی دوسرا نمبر میرا ہے اور مجھ سے دو بھائی چھوٹے ہیں اور دو بہنیں چھوٹی ہیں سکول چھوڑ کر میں نے کوئی کام نہ کیا تھا اور سارا دن گلیوں میں آوارہ پھرتا رہتا تھا کئی دن گزرے کے میں نے سوچا کہ کوئی کام وغیرہ ہی کر لو تو میں نے چوک میں تاروں کی دوکان پر کام کرنا شروع کر دیا وہ دوکان میرے بہنوئی کی تھی مٹی سارا دن دوکان پر کام کرتا اور شام کو سائیکل پر اپنے گھر واپس آتا تھا گھر سے دوکان کا فاصلہ دس کلومیٹر تھا جو میں روزانہ صبح جاتا اور شام کو واپس آتا تھا وہاں پر میری دوسری بہن کی شادی بھی ہو گئی ایک ہی گاؤں میں میری دو بہنوں کی شادی ہو چکی تھی۔ وہاں ایک دن میرے دوستوں نے کہا کہ اس کو ہمیں ڈاکٹر کا پیار مل گیا

یہ کاغذ کا ٹکڑا کیا سنائے گا داستان میری مروت جب ہے کہ اسے لگ جائے زباں میری محمد عباس ہے جب میں نے ہوش سنبھالا میرا تو اپنے آپ کو درمیان رعبہ میں پایا میرے والد صاحب کی لوہے کی دوکان تھی جس میں دراختیاں اور رہنے وغیرہ بناتا تھا اور ہمارے گھر کے اخراجات اس پر پورے ہوتے تھے مگر انسان سوچتا ہے کہ میرے پاس بہت زیادہ روپیہ ہو پتہ نہیں انسان کیا کیا سوچتا ہے اس لیے میرے والد نے دوکان چھوڑ دی پھر کسی گاؤں میں کام کرنے لگے تھوڑے ہی دنوں میں ہمیں ایک گاؤں میں کام مل گیا کیونکہ وہاں جو پہلے سے کام کرتا تھا لوہار وہ کسی وجہ سے کام چھوڑ کر گاؤں گئے جا چکا تھا اور ہم سب وہاں چلے گئے میں نے پرائمری نزدیکی سکول میں پاس کی اور چھٹی جماعت میں داخلہ لے لیا ہم سب وہاں بہت خوش تھے میں نے چھٹی جماعت پاس کر کے ساتویں بھی پاس کر لی اور تہمت میں نے انھیں جماعت

سے محبت کا اظہار نہیں کر پاری تھی اور پھر اپنے اندر ہی اندر وہ سوز محبت چھپاتے چھپاتے بستر پر بیمار پڑ گئی رابعہ نے جب یہ ساری بات اپنی بہن راز کشیز کو بتائی تو رعنائے رابعہ کو بہت سلی دی اور اس کی محبت کا حال ہر صورت بکٹاش تک پہنچانے کا وعدہ کیا اور پھر رابعہ کی بیماری کی خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل گئی حادثہ دل ہی دل میں بہت ہی خوش ہوا کہ اس کے راستے پتھر خود بخود دی راستے سے ہٹ جائے گا لیکن کافی عرصہ بیت گیا اور رابعہ کو کچھ بھی نہ ہوا۔ وہ زندہ ہی تھی تو حادثہ نے ایک مکار چال چلنے کا فیصلہ کیا اس نے شرافت اور ہمدردی کا لبادہ اوڑھ کر اپنے خاص حکیم سر باتک کو رابعہ کے لیے علاج کرنے رابعہ کے پاس بھیجا سر باتک نے رابعہ کی نبض دیکھنے کے بعد رابعہ کے لیے ایک شربت تجویز کیا اور کہا کہ اسے پیئیں آپ کو انشاء اللہ فوراً آرام آ جائے گا۔ جب رابعہ نے حکیم سر باتک کو شربت پلانے پر بضد دیکھا تو کہنے لگی برادر میں آپ سے گزارش کرتی ہوں کہ آپ جہاں سے تشریف لائے ہیں وہاں ہی چلے جائیں۔ میری تکلیف کا علاج کسی حکیم کے پاس نہیں ہے تو حکیم سر باتک چلا گیا تو رابعہ نے رعنائے کہا اس شربت میں زہر ملا ہوا تھا اور پھر یوں حادثہ رابعہ کی ہوشیاری سے شکست کھا گیا چند دنوں بعد جب عشق نے رابعہ کا جینا محال کر دیا اور محبت اور ملن کی آگ نے اس کو وجود بھر کی سولی پر لٹکا دیا تو پھر شہزادی اپنا اور بکٹاش کا مقام بھول گئی اور بکٹاش کو ایک خط لکھ کر اپنی بہن راز کشیز کو رعنائے ہاتھ اسے بھیجا بکٹاش کو جو رابعہ نے خف لکھا تھا اس کی تحریر کچھ یوں تھی۔ جاری ہے۔ اس کے بعد کا حصہ اگلے باب پڑھیں۔

بارے میں بتاتی مگر حادثہ باہر دروازے پر کھڑا سب باتیں چیکے سے سن رہا تھا وہ جلدی سے اندر کمرے میں داخل ہوا۔ جس کی وجہ رابعہ ڈرتی ہوئی حادثہ سے اپنے باپ کو کچھ بھی نہ بتا سکی لیکن رابعہ رنج و الم سے بے حال ہو گئی تھی امیر بخش مشکوئی کعب کی آنکھوں سے اشک جاری تھے کیونکہ وہ اپنی بیٹی سے بہت ہی محبت کرتے تھے اور اس کے بارے میں بہت فکر مند تھے۔ امیر بخش نے چند لمحوں بعد حادثہ کو اشارے سے اپنے پاس بلایا اور اسے آہستہ آہستہ رک کر وصیت کرنے لگا۔ اے بیٹا میں چند گھڑیوں کا مہمان ہوں میرے بعد تم ہی بلخ کی سلطنت کے بادشاہ امیر بلخ ہوں گے اس لیے تمہیں چند نصیحتیں کرنا چاہتا ہوں تم بیٹا بت بخت سنبھالنے کے بعد عدل و انصاف سے ہمیشہ کام لینا خالق خدا پر سدا رحم کرنا اور میں اپنی بیٹی رابعہ کو تمہارے سپرد کرتا ہوں رابعہ کو بھی کوئی دکھ نہ دینا اور اس کا ہر طرح سے خیال رکھنا اتنا کہہ کر امیر بخش ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ مہربان باپ کی موت نے رابعہ کی زندگی اور دنیا دونوں بالکل ہی تاریک کر دی وہ ہر وقت غمگین اور اداس رہنے لگی اور رابعہ کے سبھی اشعار درد کی آواز بن گئے کہتے ہیں وقت کا مرہم ہر زخم کو بھر دیتا ہے رابعہ بھی اپنے باپ کا غم اپنے دل سے جدا نہ کر سکی مگر وقت نے غم کی شدت میں کافی پہلے سے ہی پیدا کر دی تھی اسی دوران رابعہ کو اپنے ایک غلام زادے جس کا نام بکٹاش تھا عشق ہو گیا۔ اور اس سے بے پناہ محبت ہو گئی بکٹاش امیر بلخ کے زمانے کے بادشاہ اور انجمن راج تھا وہ اپنی اور خاص زادے جس کی حیثیت و مد نظر رکھتے ہوئے اس

کروں گا تو اس نے ایک گاڑی پر بطور کنڈیکٹر رکھوا دیا میں چھ ماہ مکمل ڈرائیور بن گیا۔ مجھے چلانے کے لیے ایک اچھی گاڑی دے دی گئی میں سارا دن گاڑی چلاتا اور شام کو گاڑی پٹرول پمپ کے کھڑی کر کے مالک کو حساب دیتا اور وہاں سو جاتا میرے گھر میں شادی کی باتیں ہونے لگی تھیں۔

میں نے صاف کہہ دیا کہ شادی کروں گا تو شریفاں سے ورنہ نہیں کروں گا ان دنوں ہمارے اور میرے چچا کے درمیان اختلافات تھے جس کی وجہ سے ہمارا آنا جانا نہیں تھا مگر میں بھی اپنی ضد پہ قائم تھا ایک دن میرے والد صاحب میرا رشتہ کی بات کرنے کے لیے ان کے گھر گئے اور انہوں نے صاف انکار کر دیا میرے والد اپنے بھائی کی بہت منتیں کیں مگر اس نے ایک نہی اور جواب دے دیا اس کے بعد کئی دفعہ ان کو دوبارہ بھیجا مگر سوال جواب کے علاوہ کوئی بات نہ کرتے ایک دفعہ میں اپنے گھر گاڑی لے کر گیا اور اپنی ماں اور اپنے والد صاحب کو کہا کہ آپ آخری بار جاؤ اگر اب بھی جواب دیا تو میں دوبارہ کبھی بھی نہیں آؤں گا میری والدہ نے کہا کہ چلو ٹھیک ہے۔

میری ماں نے قرآن کا واسطہ دیا مگر میرے چچا نے کہا سوچ کر بتاؤں گا ہم جس گاؤں میں تھے یعنی میرا والد جس گاؤں میں کام کرتا تھا ہم بھی وہاں چلے گئے تھے یعنی وہ گاؤں چھوڑ کر اس گاؤں کے ساتھ اڑا نوشہ موڑ تھا ہم نے وہاں اپنی جگہ لے لی وہاں پر مکان وغیرہ بنائے اب کسی کے غلام نہیں تھے جس گاؤں کے نے چھوڑا تھا وہاں پر میرا اور چچا آکر کام کرنے لگے اسی دوران مجھے اتفاق سے پتہ چلا کہ میری کزن شریفاں وہاں چچا کے ہاں گئی ہوئی تھی تو میں نے شام کو ایک گھنٹہ پہلے گاڑی سے چھٹی کر لی بلکہ گاڑی پر ہی اپنے گھر آ گیا گاڑی گھر میں کھڑی کی دی اور سائیکل پر ان کے گھر کا چکر لگایا ایک دو چکر پر اس کی چھوٹی بہن کو پتہ چلا گیا کہ عباس آیا ہے جس

لے کے جاتا ہوں تم شام کو گھر جانے کے بجائے وہاں اپنی بہن کے پاس رک جانا وہاں ہی سو جانا جب بہن کے گھر شام کے وقت میں آیا تو سب لوگ میرے بہنوئی کو ہسپتال لے کر جا چکے تھے تو وہاں میری چچا کی ایک بیٹی آئی ہوئی تھی وہ مجھے پہلی ہی نظر میں میرے دل کو بھانپ گئی۔

کیسے کرو کہ تم میری چاہت کا اندازہ نہ کرنا میرے پیار کا سمندر تیری سوچ سے گہرا ہے خیرات ہوئی صبح میں نے کام پر بھی جانا تھا جلدی جلدی ناشتہ کیا اور چلا گیا میرا سارا دن کام پہ جی نہ لگا سارا دن میں اسی کے بارے میں سوچتا رہا طرح طرح کے خیالات آتے شام کو میں نے اپنے استاد سے درد کا بہانہ بنایا اور چھٹی لے کر ایک گھنٹہ پہلے گھر آ گیا جب میں واپس آیا تو وہ بہت خوش ہوئی رات کو ہم نے ایک ہی جگہ چار پائیاں بچھائی تھیں تو میں نے موقع پر گراٹھا محبت کر دیا تو اس نے بھی کہا کہ میں بھی تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔

مشتق نہ تو ساتھ جیوے ساتھ مرو گے نہ راکت ہمیں دنیا میں دھوکہ نہ دے جاتا ہم تیرے بغیر نہیں جی سکتے۔

ہم نے ساری رات جاگ کر گزار دی بہت وعدے کئے میں نے پورا ہفتہ وہاں جاتا رہا اس کے بعد میری کزن وہ واپس اپنے گھر چلی گئی اور میں پھر اپنی گھر واپس آ گیا تھا وقت گزرتا رہا اور میں نے چار سال دوکان پر کام کیا کہ اب اپنا کاروبار شروع کر سکوں میں نے اپنے والد صاحب سے کہا کہ مجھے بیس ہزار روپے دو دیں نے اپنا کام شروع کرنا ہے ابو نے کہہ کر ابھی اتنے پیسے میرے پاس نہیں ہیں تم کوئی اور کام کرو میں نے اپنے چچا کے پاس گیا جو کہ شہری میں اپنی ڈائری کی دوکان چلاتے تھے تو ان سے کہا کہ بالکل فارغ ہوں کوئی اور کام وغیرہ دلو اور انہوں نے کہ اوہن کی کنڈیکٹری کو لو گے میں نے کہا ٹھیک ہے



ندامت کے آنسو

تحریک محمد رشید آف جلال پور پیر الوالہ

فون نمبر۔ 0301.7913666

دفعی۔ 00971559196458



ہیلو آنٹی جان کیا ہوا ہے خیریت تو ہے آپ نے کال کی تھی۔ ان کی رو ہانسی آواز آئی۔
بنی سونیا مج سے اپنے کمرے کا دروازہ پتہ نہیں کیوں دروازہ کھول نہیں رہی میرا دل بہت گھبرا رہا ہے میں نے واچ کی طرف نظر دوڑائی تو ساڑھے گیارہ کا ٹائم ہو چکا تھا۔
میں ابھی آئی ہوں آنٹی آپ فکر نہ کریں پریشان نہ ہوں بھیا میں سونیا کے گھر جا رہی ہوں یہ کہہ کر میں تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھی اور بھائی جان پیچھے سے آوازیں دیتے رہ گئے کیا ہوا ہے خیریت تو ہے نا مگر میں سنی ان سنی کرتی ہوئی تیزی سے گاڑی نکال کر باہر آگئی میری ساری توجہ سونیا کی طرف تھی کہ اسے کیا ہو گیا ہے وہ تو ہر وقت کسی کو پھین نہیں لیتے دیتی اور وہ خوبصورت بشراتی چنچل نٹ کھٹ سی سرخ سفید رنگ کی حامل لڑکی تھی۔ وہ سنوڈنٹ بھی میری ساری توجہ

میں اپنی ٹیکہ سی میں بھائی جان کے پاس بیٹھی فائل کی ورق گردانی میں مصروف تھی کہ اچانک میرے سیل فون کی نیون گونج اٹھی میں نے چونک کر سیل کی طرف دیکھا تو یرا سکرین پر میری دوست کا گھبراہٹا تھا سونیا نام چنک رہا تھا میں نے سیل اٹھا کر کال ڈراپ کر دی کہ فارغ ہو کر بات کرتی ہوں مگر پھر کال آگئی۔ میں نے کال پک کر اور بھانا۔
یار میں کچھ دیر بعد کال کرتی ہوں ابھی کچھ بیٹنی ہوں۔۔۔
بنی میں سونیا کی ماما بات کر رہی ہوں۔ گھبرا ٹی سی آواز میری ساتھیوں سے نکلائی۔
میں نے آنٹی جان کو سلام کیا مگر ان کی آواز آتا بند ہو گئی میں نے محسوس کر لیا کہ ان کی آواز گھبرائی گھبرائی سی لگ رہی تھی۔ میں نے فوراً کال بیک کی۔

ندامت کے آنسو جواب عرض 199

میٹرک ہے وہ گھر میں کپڑے سینے کا کاروبار کرتی ہے او میں دوکان چلاتا ہوں اللہ اور اس کے رسول کا شکر ہے کسی چیز کی کمی نہیں ہے اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی فوت ہو گئے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ سب کو اپنی منزل تک پہنچائے۔ آمین۔

یہ بات بتا دوں کی مستری عباس نے مجھے کال کے کے کہا تھا کہ بھائی میری بھی ایک نوٹی پھولی سے کہانی ہے اور میری داستان کو کوئی پڑھے گا یا نہیں میں نے کہا یا تیری کہانی کو پانچ کروڑ عوام پڑھ سکتے۔

غزل

منہ آئیں ہی بریں نہ تم ہی لے
بہاروں میں اب کئی نئے گل کھلے
نجانے کہاں لے گئے قافلے
مسافر بڑی دور چا کر لے
وہی وقت کی قید ہے درمیاں
وہی منزلیں اور وہی قافلے
جہاں کوئی بہتی نظر آگئی
وہیں رگ گئے انہی قافلے
جسہیں دل گرفتہ کہا دوستوں
ہمیں بھی زمانے سے ہیں کچھ گلے
ہمیں بھی کریں یاد اہل چمن
چمن میں آہ کوئی غنچہ کھلے
ابھی اور کتنی ہے میناں
کہاں تک لے گئے وفا کے پلے
عاصم شہزاد انک

اس نے سوچ کر اوداع کر دیا اے سلیم
یہ غریب لوٹ ہیں وفا کے سوا کیا دوسرے
محمد سلیم منیر گلپور

جوقت شریقاں باہر مجھے دیکھنے نکلی اسی دوران باہر سے میرا چچا آگیا کیونکہ اس نے ہمیں باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیا تھا آتی ہی اس نے گالیاں دینا شروع کر دیں بلکہ مارنے لگ گیا تھا اور میں وہاں سے چلا گیا اسی دوران وہاں لوگوں کا ایک جھوم جھج ہو گیا میں گھر آگیا اور گاڑی اشارت کی اور شہر آگیا بہت زیادہ پریشان تھا کہ اب کیا ہوگا۔

وقت گزرتا گیا اور میں گاڑی چلاتا رہا تقریباً دو سال گزر گئے اور ان کے ساتھ شریقاں اور محمد عباس آپس میں خطا و کتابت بھی کرتے رہے اس کے بعد میں نے گاڑی چھوڑ کر اس اوڑے پر اپنی ٹائیدوں کی دوکان بنائی تھی ایک آدمی میرے والد کے پاس آیا اور کہا کہ میں تم دونوں بھائیوں کو ملاتا ہوں تو ایک ہو جاؤ گے میرے والد نے ہاں کہہ کر ٹھیک ہے اس نے پتہ نہیں میرے چچا کو کیا کہا کہ وہ رشتہ دینے پر راضی ہو گیا کچھ ہی دنوں بعد ہمارا سادگی سے نکاح ہو گیا سب خوش تھے کہ چلو منزل مل گئی ہے نئی خوشی کے دن گزر رہے تھے تو میرے چچا نے کہا کہ اب شادی بھی کر لو میرے والد نے کہا کہ بھائی میں نے تیری مرضی چھ ماہ بعد ہی ہماری شادی ہو گئی ہم بہت خوش تھے۔
زندگی جب بھی کسی چیز کی طلب کرتی ہے
ہونٹوں پہ تیرا نام چل جاتا ہے

ہماری شادی ہو گئی ہم بہت خوش تھے ہماری خوشیوں کو خدا نظر بد سے بچائے روڈ کے اوپر میری دوکان عباس ٹائیر سروس سینٹر کی دوکان ہے روڈ کے ذرا دور میرا سامنے گھر ہے اب میں سارا دن دوکان کرتا ہوں اور شام ڈھلے گھر جاتا ہوں ویسے تو تین چار چکر لگا لیتا ہوں اپنی بیوی کی ہر خوشی پوری کرتا ہوں اب ماشاء اللہ میرے دو بیٹے ہیں بنی دس سال کی ہے کرن عباس اور بیٹا آٹھ سال کا ہے مدثر عباس۔ اب ہم ہنسی خوشی زندگی گزار رہے ہیں بچے میچ سکول میں جاتے ہیں میں دوکان پر چلا گیا میری بیوی کی تعلیم

زندگی کا پیار مل گیا جواب عرض 198

سونیا کی طرف تھی کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ایسی کیا وجہ ہو گئی ہے کہ وہ صبح سے دروازہ بند کیے بیٹھی ہے کیونکہ اس کی کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے میں واقف نہ تھی وہ سب مجھ سے شیر کرتی تھی آدھے گھنٹے کا فاصلہ میں نے چندرہ منت میں طے کیا تھا میں سونیا کے گھر پہنچی آئی جان میرا ہی انتظار کر رہی تھی میں نے انہیں سلام کیا اور سونیا کے کمرے کی طرف بڑھ گئی دروازہ پر دستک دی مگر کوئی جواب نہ ملا کمرے کے اندر بالکل خاموشی بھائی ہوئی تھی میرے دل میں طرح طرح کے خیال گردش کر رہے تھے میں نے آئی جان کی طرف دیکھا تو ان کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو چکی تھیں پھر بھی روئے جاری تھیں میں نے انہیں تسلی دی کہا۔

آئی جان دوسرے تھیں۔

پھر میں نے اپنی دوست طیبہ کو کال کی مگر انہوں نے کال پک نہ کی میں نے انہیں میسج کیا کہ جلدی بھائی جان کو لے کر سونیا کے گھر آؤ آئی کی حالت دیکھ کر مجھ سے رونا نہ گیا وہ میری آنکھوں میں بھی اپنی ہجرت آئی مگر آئی جان کو تسلی دینے کی خاطر میں خود کو مضبوط رکھنے کی کوشش کر رہی تھی اور کچھ دیر بعد طیبہ اور ان کا بھائی عزیز آ گئے۔

سوری یا میرے پاس پہنچ نہ تھا اور پیلنس بھی دونوں ختم ہوئے تھے کیا بات ہے خیریت تو ہے تا میں ان دونوں کے لے کر سونیا کے کمرے کی طرف بڑھی آئی وہاں ہی کھڑی تھیں طیبہ نے انہیں سلام کیا میں نے مختصر طور پر ان کو بتایا اور بھائی جان سے دروازہ توڑنے کو کہا انہوں نے سنوڑ کا پوچھا تو آئی جان نے دائیں طرف اشارہ کیا وہاں سے سب اٹھ اٹھ لاکھ لاکھ کی جگہ سے

دروازہ کھول دیا میں دوڑتی ہوئی بیڈ روم کی طرف بڑھ گئی تو دیکھا سونیا میٹرز پر اوندھے منہ پڑی تھی میں نے جلدی سے ان کو سیدھا کیا اور آئی دیر میں آئی اور طیبہ بھی آ گئیں ان کی حالت دیکھ کر آئی کے منہ سے دل خراش کر دینے والی چیخ نکلی ان کا وجود طیبہ کی ہانپوں میں جھول گیا۔

میں نے طیبہ سے کہا تم آئی جان کو سنبھالو اور میں نے بھائی عزیز کی مدد سے سونیا کو گاڑی میں لٹایا جلدی سے ہسپتال کی طرف آ گئے فوراً ڈاکٹر زونیا کو ایمرجنسی واراڈ میں لے گئے اور دروازہ بند کر دیا مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ سب کیا ہو گیا ہے۔ اتنی دیر میں آئی اور طیبہ بھی آ گئیں آئی جان کی حالت غیر ہو رہی تھی بار بار ان پر غشی طاری ہو رہی تھی میں نے ان کو بہت سلی دی مگر میری سب کوشش رائیگاں جا رہی تھی اتنی دیر میں ایمرجنسی روم سے ڈاکٹر باہر آیا تو میں فوراً ان کی طرف پکلی ڈاکٹر صاحب نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اب خطرے سے باہر ہے اگر تم لوگ تھوڑی دیر بھی لیٹ ہو جاتے تو ان کا بچنا محال تھا۔ انہیں کیا ہوا تھا ڈاکٹر صاحب۔ میں نے حیرانگی سے پوچھا۔

انہوں نے راز دانہ انداز میں کہا گندم کی زہریلی گولیاں کھائی تھیں یہ سن کر مجھے اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہونے لگا مشکل سے میں نے خود پر کنٹرول کیا ان کا شکریہ ادا کیا اس وقت آئی جان دور ہی کھڑی تھیں کیونکہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ سونیا کس روم میں ہے میں نے جا کر کہا آئی جان سونیا ٹھیک ہے کچھ دیر بعد ہوش آ جائے گا۔ بس گری کی وجہ سے بے ہوش ہو گئی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد لیدی ڈاکٹر نے آ کر کہا کہ مرلیضہ کو ہوش آ گیا ہے آپ ان سے مل سکتے ہیں میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور آئی جان کو لے کر روم کے اندر چلی گئی آئی نے سونیا کے ماتھے پر دیوانہ وار چومتے ہوئے کہا میرے جگر کے ٹکڑے تمہیں کیا ہو گیا تھا جبکہ سونیا حیرت میں ڈوبی ہم سب کی طرف دیکھ رہی تھی۔

میں نے آگے بڑھ کر ان کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو بے اختیار ان کی آنکھوں میں پانی اٹھ آیا میں نے انہیں حوصلہ دیا اور غصہ سے ان کے پاس سے اٹھ کر ایک طرف کھڑی ہوئی سونیا میرے کھڑے ہونے کا مطلب سمجھ چکی تھی اس لیے انہوں نے نظریں جھکا دیں میں نے وہاں ان سے ایسا کچھ نہیں پوچھا جس سے سب پر ان کی حقیقت اور اصلیت ظاہر ہو تیں دن سونیا ہسپتال میں رہی میں بھی ان کے پاس چکر لگاتی رہی مگر اس موضوع پر کوئی بات نہ کی۔

جب تین دن بعد دسپانچ ہو کر گھر آئی تو میں نے ان سے گولیاں کھانے کی وجہ پوچھی مگر وہ خاموش ہی رہی میں نے پھر کوشش کی مگر وہ نہ بولی میں نے کہا۔

سونیا ہم دوست ہیں اور دیکھ سکھ دوستوں سے شیر کیے جاتے ہیں میں تمہاری دوست ہوں اگر تم مجھے اپنی دوست سمجھتی ہو تو مجھ پر بھروسہ کرو مجھے بتاؤ کیا بات ہے جو تم اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا چاہتی ہو مگر وہ خاموش ہی رہی کچھ نہ بولا جیسے اس نے اپنی زبان ہی رچی ہو۔

میں نے کہا سونیا علیل ہے آج مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تمہارے نزدیک میری کیا اہمیت ہے میں تو تمہیں اپنی بی بی بہن کی طرح سمجھتی ہوں مگر

وہ مصباح کریم کہتے ہوئے میرے گلے لگ گئی اور ان کے زار و قطار آنسو بہانے ہوئے میرے کندھے کو تر کرنے لگی میں نے بھی انہیں خوب رونے دیا تاکہ ان کے دل کا غبار ہلکا ہو جائے جب ان کے آنسو ٹھہر گئے تو کچھ پل خاموشی سے رز رز گئے پھر وہ گویا ہوئی آؤ ان کی دوست کی کہانی اس کی زبانی سنتے ہیں۔

فاروق یار وجہ دروازہ دہلا پٹلا جسم تیز تھکے نقش کا حامل لا کا تھا وہ بے کھاتے پیتے کھرانے کا چشم و چراغ تھا وہ ہنس کھ ہونے کی وجہ سے ہماری کلاس کی لڑکیوں میں خاص اہمیت رکھتا تھا سب لڑکیاں ان کو اپنا آئیڈیل سمجھتی تھیں گویا کہ وہ فلاں کا ہیرو ہوا کرتا تھا میں نے بھی ان کی طرف توجہ نہیں دی تھی بس اپنی پڑھائی سے غفلت رکھتی تھی آس پاس کی کچھ خبر نہ رکھتی تھی کہ کیا ہو رہا ہے سکول پر انیویٹ تھا جس کی بنا پر مخصوص تعلیم تھی اور ہمارا سکول میں آخری سال تھا اسی وجہ سے کبھی سوڈنٹ آپس میں خود پسند شب کرتے رہتے تھے مگر میں سب سے الگ تھلک بیٹھی رہتی تھی ویسے بھی میری کسی سے خاص دوستی نہ تھی اور نہ ہی کبھی خواہش محسوس کی تھی میں سکول کی خوبصورت ترین لڑکی نہیں تو خوبصورت تر لڑکی ضرور تھی جس کے چاہنے اچھا دوست بنا سکتی تھی مگر میں نے بھی کوئی دوست نہ بنایا تھا پورے سکول میں بس دو لڑکیوں سے دمی دعا سلام تھی مجھ میں کسی چیز کی کمی نہ تھی بس میری ایک عادت تھی کہ مجھے غصہ بہت آتا تھا اسی وجہ سے کبھی کسی کی میری طرح ٹپکی نکا ہوں سے دیکھنے کی جرات نہ ہوتی تھی۔

ایک دن ہمارا آخری پیریز خالی تھا سب بہت شور کر رہے تھے میں شور سے تنگ آ کر انہی

تاکہ باہر جا سکوں سے سکول پارک جا کر پڑھتی ہوں جوں ہی میں دروازے سے باہر پھٹی تو فاروق نے میرا ہاتھ روک لیا میں نے سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھا تو وہ مسکراتا ہوا بولا۔

سو نیاجی کدھر جا رہی ہو مجھے بہت غصہ آیا مگر میں اس کے منہ نہیں لگتا چاہتی تھی خود پر کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

فاروق میرا ہاتھ چھوڑ دو۔

مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوا بلکہ ڈھٹائی سے بولا سو نیاجی کیوں اتنا مغرور رہتی ہو میرے سوال کا جواب دے دو میں تمہارا راستہ چھوڑ دوں گا۔ اس کی گفتگو میں کھلف انداز تھا ساتھ ہی آوازیں آنے لگیں۔

فاروق گتے گتے تم جواب لینے بنا راستہ چھوڑنے والے نہیں ہو اس پر وہ اور اتر آکر بولا۔

اب تو بتا دو لکھ جانی ہو منسل دور ان کے میں نے پلٹ کر دیکھا تو ساری کلاس ہماری طرف نظریں گاڑھے دیکھ رہی تھی میں نے واپس پلٹنے میں عافیت سمجھی جوں ہی واپس پلٹی اس نے میرا بازو پکڑ لیا۔ اس کے ساتھ ہی پانچ کے آواز کے ساتھ میرا دایاں ہاتھ اسکے کال پر اپنے نشان چھوڑتا چلا گیا پوری کلاس میں سناٹا چھا گیا فاروق میرا بازو چھوڑ کر کال پر ہاتھ رکھے کھڑا تھا میرا پورا وجود غصہ کی وجہ سے لرز رہا تھا۔

شٹ اپ۔ مسٹر فاروق میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں جن ساتھ تو اپنی من مانی کرتا ہے دوبارہ میرے ساتھ ایسی حرکت کی تو تیری صحت کے لیے اچھا نہیں ہوگا۔ غصہ بھری میں اپنی جگہ پر آ کر بیٹھی وہ چھ دیہ کال پر ہاتھ دھرے ہوئے کھڑا باہر باہر چلا گیا چھٹی تک کلاس میں فل

خاموشی چھائی رہی کھنٹی بجتے ہی میں جلدی سے مگر آگئی میرا دل کسی انہونی کے ڈر سے بہت گھبرا رہا تھا میں خود حیران تھی کہ اچانک میرے جرات کہاں سے آگئی تھی خیر میں اپنے کپے پر پریشان نہ تھی مگر میرا ضمیر مجھے بار بار مخاطب کر رہا تھا کہ سو نیاتم نے اچھا نہیں کیا۔

میں انہی سوچوں میں گھری نیند کی وادیوں میں گم ہو گئی شام چھ بجے ابھی تو بالکل فریش تھی بس ابھی بھی کسی انہونی کے خدشات دل میں ابھر آتے ہیں دوسرے دن سکول گئی تو کلاس میں قدرے خاموشی چھائی ہوئی تھی سبھی ترچھی نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہے تھے کچھ فاروق سکول نہ آیا چھوٹی تک ٹائم خاموشی سے گزر گیا جانے کیوں مجھے یوں محسوس ہونے لگا کہ میں نے پوری کلاس کی خوشیاں جھین لی ہوں میں نے گھ آکر اس پر بہت غور کیا نتیجہ یہ نکلا میں کل فاروق سے اپنے کپے پر معذرت کر لوں گی مگر دوسرے دن وہ سکول نہ آیا اس طرح چند روز دن گزر گئے وہ سکول سے غیر حاضر رہا اس کی غیر حاضری کی قصوروار میں اپنے آپ کو کھبرا رہی تھی میرا دل گھر میں بہت اداس ہو رہا تھا اسی لیے میں پارک کی طرف چلی گئی وہاں مجھے میری کلاس فیلو نورین ملی جو کہ فاروق کی دوست تھی میں ان کی طرف گئی اور فاروق کے سکول نہ آنے کی وجہ پوچھی۔

ابھی کیا اور ان کو ذلیل کرنے کا ارادہ ہے کیا نورین غصہ سے جھنکارتی ہوئی بولی۔ غصہ تو مجھے بھی آیا مگر کنٹرول کر گئی یا اگر وہ میری وجہ سے سکول نہیں آئے تو میں بھری کلاس میں ان سے سواری کرنے کو تیار ہوں۔ اس نے کہا میں ان کو لانے کی کوشش کروں

مگر وعدہ تم کرتی پھر چندا دھرا دھرا کی باتیں کر کے میں گھبرا گئی۔

میں صبح ابھی تو موسم بہت خوشگوار تھا غنڈی ہوا کے جھونکے ہر سو پرندوں کی چکار نے ماحول کی خوشگواریت میں اور بھی اضافہ کر رکھا تھا میں نے وای کی طرف دیکھا تو آٹھ بج رہے تھے میں جلدی سے میٹرس سے ابھی اور واش روم میں جا گئی واش سے فارغ ہو کر سکول کھلنے میں دس منٹ باقی تھے اسی لیے ناشتہ کیے بغیر ہی سکول چلی گئی سکول گیٹ داخل ہوئی تو نورین کو اپنا منتظر پایا وہ جلدی سے میری طرف دوڑی اور بولی۔

تمہارے لیے فاروق کا لیٹر ہے۔ میرے لیے لیٹر۔ زیر لب بڑبڑاتے لے لیا اور فاروق کا پوچھا تو انہوں نے لیٹر کی طرف اشارہ کیا لیٹر پکڑتے ہوئے عجیب سا فیل ہو رہا تھا میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اپنی جگہ آگئی۔ میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا کیونکہ یہ میرے لیے انوکھی بات تھی میں بیٹھی تو کلاس میں بھی مگر خیال لیٹر کا ہی تھا ہاف ٹائم ہوتے ہی لیٹر چاک کیا تو لکھا تھا۔

مائی ڈیر۔ میں اپنے کپے پر بہت شرمندہ ہوں مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہو پارہی کہ آپ کا سامنا کر سکوں میں سب کی نظروں میں گر چکا ہوں اگر آپ اس بندہ ناچیز کو صدف دل سے معاف کر دیں گی تو بندہ برا حسان ہوگا مجھے معلوم ہے کہ آپ بہت ہی اچھی لڑکی ہیں مجھے ضرور معاف کر دیں گی آپ پہلی لڑکی ہیں جن سے میں متاثر ہوا ہوں معافی مانگ رہا ہوں اگر آپ نے معاف کر دیا تو آپ کے جواب کا منتظر ہوں گا۔

آپ کی معافی کا طلبگار۔ فاروق کما غزوہ۔ میں خط پڑھ کر بہت متاثر ہوئی میں نے بار لیٹر پڑھا۔ میں پڑھ کر اتنا متاثر ہوئی آنکھوں سے آنسو ابھر آئے انہوں نے عاجزی سے اپنی غلطی تسلیم کر لی تھی میں بار بار پڑھتی رہی میں نے اسی وقت ان کو جواب لکھا۔ ڈیر فاروق غلطیاں انسان سے ہوتی ہیں اب غلطی آپ کی ہو یا میری میں آپ کے معذرت نامہ کے دل سے قدر کرتی ہوں آر کے معذرت نامہ نے میرے دل میں آپ کا بہر بڑا مقام پیدا کر دیا ہے میری آپ سے ریکوری ہے کہ پلیز سکول آئیں میں بالکل بھی آپ ناراض نہیں ہوں آپ کل سکول آؤ گے کچھ میر سمجھوں گی آپ نے میری ریکوریٹ کی دل قدر کی ہے۔

فقط سو نیاجی۔ چھٹی ٹائم شکریہ کے ساتھ نورین کو لیٹر پکڑ دیا اور گھر آگئی فاروق کا لیٹر پڑھ کر مجھے دلی خوشی ہوئی تھی ان کا مقام واقعی میرے دل میں بڑھ چکا تھا میں تو خود ان سے معذرت کرنا چاہتی تھی مگر وہ مجھ سے سبقت کر کے میرے دل میں اپنا مقام بڑھا چکے تھے دوسرے دن جب سکول آیا تو بہت ہی سنجیدہ لگ رہا تھا بڑھتی ہوئی شیو ماتھے پر آئے ہوئے بال اس کا سراپا وجہ بنا رہے تھے اس نے ایک بار میری طرف دیکھا پھر نظریں جھکا لیں ۱۱ کا نظریں جھکانا مجھے بالکل اچھا نہ لگا میں کلاس میں جب تک رہا وہ میری توجہ کو اپنی طرف مبذول کرواتا رہا کیونکہ وہ سنجیدہ بالکل بھی اچھا لگ رہا تھا ہاف ٹائم ہوتے ہی میں ان کی طرف بڑھی مگر وہ نورین کے ساتھ کینٹین کی طرف چلا

ن کا ان کے ساتھ ہنس ہنس کر بات کرنا مجھے
لگ رہا تھا میری یہ کیفیت کیوں تھی اس بات
لا علم تھی۔

گھر آ کر بھی میرا یہی حال تھا شام کو گھر میں
ت محسوس ہوتی تو میں پارک کی طرف چلی گئی
ن وہاں پہلے سے ہی موجود تھی اس کے ساتھ
لی دو اور بچی دست ہمیں میں نے ان کو سلام
ور پھر پارک میں باتیں کرتے ہوئے چہل
ہا کرنے لگے مگر میری سوچوں پر فاروق چھایا
خا بار بار اس کا شبیدہ چہرہ میری نظروں کے
منے آ جاتا میں چہل قدمی کرتی ہوئی ان کی
وں میں گم ہو جاتی۔

نورین کی آواز نے چونکا دیا یار کہاں تم دو
کی یاد میں سوئی ہوئی ہو بلی کی مسکراہٹ
ن نے کہا تمہیں سی کو دل تو نہیں دے دیا
سب فارانہوں نے جہاد اور آپوز دیا۔

نہیں نہیں۔ ایسا کچھ نہیں۔ نہ میں نے
رات نہ کہ بیت میری چوری پڑی مٹی ہو
میں بہت دیر سے نوٹ کر رہی ہوں تمہیں
یہا کچھ نہیں بس ہا کا ماسٹر میں درہ رہا ہے نہ
درد یا دل بین درد انہوں نے شرارتی لہجہ میں
تو ہم سب مسکرا دیے پھر میں نے آئی کھ کھانا
ہی پر اسے نام نہی حیا سونے کے لیے میسر نہ
ہی مگر فینڈ آنکھوں سے دھوئیں میرا دل
جسے مخاطب کر رہا تھا کہ تمہیں فاروق سے محبت ہو
کتی تو اس نے بن ادھوری نے مضمیمہ ملامت
کر رہا تھا کہ بیچ یہ محبت تجھے پر باد کر دے گی۔ بارہ
آگے تھے مگر فینڈ نے آ رہی تھی میں میسر پر لپٹی
نہیں بدل رہی تھی اور میری نظروں کے سامنے
کا چہرہ دھوم رہا تھا اچانک میرے سیل کی

ت کے آنسو

نورین کی آواز نے چونکا کر سکرین پر نمبر دیکھا تو ابھی
تھا۔ اس وقت کس کی کال ہو سکتی ہے زیر لب بڑ
بڑاتے ہوئے لیس کر بن دیا گال سے لگایا۔

ہیلو۔ ایک مانوس سی آواز میری سماعتوں
تے ٹکرائی کیا آپ سونیا بات کر رہی ہیں مینی سی
آواز میرے کانوں میں رس حوال رہی تھی۔ ہیلو
۔ پھر آواز آئی۔

جی ہاں میں سونیا بات کر رہی ہوں۔ خود پر
کنٹرول کرتے ہوئے کہا پھر کچھ دیر خاموشی چھا
گئی میں حیران ہوئی کہ میرا نمبر ان کے پاس کہاں
تے آیا۔

کہاں کم ہو۔ انہوں نے پھر کہا۔
جی نہیں نہیں فرما میں کیا بات ہے۔
آپ سوئی کیوں نہیں ابھی تک۔

اگر یہی سوال میں آپ سے کروں تو فاروق
آپ کا کیا جواب دے پھر خاموشی چھائی
سونیا۔ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں مگر
بہت نہیں ہو پارہی ہے۔

بولے میں سن رہی ہوں۔۔۔ میرے دل کی
دھڑکن بہت تیز ہو رہی تھی۔
آئی لو یو۔ سونیا۔ جی وہ لمحہ تھا جس نے
میری سماعتوں میں کشمکشیں برپا دیں یہی وہ الفاظ
تھے جس کو میں سننے کے لیے لب سے بے تاب
تھی میں بھی اس پر اب کا دل ان چلی تھی۔

آئی لو یو یو۔ فاروق میں بھی آپ سے بہت
پیار کرتی ہوں۔۔۔
وہ بولا جی۔
میں سے کیا جی۔

پھر ساتھ بیٹھنے مرنے کے عہد پیاں جوئے
فاروق میں نے فہم نام کی سے پیار کیا ہے

مجھے کبھی تنہا نہ چھوڑنا۔

جان بھی میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔

اس طرح ہم سب تک باتیں کرتے رہے
اذان کی آواز نے ہمیں خیالوں کی دنیا سے نکالا
پھر سو گئی کیونکہ اتوار تھا سکول جانے کی فکر نہ تھی۔

سو مو کو میں سکول پہنچی تو نورین اور فاروق گیٹ
پر کھڑے میرا انتظار کر رہے تھے ان کو اپنا منتظر
دیکھ کر خوشی کی اک لہر دوڑ گئی میں نے بڑھ کر انہیں
سلام کیا فاروق نے میرا ہاتھ پکڑا اور اسی طرح
کلاس روم میں داخل ہو گیا ہمیں یوں ایک ساتھ
دیکھ کر سب حیران رہ گئے ان کو یقین نہیں آ رہا تھا
کہ ہم یوں ایک ساتھ ساتھ میں ہاتھ ڈالے ان
کے سامنے آ جائیں گے فاروق نے بلند آواز میں
کہا۔

دوستو۔ یہی ہاتھ میرے گال پر پڑا تھا دیکھ لو
آج میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے چکا ہے۔ ہر
طرف سے تحسین آفرین کی آوازیں آنے لگیں
میں شرم کر اپنی جگہ پا جائی تھی آج شور مجھے بہت
اچھا لگ رہا تھا۔

یوں دن گزرتے گئے ہماری محبت پروان
چڑھتی رہی فاروق مجھے بہت پیار دیتا ہر طرح سے
میرا خیال رکھتا مجھے اپنی قسمت پر رشک ہونے لگا
میں اسنے آپ کو بوواؤں میں اڑتا ہوا محسوس کرنے
نکی زندگی بہت حسین لگ رہی تھی فاروق کی
تھوڑی سی دوری بھی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی
تھی کلاس میں بھی میری نظریں اس کے چہرے کا
طواف کرتی رہتی تھیں ان کے پیار میں اندھی ہو
چکی تھی وہ کہتا آئیں بند کیے سر تسلیم خم کرتی تھی
ہمارے فائل ایگزیکٹو بالکل قریب آ رہے تھے ہم
سے بالکل جی تیاری نہ تھی۔

فاروق میرے ذہن پر چھایا رہتا تھا دن کو اور
دیر کر کرتی رہتی اور رات کو کچھ میں ان کے
دہشتی رہتی تھی۔ یوں آٹھ ماہ تک اور کیسے نر
پتہ ہی نہ چلا۔ جب ہمارے ایگزیکٹو بالکل
قریب آ گئے تو فاروق نے کلاس میں کھڑے
سب کو مخاطب کر کے کہا۔

دوستو ہمارے جدا ہونے کا وقت آ گیا
پھر یہ نہیں کون ملتا ہے کون نہیں کچھ ہی دنوں
ہمیں سکول سے الوداع کر دیا جائے گا میں آ
الوداعی پارٹی دینا چاہتا ہوں پھر پارٹی کے
اتوار صبح دس بجے کا دین مقرر کر دیا گیا الوداعی
تمام کالیں والوں کی تھی یہ پارٹی فاروق نے
بیک پر رسمی تھی پھر میرے قریب آئے چہرہ
مسکراہٹ سنائے ہوئے۔

میری جان تم میری سب سے خاص
ہو گی تمہیں تمہاری زندگی کا سب سے اہم تحفہ
کا تم اس تحفے کو بھول نہیں پاؤں گی کل میر
کے سامنے محبت کا انڈیا کر دوں گا۔

میں خوشی سے جھوم اٹھی اور جذبات
میلنے ہوئے ان کے سینے سے جا لپی جا رہا
خوش نصیب ہوں جو آپ کا پیار مل رہا ہے
پیار تو اتوار والے دن ملے گا انہوں نے
الفاظ میں کہا میں سمجھ نہ سکی پھر گھر آ گئی۔

اتوار کی صبح میں جلدی سے اٹھ گئی
سے جلدی جلدی گھر کے کام سننے لگی نو۔
سے فارغ ہوئی تو واش روم میں جا حسی اب
یہ تھا کہ کون سا ڈریس پہنوں اپنی الما
کھانک لے لگی پنگ فرائڈ پسند آئی زیب
خوش کو آئینے میں دیکھ کر حیران رہ گئی پنگ
مجھ پر بہت سوٹ لگ رہا تھا ہا کا پھانکا سامی کا

ندامت کے آنسو

ور فاروق کے گھر کی طرف آگئی جب وہاں پہنچی تو بہت دیکھا انہوں نے گھر کو بہت خوبصورت انداز میں سجایا ہوا تھا ہماری کلاس کے کافی سٹوڈنٹ آچے تھے مگر نورین اور فاروق نہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے ابھی فکشن شروع ہونے میں کچھ ہی دیر تھی گھر کے آگن کو بہت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ ایک کونے میں میوزک دھیمی آواز میں بج رہا تھا ہر کوئی رنگ برنگے پیڑوں میں ملبوس مگر فاروق کے بغیر مجھے عجیب سا قیام مل رہا تھا دل کسی انہونی کے ذرے سے زور زور سے دھڑک رہا تھا تمبوری دیر بعد فاروق نورین کے ساتھ نمودار ہوا یوں نورین کے ساتھ فاروق کو دیکھ کر میرے دل سے دردنی والی ٹیپ سنا دھچکا اٹکا فاروق کن آہیوں سے میری طرف دیکھتا ہوا سچ پر سچ چہا تھا مائیک سنہلا لایا ہے دوستو۔

ماں کی بددعا

تحریر۔ ثار حسرت۔ 0313.4738900



کبھی کوئی حقیقت اپنی تمام تر تیغیوں کے کبھی سات سات سننے آ جاتی ہے وہ تمنائیں جنہیں ہم جھلا پٹے ہوتے ہیں جو نبھانے کیسے ہمارے احساسات سے یکسر غائب ہو جاتی ہیں دراصل وقت کی پچی میں واقعات ریزہ ریزہ ہو کر اپنا وجود اور اہمیت کھو دیتے ہیں مگر کسی سنگ میل پر یہ اہم نقوش ابھرا بھر کر ہمارے قدم سے بڑے نظر آتے ہیں۔

ایسے ہی شہر کے ایک چوراہے پر کسی کا کندھا تھاٹھ بھیک مانگتا ہوا ایسا ہی کردار انور سے میں جب بھی کبھی سٹل پر رک کر اس کے ہاتھ پر ایک سہرہ رہتا ہوں اس کا ہنس اس کی بند آنکھوں سے ساتھ یادوں کے اس کھلے دہر میں لے جاتا ہے جب وہ یہ انور نہیں تھا چہ اور تہی جواب ایک نشان عبرت ہے وہ آہستہ آہستہ روشنی ہی سے نہیں محروم ہوا بلکہ سہارے بھی ایک ایک کر کے اتار چھوڑ گئے اور اب ایک اور بے سہارا اور مذکور نظر

اک ماں کی بددعا



اناڑی کو چھینک آگئی پھر کیا تھا دے مار ساڑھے چار کی گردان ہوئی اس طرح کسی کے گھر میں مہمان آ کر خضبرے سخت کڑا کے کی سردی جانے کیسے اور ہینڈ نینک پانی ساخن سسٹم سے رکنا گیا پہلے کمرے کے روشن دان سے شاور لگا کر کمرے میں پانی کی پھوار ڈالی یاد رہے کمرے کے دروازوں کی پہلے ہی کندی چڑھا دی گئی پھوار کے بعد پھر ڈریکٹ پائپ سے اور پھر بالٹیاں بھر کے ٹھنڈی دھاریں برسادیں۔

اندر مہمان کچھ سمجھ نہیں پارے تھے ستم یہ کہ ایک بالٹی میں ساہن گبول کر بھی ڈالا گیا یا خدا کیا کیا جیت کمزوری کے باعث ٹپک رہی بنے یا پھر جو بھی اٹھ کر کھڑا ہوا چاروں خانوں چیت ہائے وادیا کی چیخو پکار نے محلے کو سر پر اٹھالیا اور دروازے کے باہر تو موسم یا کھل خشک تھا انور کی ایک شرارت کافی دلچسپ تھی بہت عرصہ تک وہ کبوتروں کی ایک جوڑی کو مارکیٹ کے راستے سے مانوس کرتا اور سدھارتا رہا جہاں سے چھوڑنے پر کبوتر سیدھے گھر آ جاتے کیوں کہ کبوتر اور بلی گھرنٹیں جوتے۔

ایک جوڑی کو مارکیٹ میں فروخت کر دیتا کبوتر موقع ملتے ہی گھر واپس آ جاتے یہ معاملہ نقدی کمانے اور جیب خرچ کا تھانت نی شرارتوں سے دوست بھی لطف اٹھاتے تھے ایک بار ایک دور کے عزیز کی شادی کا موقع تھا گاڑی سے اترتے وقت بیس کلو چینی اور چھ بارے اتارے گئے چھو بارے توت نے اور چینی کا بیک نہیں ملا سو وہ نہیں بٹا گیا باب دوسرے دن وہ صلائی کی دکان سے لے گیا تین یوں کہ تین بار میں شادیت ہی پھر

کم قیمت پر تو بے بھلا کون چھوڑتا ہے انور کی باری نے پکچر اور پینک مشنر کہ انجوائے کی لوگ کی شکایتیں کرتے اس کی پٹائی اور کھچائی بھی ہوتی مگر وہی ڈھاک کے تین پت انور دھول جھاڑ کر پھر نے منصوبوں کی تیاری کرتا۔

یہ لوگ نشوونما نہیں کرتے تھے مگر جڑ مٹی جوانی کا اندھے جذبات سے مرعہ ہوتا ہے آہستہ آہستہ رنگ چڑھتا ہے جذبات دل اٹھتے ہیں اور عقل پر پردہ چڑھ جاتا ہے جبکہ جذبات اور نئی جوانی کا ہر قدم بہکا ہوا ہی ہوتا ہے آتے جاتے پہلے وہ لڑکیوں اور خواتین کو گھر کے دروازے پر پہنچانے لگے پھر بس کے اڈے پر بھی رونق بڑھ گئی پال ماتھے پر بکھرنے لگے ہونٹوں پر چمکتے ہوئے فلمی گیتوں کی سدا لنگناٹھ سے پکارا بن گئی۔

کچھ بولڈ قسم کی لڑکیوں نے تو آڑے ہاتھ لیا پاپوش نوازی بھی ہوئی مگر جیتوں فرہاد قسم کے لوگوں نے ہمیشہ اپنے اجداد کی پیروی کی اور بھی ہتھیار نہیں ڈالے یہ شان ہوتی ہے ماڈرن بیروزی کی لوگوں نے اپنے خاندان اور لڑکیوں کے تحفظ کی نگرانی شروع کر دی مگر وائے نصیب ایک اندھی بوہ کی جوان بیٹی کے لیے اور کہاں تک اپنی حفاظت کرنی ماں اندھی اور اندھیری رات میں اگر کوئی عزت کا لیرا دیوار کو کر اندر آ جائے تو جوان لڑکی صبح اپنی چھت سے لٹکی ہوئی کیوں نہ ملے بے چاری اندھی کے پاس کیا ثبوت کس کو الزام دے جس وہ پرورد گھری چونٹ پر بیٹھ کر صبح شام یہی کوئی یا اللہ جس نے میری بیٹی کا یہ حشر کیا ہے اسے بھی میری طرح ہی اندھا کر دے میرے ساتھ اسے کف کرنا مالک وہ جہاں۔

تسے والے دیکھتے تھے اور شرفاء اپنے د

مسون کہہ رہے تھے مگر کوئی بھلا آج کل اس طرح انصاف دلانے میں قدم بڑھاتا کرنا خدا کا کیا ہوا انور میاں کے گھر میں پھوٹ پڑ گئی اس دن سے محلے والوں کو کچھ سکون ملا تھا۔

دونوں پارٹیاں ایک دوسرے کے نقصان کے درے رہتی آپس کے جھگڑے میں سر پھٹول ہوتی کبھی کوئی نظر آتا نظر آتا تو کبھی کسی کو پٹیاں لگی ہوتیں پڑھنے لکھنے والے لڑکے تو ویسے ہی ان سے دور رہتے نصیحتیں کرنے والے لوگ بھی ان سے گھبراتے اور کانوں کو ہاتھ لگاتے۔

یہ آخری واقع ہے جو مجھے یاد آیا ہے جب ایک روز کسی کے گھر میں شادی بھی صاحب خانہ کا گھر کافی صبح تھا کئی فاضل کمرے تھے انہیں میں ایک کمرہ ایسا تھا جس میں کاٹھ کپڑا اور پرانے فرنیچر پڑا تھا پشت پر ایک کھڑکی بھی جو سڑک کے رخ پر تھی کھڑکی پر ٹکڑی کے جالے کی موجودگی اس بات کی غماز تھی کہ کمرہ ہت عرصہ سے استعمال میں نہیں ہے۔

انور اور اس کی مخالف باری کی افراد موجود تھے انور گھومتا ہوا ایک ساتھی کے ساتھ کمرے میں اسی کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا اندر گانے زور شور سے ہو رہے تھے باہر دیکھیں کھڑکی رہی تھیں برائیاں اور تو رمد تیار ہو رہا تھا دفتر انور کی رگ شرارت بھڑکی اس نے مخالف گروپ کے لڑکوں کو سڑک پر کھڑے دیکھا تو ذبح ہوتے ہوئے بڑے ٹھنسی آواز نکالی مخالف گروپ کے لڑکے کافی دیر تک ہونٹ بڑا دھت کرتے رہے۔

جب برداشت نہ ہو سکا تو ان میں سے ایک لڑکے نے پتھر اٹھا کر ایک پکھڑی کی طرف مارا۔

فاضل کمرے میں کھس گیا تھا کھڑکی کے بہت ہی قریب تھا مگر وہ لاعلم تھا کہ کھڑکی کے دونوں پٹ کے پیچھے زرد بھڑوں کے زبردست چھتے لگے ہوئے تھے پتھر سے بچنے کے لیے جیسے ہی انور نے کھڑکی کے پٹ پکڑ کر زور سے بند کئے تو کیا ایک اس کی انگلیاں چھتوں میں کھس گئیں پٹ زور سے بند کرنے پر چھتا بھی متاثر ہوا۔

اس ٹوٹ پھٹ اور پتھر کتنے سے بھڑیں بھڑک گئیں انور اور اس کا دوست اس کا چاچا حملے کے لیے تیار نہ تھے ان کے ہوشیار ہونے سے پہلے ہی ساری بھڑیں ان پر یاخار ہو گئیں وہ دونوں باہر کی طرف چلتے چلتے ہوئے بھاگے اور سیدھے شادی کے اس مجمع میں کھس گئے جہاں زرق برزرق لباس پہنے ہوئے عورتیں زور شور سے گانے میں مصروف تھیں بیچ میں لڑکیاں اور بچے بھی اس حملے کا نشانہ بنے جس بھڑ نے جہاں سے رستہ دیکھا کپڑوں میں کھس گیا پہلے تو ان کا شکار صرف دو تین تھے اب جتنے بھی لوگ شادی میں شریک تھے نرم نرم ہانہوں والے تازہ سرخ لبو بھرے گالوں والے ہو سکتا ہے بہت سے مدقوق اور عمر رسیدہ اور گزیدہ لوگوں نے اپنے چہرے غاڑے اور میک اپ میں چھپائے ہوں۔

مگر بھڑوں کا تبرک سب کو مساوی تقسیم ہو رہا تھا ہر کسی نے اپنی اپنی ذلتی اپنا پنا راگ الاپنا شروع کر دیا عورتیں اور بچے کھڑے کھڑے تھڑکنے لگے کچھ نے پیٹھے پیٹھے ہی ملنا شروع کر دیا آستین اور شوار کے پائپے اور کھسکا نا دوپے سروں سے پھینکا کہ مردوں کا رہائی دے اس طرح محفل مشتکہ کہ ہوسا ہا لالچا اور خیال رکھنا بڑاتا ہے ان نیشن میں بھی اتنا دیوانہ نہیں ہوتا مگر

مجھے یہ شعر پسند ہے

اک عمر بیت چلی ہے تجھے چاہے ہوئے
تو آج بھی بے خبر ہے کل کی طرح

① محمد فیضان شاہ - رحیم یار خان
میری زندگی کے مالک میرے دل پہ ہاتھ رکھ دے
تیرے آنے کی خوشی میں میرا دل چل نہ جائے

② عبدالستار نیازی
یہ اداس شامیں میری تنہائی کو ایسا عروج بخشتی ہیں
کہ مجھے پھر وہی اک وہی بس وہی شخص یاد آتا ہے

③ NAK - کبیر وال
تو ہوتا ہے رنجیدہ تو بکھر جاتی ہے میری ساری کائنات
نقطہ اتنی سی انتہا ہے مجھ سے رومانا نہ کرو

④ رئیس ارشد - خان بیلہ
ماتا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں
تو میرا شوق دیکھ میرا انتظار دیکھ

⑤ عبادت علی - ڈی آئی خان
اداس ہونوں چمکراہٹ کے بھول آئیں تو جان لینا
کہ دل کے اندر کی کچھ اداسی بہت ادا کی میں ذہل رہی ہے

⑥ شعیب شیرازی - جوہر آباد
انسان تو بھی عمل اپنا بھی نہیں جانتا
اس نے خط میں لکھا ہے کہ میں صرف تیری ہوں

⑦ عثمان غنی - رحیم یار خان
اک انجمن شخص تھا جو ہل بھر میں چمکز مچا
میر بھر کی رفاقت کا اچھا صلہ دیا

⑧ محمد وحید غل - اوکیت
کاش وہ میرے جذبات کو سمجھ سکتا کاش
مجھے اچھا نہیں لگتا منہ سے اظہار کرنا

⑨ رئیس ساجد کاش - خان بیلہ
ہم بشتہ ہیں تو انہیں لگتا عادت ہے مکرانے کی
وہ نادان ہے یہ بھی نہیں سمجھتے کہ یہ ادا ہے غم چھپانے کی

⑩ شرف نواز - بڑوالہ
دفا کے آچل سے نکلے ہے ایک خون کی نہر

⑪ محمد علی - ڈی آئی خان
وہ بھول بھول ہوا ہے بے وفا کا وفا کے ہاتھوں
وہ مجھ کو بھول جاتا ہے نہیں مجھے جانتا ہے

⑫ عبدالحامید - بندپال
ترپ کے دیکھو کسی کی چاہت میں تو پہنچے چلا کہ پیار کیا ہوتا ہے
یونہی دل جائے اگر کوئی بنا ترپ تو کیسے پہنچے کہ پیار کیا ہوتا ہے

⑬ رئیس مداد ام - ساحل - نان پینلہ
دوستوں سے چمکز کر یہ حقیقت عملی فراز
دنیا حسین ہے مگر دوستوں کے ساتھ

⑭ محمد من - لیہ
انجی جب میت میری تو رونے والوں میں کوئی اہان تھا وہ تو!
میرے قافلے کی رو پڑے مجھے تنہا دیکھ کر

⑮ ایم ڈی روق - رحیم یار خان
بات تو صرف چاہت اور خوش نیت کی ہوتی ہے ساقی
رونہ دوست اور دشمن شروع ایک ہی طرف سے ہوتے ہیں

⑯ محمد قاتب رفیق
ایک مدت سے میری سوچی کا محور تو ہے
ایک مدت سے میری ذات کے اندر تو ہے

⑰ یاسین سلیم قادری - کراچی
تو تو سر ہلایا بستی ہے میرا ڈر ہی کیا
ہم تو دشمن کو بھی اسے دوست دما دیتے ہیں

⑱ محمد فیضان شاہ - رحیم یار خان
تم چہ بیتہ کی تو بنان چاؤ کے فراز
کوئی نظر انداز کرے تو کتنا درد ہوتا ہے

⑲ عبادت علی - ڈی آئی خان
چلو کہ بہت رات ہوئی اب لوٹا ہے مجھے
کہ میرے گھر میں بکھر ہے تجھائی نہا

⑳ شرف نواز - بڑوالہ

اس بے خودی کو کیا کہئے مجزوں کا نشانہ ایسا ہی
چڑھا تھا اس موقع پر جو راکھ خصوصی الا پنا جا رہا
تھا اس کی نوعیت کچھ یوں تھی۔۔۔ اللہ رے
۔۔۔ ہائے اللہ۔۔۔ اولی اللہ۔۔۔ اماں ری۔۔۔ ہائے
مگر مٹی رے۔۔۔ کاٹ لیا رے۔۔۔ مگر مٹی۔۔۔ ہائے
اللہ مری رے۔۔۔ یہ میری وہ نہیں جو اسلام آباد کے
قریب ہے اسی کی نوعیت سرتال میں بے ساختہ
راٹ اور الاپ کا ہر بے مارے بھیا رے
۔۔۔ ابارے۔۔۔ ساتھ ہی مجز چہان پیار سے جھوسہ
لیتی کوئی ہاتھ شرم دھپاتا ہے اسے پرے دھکیلے اور
مداغت بلکہ شاید کوئی اسے مداغت بے چادر
ملوں سمجھتا اور فوری اس کی جانب دہلوازی سے
بڑھتا مگر مجز ان کے لئے کھڑے ہوتے ہیں
تے نوازہ، راسل ان کے لبوں اندر دانتوں میں
زیادہ فرق نہیں تھا لیکن آپ ان کی سسہ ہست کی
واو دے بغیر نہیں رہیں گے اسران ایک طرف
سے تو ذکر پیچہ کا گیا تو وہ ڈی ادا سے کی اور مقام
پر والہ بانہ پن کا ثبوت فراہم کر تیں کیا والہ بانہ
تھا طرفین میں ایک جذبہ جنوں۔۔۔ تو من شدی۔
من تو شدم۔۔۔ کا بین انکھار نہ کوئی مدایت نہ تربیت
جیسے سال نو کی پہلی ساعت پر رات بارہ بجے بیک
بین کے اطراف بلند ماراٹ عالم میں ایک رقص
وہشت انداز مہربانیاں سی بہت تین سی ضرورت
کہاں تھی بس چنکارے دار ہائے۔۔۔ ہوئی بکا
سر ملی آوازوں کا ایک آواز کورس لگتا تھا کوئی بھی
گوچھا نہیں لگتا تھا گوگلوں کے رنگ آواز ساؤنڈ
پیچیدہ نکل گئے تھے اور موصوم بنے۔۔۔ خلق کے
پاتال سے پوری گہرائی اور میرانی سے اس میں
شامل تھے مجز میں ان سے اور وہ اپنی ماؤں بہنوں
کی ٹانگوں سے چپے ہوئے تھے وہ لوں جدائی کے

دور اک بستی آباد کریں گے
اس بستی کے لوگ ہمیں یاد کریں گے
جب ہم اقبال اس کی محفل میں نہ ہوں گے
تربیں گے فریاد کریں گے

محمد اقبال رحمن۔ سبکی بابا ہزارہ

سنا ہے درد کا احساس اپنوں کو ہوتا ہے آکاش
جب درد ہی اپنے دیں تو احساس کسے ہو آکاش

چوہدری سعید آکاش۔ مظفر آباد

مانا کہ ہماری ذات میں سو عجیب ہیں محر
جکتے نہیں خدا کی قسم کبھی ہم فقیر لوگ

محمد افضل جواد۔ کالا باغ

ہسوں بعد جو بشتے ہوئے اس چرے کو دیکھا اداں
بری طرح سے لرز کے رہ گئی میرے دل کی زمین

نصیر احمد اینڈ اداس۔ مظفر آباد

یہی محبت کو بات کے ترازو میں مت تول اے دوست
میں نے وہ زہن کھائے ہیں جو قسمت میں نہیں تھے

سفیر اداس موہری۔ مظفر آباد

ہوتا ہے اپنی آنکھ کا آنسو بھی بے وفا شاید
وہ بھی اٹھتا ہے تو کسی اور کی خاطر

شاہد اقبال تنگ۔ کرک

اواں میں نفرت ہے محبت کس سے ملتے ہیں
پالے زہر کے بھرے ہیں شربت کدہ سے ملتے ہیں

شاہد اقبال تنگ۔ جندری، کرک

عجب شام گھڑی ہے کہیں سے آ جاؤ
بڑی اداس گھڑی ہے کہیں سے آ جاؤ

زمانہ جس کو سمجھتا ہے موتوں کی چمک
وہ آنسوؤں کی لڑکی ہے کہیں سے آ جاؤ

پرنس ظفر شاہ۔ پشاور

کوئی مہر نہیں کوئی قہر نہیں پھر سچا شعر سنائیں کیا
اک ہجر جو ہم کو لاحق ہے تا دیر اسے دہرائیں کیا

محمد اقبال رحمن۔ سبکی بالا

گر تیرے سامنے پرچم کھر بلند ہو
یا الا اللہ نہ کہہ یا اسے مار مار کر دے

محمد اعظم۔ عارف والہ

اندھ کی ٹوٹ چوٹ نے ویران کر دیا ہمیں
ورنہ تاز تھا ہم کو کہہ آفتاب ہیں ہم

محمد عمیر مظہری۔ تانیہ

ستاروں سے پہاڑوں سے فریاد کرتا ہوں
قسم خدا کی میں تم کو دن رات یاد کرتا ہوں

حافظ اللہ۔ وندر

ایسی بھی کیا خطا تھی کہ محبت میں یہ سزا ملی
کہتے ہیں کہ دنیا جدائی دیتی ہے
مگر ہم کو تو دلبر سے ہی بے وفا کی ملی

عبدالرحیم لاسی۔ لیبیل

پلو اب میری سانسیں ہی امانت رکھ لو تاز
شاید اس طرح بن جاؤں تیرے اعتبار کے قابل

این علی تاز۔ ڈھوک مراد

مت اعتبار کرنا کسی کا اس دنیا میں تاز
اکثر وہی دھوکا دیتے ہیں جن کو ٹوٹ کر چننا چاہئے

علی تاز۔ ڈھوک مراد

جلا ڈالا تھے صحرا نے پاؤں کو
کتنا مشکل تھا چھوڑنا اپنے گناہوں کو

ظفر نور مجتو۔ اواباڑہ

محبت تابیاب تھی تو نے مام کر دی
عرسے کی چاہت پل بھر میں بنام کر دی

دکھ تعلق کے ٹوٹ جانے کا نہیں مہمان
درد یہ ہے چاہت اس نے بدنام کر دی

مرزا انجم راہی۔ تہ پانی

خوش نہ تھا مجھ سے پہچن کر وہ بھی مستانی
اس کے چہرے پر لکھا تھا پھر بھی لوگو

سردار اقبال۔ سردار گڑھ

خوشبو بتا رہی ہے کہ وہ راستے میں ہے
موج ہوا کے ہاتھ میں اس کا سراغ ہے

سردار محمد اقبال خان۔ ستوتی۔ سردار گڑھ

یاد کر کے اور بھی تکلیف ہوئی تھی مستوتی
بھول جانے کے سوا اب کوئی بھی چارہ نہ تھا

سردار محمد اقبال خان۔ ستوتی۔ سردار گڑھ

بعد مرنے کے تیری لہ پ آئے گا کون فدا
یہاں لوگ بتوں کو دفاتے نہیں جلا دیتے ہیں

جمیل خدا خیر پوری۔ خیر پور میری

ہوتا ہے اپنی آنکھ کا آنسو بھی بے وفا نہیں
وہ بھی لکھتا ہے تو کسی اور کی غبار

نصرت علی۔ گنڈا کس

نہ آیا نہیں سانپوں کے گھسنے جنگلوں سے
مجھے محفوظ رکھا میری ماں کی دعا نے

خیال نکہ بندھو۔ تہ پانی

اک قطرہ تو کیا سمندر ہی اس کے نام کر دیتا
وہ کہتی تو سہی اک بار پیاسے لہجے میں

جہانگیر اسلم گوندل۔ منڈی بہاؤ الدین

مٹ جاتے ہیں وہ لوگ ریت کی دیواروں کی طرف الحاف
اپنے سے زیادہ جو کسی سے چار کرتے ہیں

چوہدری الطاف حسین دگی۔ جھمبر

جب کبھی جی میں آئے تو آزا لینا اے دوست
لو بھی دیں گے چرخوں میں جانے کے لئے

چوہدری الطاف حسین دگی۔ جھمبر

جانمئی رات میں چاند گوارا نہ ہوا مجبور
ہم تو سہی سے تھے مگر کوئی ہمارا نہ ہوا

دین محمد مجتو۔ بولان

یہاں کون میں یہ دعا کہ اے میری عمر گن جائے الحاف
یو کتا ہے آنا آخری دن ہو میری زندگی کا

چوہدری الطاف رحمن۔ کھنڈوہ

وہ مجھ کو بے وفا کا لقب دیتا ہے
سانس چپتی ہے مگر مردہ بنا دیتا ہے

مت پوچھ اس کے میٹانے کا پتہ
اس کے تو شہر کا پانی بھی نشہ دیتا ہے

چوہدری الطاف حسین دگی۔ کھنڈوہ

قبروں میں نہیں ہم کو کتابوں میں اتارو
ہم لوگ محبت کی کہانی میں مرے ہیں

فیض اللہ مجاور۔ جی سردر شریف

ہم تیرے شہر میں پوچھی پھرتے رہے وہی
نہ کسی نے چاہ پوچھی نہ کسی

عبدل شہزاد قتی۔ بکھر

ترب اے دل تیرے ترپے میں بڑی تمکین ہوئی ہے
جدلی اپنے پیادوں کی بڑی تمکین ہوئی ہے

نصیر الدین نصیر۔ تنکلوٹ

آکھ کا گنا بھی اک قیامت ہے
نہ مگی آکھ جب سے آکھ مگی ہے

جابر عباس حزرہ۔ سرگودھا

دیتا ہوں ہر اک کو پیار کی نظر سے
کہیں چھڑا ہوا وہ میرا محبوب ہی نہ ہو

شاہد میرا۔ بڈانی

تقدیر بن جائے گی اس خدا کو یاد تو کر
وہ سب کچھ دیتا ہے اس کا شکر ادا تو کر

سید عارف شاہ۔ جہلم

اے حسینو! خود پر تاز کرنا چھوڑ دو
عاشقوں کا خون پی کر مسکراتا چھوڑ دو

سید عارف شاہ۔ جہلم

بہت دنوں کے بعد عائنہ تہبازی تحریر آئی
خوش ہوئی تم کو عارف کی یاد آئی

سید عارف شاہ۔ جہلم

میرا لکھنے کا انداز شاید تمہیں پسند نہ ہو
پر زبان ساتھ نہ دے تو کیا کروں

ظفر نور مجتو۔ اواباڑہ

انتقام مجھ کو وہ درد وفا مجھ کو دے جائے گا
دُخم لے کر اک دل درد کیا خبر تھی

جالت جالت وہ دعا دے جائے گا
الحمدی۔ کالا باغ

کانٹوں کے بدلے پھول کیا دو گے
آنسوؤں کے بدلے خوش کیا دو گے

ہم چاہتے ہیں آپ سے عمر بھر کا پیار
ہمارے اس سوال کا جواب کیا دو گے

احمد محی۔ پٹالاں

کسی کے بچھڑ جانے سے مروئی نہیں جتا اے دگی
مگر زندگی کے انداز بدل جاتے ہیں

میاں محمد عرف دگی۔ ہنڈی کھب

میں اس بے بسی کی دنیا میں کیسے نہیں اے زینہ
یہاں سکون تو ملتا ہے غم سب چھوٹ جاتے کے بعد

ایم زیادے۔ بول۔ جلاب گٹھ

خود ہی اپنے سامنے کے آگے کھڑا ہوں ہاتھ پھیلائے
طلب دیتا ہے کیا کرتا ہوں میں سائل ہوں فقط اپنا

بابر سوانی۔ میانوالی

محبت زندگی کے فیصلوں سے لڑ نہیں سکتی
کسی کو کھونا پڑتا ہے اور کسی کا ہونا پڑتا

ملک افضل۔ مار۔ سی۔ مندر آبا

غزل

نعت

زینت جہان کی تو ہمارا رسول ہے
عرش بریں کا نور ہمارا رسول ہے
خیر ملبشر ہے ذات گرمی حضور کی
انسانیت کو جان سے پیارا رسول ہے
ثانی نہیں ہے جس کا کوئی بھی جہان میں
نازاں ہے جس پر عرش وہ ہمارا رسول ہے
ہر مشکل حیات میں ان کو نکار لو
سب پہ ہی مہربان ہمارا رسول ہے
کوئی نظیرِ ذوق کے الیا نہ آن تک
بے مثل بے مثال ہمارا رسول ہے
سر پر احسان ان کا سایہ ہے ہر گدازی
بے نعل سناہاں جو ہمارا رسول ہے
ابن احسان علی قریشی ذنگہ روز
نوناوی، گجرات

آدمی رات کو یہ دنیا والے جب خوابوں میں کھو جاتے
ہیں
ایسے میں محبت کے روٹی یادوں کے چراغ جالتے ہیں
کرتے ہیں محبت سب سے مگر ہر دل کو صلہ کب ملتا ہے
آتی ہیں بہاریں گلشن میں ہر پھول مگر کب کھلتا ہے
میں راہِ نجات تھا تو بہر نہ بھی ہم اپنا پیار بھانہ نہ سکے
یوں پیار کے خواب تو بہت دیکھے تعبیر مگر ہم پانہ نہ سکے
میں نے تو بہت پیہا لکین تو رکھ نہ سکی وعدوں کا محرم
اب رہ روہ کے یاد آتا ہے کیا جو تو نے اس دل پہ ستم
پردہ جو اٹھا چہرے سے تو لوگ کہیں گے ہر پائی
مجبور ہوں میں دل کے ہاتھوں منکھور نہیں تیری رسوائی
سوچا ہے اب اپنے ہونٹوں پر میں چپ کی م ہر لکالوں کا
میں تیری عطا کی یادوں سے اب اس دل کو بہا لوں گا
عثمان چودھری اینڈ چودھری
عبدالقادر، آزاد کشمیر

ہاں کوئی خطا نہیں
ہاں ہم سے بھول ہوئی ہے یاد
قادر یار۔ آزاد کشمیر

غزل

آج پھر سے نکلیں ملائیں گے ہم
دل پہ دانستہ پھر چوٹ کھائیں گے ہم
ان کی ہر اک جنا آزمائیں گے ہم
وہ ستم ڈھائیں گے مسکرائیں گے ہم
جانے والے ہمیں اس طرح چھوڑ کے
یاد رکھنا بہت یاد آئیں گے ہم
دل تمہارا ہے یا انجس ہے کوئی
لو یہاں سے کہیں بھی نہ جائیں گے ہم
ہم وہ عثمان جسے تم سمجھ نہ سکے
وقت پر دیکھنا کام آئیں گے ہم
عباس علی۔ فیصل آباد

غزل

غیر کو درد سنانے کی ضرورت کیا ہے
اپنے جھڑے میں زمانے کی ضرورت کیا ہے
تم مٹا سکتے نہیں دل سے میرا نام کبھی
پھر کتابوں سے مٹانے کی ضرورت کیا ہے
زندگی یونہی بہت کم ہے محبت کے لئے
روٹھ کر وقت گنوانے کی ضرورت کیا ہے
دل نہ مل پائیں تو پھر آکھ بچا کر چل
بے سبب ہاتھ ملانے کی ضرورت کیا ہے
زبیر احمد۔ لاہور

غزل

جہاں تک بھی یہ سحر دکھائی دیتا ہے
میری طرح سے یہ اکیلا دکھائی دیتا ہے
نہ اتنی حیر چلے سر پھری ہوا سے کب
فجر پہ ایک پتا ہی دکھائی دیتا ہے
برا نہ ماننے لوگوں کی عیب جوئی کا
انہیں تو دن کا بھی سایہ دکھائی دیتا ہے
یہ ایک اہکا کھڑا کہاں کہاں برے
تمام دشت ہی پیاسا دکھائی دیتا ہے
دیں پہنچ کر گرائیں گے بادباں اب تو
وہ دور کوئی جز میرا دکھائی دیتا ہے
وہ الوداع کا منظر وہ بھیکتی پلکیں
پس غبار بھی کیا کیا دکھائی دیتا ہے
سمٹ گئے آخر پہاڑ سے قد بھی
زمین سے ہر کوئی اونچا دکھائی دیتا ہے
عثمان چودھری۔ آزاد کشمیر

غزل

ہم آج ہیں پھر ملول یاد
مر جھا گئے نکل کے پھول یاد
گزرے ہیں خزاں نصیب احرار سے
بیزوں پر جمی ہے پھول یاد
تا حد خیال الہ و گل
تا حد نظر پھول یاد
دیکھ تک ہوں رہی گلوں کی
بھی رہے قبول یاد

مجھے تم اچھی لگتی ہو

ہو، اتنا ہے سب کچھ مجھے اچھی لگتی ہو
جو، دونا ہو، دونا ہو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
کبھی کبھی اباجتے بنے مجھے اچھے نہیں لگتے
میرم سو دیا پاتا، مجھے تم اچھی لگتی ہو
یہ مانا غیر ممکن ہے، ملن تیرا میری باتاں
نگر میں کیا کروں بولو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
نہیں ہے نہ یقین تم کو میری باتو کا میری باتاں
میرے احباب سے پوچھو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
انگریز بھی یقین نہ آئے میری صداؤں کا
مرا، ال چہ رہ، پوچھو، مجھے تم اچھی لگتی ہو
میرے خدا! جو دنیاویں میں تمہاری یہ ادائیں ہیں

غزل

لگا کر دل پریشان ہے محبت دیکھ لی ہم نے
امیدیں بنائیں آنسو یہ چاہت دیکھ لی ہم نے
لگی ہیں ٹھوکریں ایسی کہ اب جینا بھی مشکل ہے
کسی سے کیا کریں شکوہ یہ قسمت دیکھ لی ہم نے
کبھی بھولے سے دل والو کسی سے پیار نہ کرنا
بیان اپنے پرانے ہیں حقیقت دیکھ لی ہم نے
مٹاتے آسمان تو بھی مٹاتے غم کے ماروں کو
مصیبت اور کیا بولی مصیبت دیکھ لی ہم نے
پتھر، لکڑی، پتھر، پتھر، پتھر، پتھر، پتھر
محبت، محبت، محبت، محبت، محبت، محبت
عبد چودھری اینڈ چودھری

وہی رکت ہو کوئی موسم، مجھے تم اچھی لگتی ہو
ریاض علی راجپوت، گھونٹکی قادر
پور روڈ

غزل

نوٹے ہوئے دل کو
ہم جوڑ دیں گے
اے یاد آنے والے
تجھے یاد کرنا
ہم پہوڑ دیں گے
جب تیری وفا کیں گے
ساتھ تھیں ہمارے
خوشیوں کے آشیانے
بستے تھے اس دل میں
جب تم نے روپ بدلا
کھایا اصلی چہرہ
غم کے اندھیروں کا
بن گیا خوشیوں پہ بھرا
اب میں ہوں ہر لمحہ کا
اور غم ہے میرا
اب تم بن ہے جینا
اور تم بن ہے مرنا

سجاد علی اسد، جھل مکسی،
بلوچستان

غزل

جیون کالی رات ہے
تجا میری ذات ہے
رہنا موش نگاہیں

ہر لمحہ برسات ہے
خالی کمرہ اور کھلونے
بچپن میرے ساتھ ہے
کبھی چاہت اور ترنا
اپنوں کی سوغات ہے
میں پاگل دیوانہ مجنوں
تیری سندا ذات ہے
تو مہتاب کے کرنوں جیسی
کیا میری اوقات تہ
تجائی سے ڈر لگتا ہے
شاہد میری مات ہے
تیرے خواب بنائیتھے ہیں
یہ بھی کوئی بات ہے
اک دن راد مر جائے گا
میں ہوں اور فٹ پاتھ ہے

مرزا عمران، شیخوپورہ

آنسو

شیشم اب تک سہا سچپ ناپ ٹھرا ہے
بیگ بیگ، ٹنڈر ٹنڈر
بوندریں پتا کر کے
ٹپ ٹپ کرتی ٹوٹی ہیں تو سسکی کی آواز آتی ہے
بارش کے جانے کے بعد بھی
دیر تک پکار رہا ہے
تم کو چھوڑے دیر ہوئی ہے
آنسو اب تک ٹوٹ رہے ہیں

سجاد حسین نومی، پنڈ دادنخان

۲۰۲۰ء

مری زرد آنکھوں کو خواب دے مری ساری سوچوں کو تاب
مجھے نفرتوں کا جواز دے سبھی اقسیم میرے نام کر
شیخ محمد شاہد، شیخوپورہ

غزل

زندگی اے زندگی دیکھ میری بے بسی
میرے ہر سوال کا تو جواب دے
یا تو مجھے زہر دے یا شراب دے
اپنے آپ سے خفا کر دیا نصیب نے
مجھ کو اپنوں سے جدا کر دیا نصیب نے
ہر دما کو بددما کر دیا نصیب نے
میری خوشیاں کیا ہوئیں کچھ حساب دے
یا تو مجھے زہر دے یا شراب دے

مرزا عمران، شیخوپورہ

غزل

حالات میکدے کے کروٹ بدل رہے ہیں
ساتی بہک رہے ہیں سے کش سنبھل رہے ہیں
کم شو سے ملاؤ جشن بہار یارو!
اس روشنی تلے کچھ گھر بھی جل رہے ہیں
اے ہم سفر یہ شانہ تم کو خبر نہیں ہے
کچھ حادثے بھی میرے ہمراہ چل رہے ہیں
تسے غموں کو ہم نے فہم کر چھپا لیا ہے
چند غم امیر لیلین اشکوں میں ڈھل رہے ہیں
ساتی بہک رہے ہیں سے کش سنبھل رہے ہیں
حالات میکدے کے کروٹ بدل رہے ہیں

عمر فاروق، پنڈ دادنخان

مزاحیہ غزل

ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں پھر ہمارے
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو
جاں میں نے بیوپار کیا، اچھا ہے
ہاں میں نے کاروبار کیا، ہے
ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں چھوہارے
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو
سائیل کو ترا کے لوری کو بھگایا
سیکا ہے کہاں سے یوں درما لگتا
آتا ہے تمہیں تو یوں چھوہارے چرانا
جاؤ بی بنو بی پھوڑ یوں ستانا
ہم یار ہیں تمہارے بیچتے ہیں چھوہارے
ہم سے لیا کرو ہم سے لیا کرو

محمد شریف، پیر جگی موڑ TDA

غزل

کچھ ایسی ابتدا ہے میری محبت میں کیا بتاؤں
کہ آج تک تڑپ رہا ہوں محبت میں کیا بتاؤں
وہ ستم کر ہی کچھ ایسا ملا مجھے محبت میں
کہ دل کے ٹکڑے ہوئے تھے میری محبت میں
کچھ ایسی داستان غم تھی میں کیا بتاؤں
کہ اتنے طے تھے زخم مجھ کو اس کی محبت میں
بکھرا تھا جو ریزہ ریزہ ہو کر کچھ اس طرح
کہ آج تک ترس رہا ہوں بوند بوند کو محبت میں
میں اتنا جو ناان تھا اس کی محبت میں
ملی اتنی سزا مجھ کو اس کی محبت میں
کہ نہ جی سکا نہ ہی مر سکا اس کی محبت میں

ساغر شہزاد

غزل

کیسا دل کو روگ لگائے پھرنا ہے دہی سانہ

دل میں کچھ خواب بجائے پھرتا ہے دہی ساغر
 ناؤں کے دیپ بجائے پھرتا ہے دہی ساغر
 سے غم کا بوجھ سٹھائے پھرتا ہے دہی ساغر
 موسم سادوں بھاؤں کڑی ہو کہ سردی ہو
 سوں میں برسات برساتے پھرتا ہے دہی ساغر
 دن تو آن میں گے رونہ کے جانے والے
 ی کیسی آس لگائے پھرتا ہے دہی ساغر
 ہم کو یاد تو کرتا ہوگا بھولنے والے
 ی اپنا دل بھلائے پھرتا ہے دہی ساغر
 شے کی دکان بچانے والا! تم بھی محتاط رہنا
 سوں میں سنگ اٹھائے پھرتا ہے دہی ساغر
 من پاک لڑیاں پاک مٹی تھے بالوں میں
 با اپنا حال بنائے پھرتا ہے دہی ساغر
 ساغر جی دکھی، چک حسن ارانیہ

غزل

اٹھو اے دل زدگان آسمان بنانا ہے
 ہمیں ازا کے دھواں آسمان بنانا ہے
 ملال حسرت تعمیر کیا بتائیں تجھے
 مکان بنانا یہاں آسمان بنانا ہے
 زمین بنانی ہے ہم نے برائے درباراں
 برائے کشدگان آسمان بنانا ہے
 ابھی سے کرنے لگے ہیں تھکان کی باتیں
 ابھی تو ہمسفراں آسمان بنانا ہے
 پرونیسر رمضان جانی، پنڈ دادنخان

غزل

تکلی جو ایک مجھ کو ملی تھی کتاب میں
 وہ اپنا کس پیوڑ کئی میرے خواب میں
 اب تک وہ میرے ذہن میں ابجا سوال ہے
 شامل رہا جو ہر گھڑی میرے نصاب میں
 آنکھوں میں نیند ہے نہ کوئی خواب دور تک
 رہتا ہوں میں بھی آج کل کیسے عذاب میں
 ماتا تھا اردو شوں سے گلے لگ کے پاند بھی
 آئے سہم کے فاصلے کتنے سراب میں
 آخر میری وفا کا مجھے کیا ملا ثمر
 لکھا نہ ایک حرف بھی اس نے جواب میں
 ذکا، اللہ قریشی، کنڈیان

شام کے بعد

آنکھ بن جاتی ہے سادوں کی مٹا شام کے بعد
 لوٹ جاتا ہے ار کوئی فنا شام کے بعد
 وہ جوٹیں جاتی رہی سر سے بلا شام کے بعد

غزل

زندگی درد کی زنجیر بھی ہو سکتی ہے
 سرسئی شام کی تعمیر بھی ہو سکتی ہے
 وہ بھی انسان ہے پریشان نہ ہونا مے دوست
 لوٹنے میں اسے تانہ بھی ہو سکتی ہے
 تم جسے رات سے تعبیر کیا کرتے ہو
 وہ مرے چاند کی تحریر بھی ہو سکتی ہے
 دل میں نشتر کی طرح دوست اترنے والا
 بات ہو سکتی ہے تحریر بھی ہو سکتی ہے
 اس لئے دیکھتا رہتا ہوں ستارے صا
 ان میں ابھی ہوئی تقدیر بھی ہو سکتی ہے
 صابر علی صابر پھلروان، سرگودہ

غزل

نجانے کب کہاں، کچھ کھو گیا
 ہوا ایسے گماں، کچھ کھو گیا
 مری دھرتی کی سانسیں کہہ رہی
 فلک کے درمیان، کچھ کھو گیا
 دکھائی دے رہا ہے وہ جو
 مرے ہم دم وہاں، کچھ کھو گیا
 مری تشویش بڑھتی جارہی
 مرے احساسِ جاں، کچھ کھو گیا
 مرا بھی حکو گیا تھا ایک
 ترا بھی ناندناں، کچھ کھو گیا
 بہت اسرار پر صابر کسی
 کیا اتنا یہاں، کچھ کھو گیا
 صابر علی صابر، سرگودہ

کئی تو تھا کہ جو دیتا تھا دعا شام کے بعد
 آہیں بھرتی ہے شب جبر قیام کی طرح
 سرد ہو جاتی ہے ہر روز ہوا شام کے بعد
 شام تک قید رہا کرتے ہیں دل کے اندر
 درد ہو جاتے ہیں سارے ہی رہا شام کے بعد
 لوگ تھک ہار کے سو جاتے ہیں لیکن جاہاں!
 ہم نے خوش ہو کے تیرا درد سہا شام کے بعد
 شام سے پہلے تلک لاکھ سلائے رکھیں جاگ اٹھتی ہے
 محبت کی اتنا شام کے بعد
 خواب کرا کے لپٹ جاتے ہیں بند آنکھوں سے
 جانے کس جہم کی کس کو ہے سزا شام کے بعد
 پاند جب رو کے ستاروں سے گلے ملتا ہے
 اک جب رنگ کی ہوتی ہے فضا شام کے بعد
 ہم نے تنہائی سے پوچھا کہ ملو گی کب تک
 اس نے بے چینی سے پوچھا کہ ملوں گی شام کے بعد
 میں ار خوش بھی رہوں پھر بھی میرے سینے میں
 سوگداری کوئی روتی ہے سدا شام کے بعد
 تم گئے ہو تو سیاہ رنگ کے کپڑے پہنے
 پھرتی رہتی ہے میرے گھر میں فنا شام کے بعد
 لوٹ آتی ہے میری شب کی عبادت خالی
 جانے کس عرش پہ رہتا ہے خدا شام کے بعد
 ان شب نشینی میں جکڑے رکھتا ہے مجھے
 مجھ کو اس بات کا احساس ہوا شام کے بعد
 کوئی جوا ہوا غم ہے جو مسلسل مجھ کو
 دل کے پاتال سے دیتا ہے صدا شام کے بعد
 مار دیتا ہے اجڑ جانے کا دہرا احساس
 کاش کہ کوئی کسی سے نہ جدا شام کے بعد
 راجہ عرفان، گمشدہ کسی

غزل

جب تصور میں پائیں گے جنہیں
چھڑ دھوڑے جائیں گے جنہیں
تم نے دیوانہ بنایا مجھ کو
لوگ افسانہ بنائیں گے جنہیں
سرتو! دیکھو یہ دیوانہ دل
اس نے گھر میں بسائیں گے جنہیں
مری دشت مرے غم کے قصبے
لوگ کیا کیا نہ سنائیں گے جنہیں
آہ! میں کتنا اثر ہوتا ہے
یہ تماشا بھی دکھائیں گے جنہیں
احتشام علی خواجہ، انک سٹی

غزل

تجھے یاد کر کے شام و سحر میں رویا کرتی ہوں
کیسے کہے گی زندگانی اپنی یہ سوچا کرتی ہوں
تیرے بنا تو ایک ایک پل بھی صدیوں کا گزرتا ہے
بڑی حسرت سے تصویر تیری انکھوں سے بھگوا کرتی ہوں
میرے جسم و جان کو مبر ہی نہیں آتا تیرے بنا
تیری یاد میں ہر پل آنسوؤں کے موتی پرویا کرتی ہوں
فرزانہ خان، کوٹ ادو

غزل

بند آنکھوں میں کوئی سپنا تھا چاند دیکھا تو تیری یاد آئی
چنے میں کوئی اپنا تھا پھول چوہا تو تیری یاد آئی
جب آنکھ سکی تو ہم نے جانا یونہی بیٹھے تھے ذرہ تنہائی میں
کہ سپنا آخر سپنا تھا دل میرا جڑکا تو تیریں یاد آئی
فرزانہ خان، کوٹ ادو

غزل

روئے گا دل مگر فریاد نہ نکلے گی
تیری ذول کے بعد یہاں سے میری میت نکلے گی
اس وقت اے ستم گر پچھتائے گا تو بھی
جب تجھے میرے مرنے کی خبر ملے گی
تڑپ تڑپ کے میری یاد میں روئے گا دل ترا
اس وقت مگر تیرے منہ سے کوئی آہ نہ نکلے گی
سجاد علی اسد، جھل مگسی

غزل

مجھے تلاش ہے اس کی جو صرف میرا ہو
میرا نصیب بنے میرے دل کے پاس رہے
میرے قریب ہو اتنا کہ سانس رک جائے
بھی کو چاہے ہسائے ستائے پیار کرے
وہ میری مانگ سجائے بھی کو بہائے
میں سوچتا ہوں کہ میری وفا کی شہزادی
کہیں تو ہوگی زمانے کی بھیڑ میں کئی
کبھی تو میرے لئے اس کا دل تڑپے گا
کبھی تو پیار کا شعلہ لبو میں بھڑکے گا
**ایس احسان علی قریشی، تحصیل
کھاریاں ضلع گجرات**

غزل

چلی ہوا تو تیری یاد آئی
رات کو سوتے میں اک جھلکا لگا
جب جگا تو تیری یاد آئی
برہن بعد جو گزرے تیری گلی سے ہم
تو اس پل صنم ہر جگہ تیری یاد آئی
پھول چاؤں کا اسے میں احسان
ایس ایس احسان علی قریشی، کھاریاں،
ضلع گجرات

غزل

جب تک یہ آگ دل میں ہمارے کلی نہ تھی
یہ عالم نوں یہ دیوانگی نہ تھی
تصویر آج آپ کی یوں دیکھتا رہا
تصویر جیسے آپ کی دیکھی کبھی نہ تھی
لطف و کرم کا سلسلہ ہم پر دیا تری
جب تک وفا کی ٹوٹ کے مالا گری نہ تھی
کلیاں دی تھیں پھول دی اور دی چمن
ان سب پر تیرے بعد مگر تازگی نہ تھی
کیسے نہ جانے بات دی عام ہوئی
جو دل کی بات غزی کسی سے کبھی نہ تھی
**ایس ایف محمد سعید ملک آف
بھاولپور**

غزل

وہ محبتیں کا جہاں لئے میرے سامنے تھا مثال سا
مگر اب کی رات میں یہ کیا ہوا وہ جہاں ہے رو بہ زوال سا
نہ ان کے ہے نہ تجھ کے نہ وہ رنگ چہرے کا لال سا
نہ ان کے ہے نہ تیری بات ہے نہ ہی رنگ سا نہ مال سا
نہ ان کے ہے نہ تیری بات ہے نہ ہی رنگ سا نہ مال سا
نہ ان کے ہے نہ تیری بات ہے نہ ہی رنگ سا نہ مال سا

وہ گئے غاہری آنکھ سے ہمیں چٹیوں کا کمال سا
وہ مقام آیا حیات میں وہ سلجھ گیا میں الجھ گیا
رہا اس کے جال میں کاٹا میرے گردن گیا وہ جال سا
وہ خوشبوؤں میں بھاگے وہ جو رنگ و نور جا گئے
یونہی آگیا ہے مجھے ابھی ان ہی موسموں کا خیال سا
وہی سر مہری مزاج میں وہی بے مہری سی نگاہ میں
ایک شہد کے عود مہربان تھے وہی یکتوب میرا بن گیا حال
سا
شاہد عمران مرزا، شیخوپورہ

غزل

یہ شب فراق یہ بے بسی ہے قدم قدم یہ اداسیاں
میرا ساتھ کوئی نہ دے سکا میری حسرتیں ہیں، حواں و حواں
میں تڑپ تڑپ کے جیا تو کیا میرے خواب مجھ سے بچنے
میں اداس گھر کی صدا ابھی مجھے دے نہ کوئی تسلیاں
یہ فضا جو گرد و غبار ہے میری بے کسی کا مزار ہے
میں وہ پھول ہوں جو نہ مکمل سکا میری زندگی میں وفا کہاں
چلی ایسی درو کی آندھیاں میرے دل کی بستی اُڑ گئی
یہ راکھ ہے بھی بھیجی اس میں میری ہے نشانیاں
شاہد عمران مرزا، شیخوپورہ

غزل

کبھی یوں بھی دعاؤں میں میری حسرتیں میرے نام کر
میرے درد مجھ سے تو چین لے میری پائتیں میرے نام کر
میرے خواب نکھیں بے کراں مجھے ہاتھوں سے ہیں الجھنیں
میرے سارے درد و الم مٹا کبھی قرینیں میرے نام کر
شب غم میں جیتا کھن بہت میرے ساقیا مجھے جام دے
یوں مندروں کو پیام دے سب سنا تھیں میرے نام کر
میں سٹک رہا ہوں بہار میں تری آہ تو کے مقام پر
نئے آرزو سے نواز دے یوں مٹا تیں میرے نام کر

غزل

محبت سے عینیت سے وفا سے چٹ گئی ہے
گھر کا پھول ہوں مجھ کو ہوا سے چٹ گئی ہے
میں شبنم کی زباں سے پھول کی آواز سنتا ہوں
عجب احساس سے اپنی صدا سے چٹ گئی ہے
تجھے خود اپنی مجبوری کا اندازہ نہیں..... شاید
نہ کر عہد وفا عہد وفا سے چٹ گئی ہے

غزل

پہلے بھلا کیوں ہوا سے ڈر رہے ہیں
درختوں پہ بھلا کب گھر رجتے ہیں
عجیب دیران ہے شہر تنہا
تیرے کیسے لوگ ہیں کیا کر رہے ہیں
کہانی پھر کوئی ترتیب دے دیجئے ہیں
ہم ہی ہیں جو بہت بے درد ہیں
شاعری سے ہم کو ہے کیا لگاؤ
شعر ہیں کہ خود ہی بن رہے ہیں
نہ پوچھ تو ہم سے جاناں
کیسے تمہاری یاد میں ترپ رہے ہیں
اس دل میں تمہارے لئے بہت کچھ ہے
ہم تو رات بھر محبت چن رہے ہیں
تم نے مانگا ہے ہم سے دل ایسے
سو دل تم پہ دار رہے ہیں
ناصر پر دیسی، راجہ پور

تمام عمر اسی نے سفر میں رکھا ہے
ستارہ سمجھ کر جس کو نظر میں رکھا ہے
گھبرنے والا کسی روز مل ہی سکتا ہے
پہلے پر قدم انجانی منزل پر رکھا ہے
جنوری کی سرد شامیں گاؤں کی وہ ٹی سٹال

سو انتظار کے آپ کیا فجر میں رکھا ہے
بچا بھی سکتا ہے وہ عکس کو ٹکرنے سے
وہ جس نے عکس کو شیشے کے گھر رکھا ہے
اگر وہ دل بھی دکھائے تو دکھ نہیں رہتا
ہنر دے کر بے ہنر ہی ہم کو رکھا ہے
میں چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے بچھڑ جائے
وہ جس نے مجھ کو گھڑنے کے ڈر میں رکھا ہے
ہنر تو مجھ میں نہیں ہے کوئی مگر ناصر
کرم ہے اس کا صف مستر میں رکھا ہے
ناصر پر دیسی، راجہ پور

کسی سے نہیں ملے

تم سے نہیں ملے تو کسی سے نہیں ملے
ملنا بھی پڑ گیا تو خوشی سے نہیں ملے
دنیا تو کیا خود سے بھی کرتے رہے گریز
جب تک نہیں ملے تو کسی سے نہیں ملے
جو بے طلب تھا اس کی رہی طلب
جو ملنا چاہتا تھا اس سے نہیں ملے
ملنے کی زندگی میں سب کچھ ملا ریاض
تم مل گئے تو لوگ خوشی سے نہیں ملے
ہم اپنے دشمنوں سے ملے مل کر آگئے ریاض
جس کے لئے گئے تھے اس سے نہیں ملے
استاد بصرہ ریاض، گھولکی قادر پور

غزل

جنگلاتے جنگلوں کا قافلہ میں اور تو
یہ شبوں کے رتھوں کا سلسلہ میں اور تو
بے بسی کا حیرتوں میں مست ہو کر دیکھنا
زرد موسم خاموشی اک حادثہ میں اور تو
جنوری کی سرد شامیں گاؤں کی وہ ٹی سٹال

کسی گاڑی کے ٹھہرنے کی صدا میں اور تو
پان پتل کے درختوں کی مہک چارو
گھولکی کی دست جاتا رات میں اور تو
استاد بصرہ ریاض، گھولکی قادر پور

سایہ ہو محبت

وہ چار لفظ کہہ کر میں خاموش ہو گیا
وہ منگرا کر بولے بہت بولتے ہو تم
پیار میں زوری بھی ہوتی ہے کوئی بات نہیں
بات تو یاد رکھنے کی ہوتی ہے سب دل کی
آج کس زبان سے تیری بے وفائی کا ٹکڑہ کرو
کبھی اس زبان سے تیری تعریف ہوا کرتی تھی
تم ترک تعلق کا کسی سے ذکر مت کرنا
میں لوگوں سے کہہ دوں گا اسے فرصت نہیں ہے
توڑ گئے پیمان وفا اس دور میں کیسے کیسے لوگ
یہ مت سوچ ریاض کہ تیرا ہی صم ہر جاگی ہے
استاد بصرہ ریاض، گھولکی قادر پور

غزل

دل میں طوفان چھپائے بیٹھا ہوں
یہ نہ سمجھو مجھ کو پیار نہیں ہے
تم جو آئے ہو میری دنیا میں
اب کسی اور کا انتظار نہیں ہے
دل میں طوفان چھپائے بیٹھا ہوں
میری قسمت کہ تم سے مل رہا ہوں
اور زندگی بے بسی مجھ کو پیار ہے
ماتے تم ہو تو کر جائیں نہیں
تیرے تیرا پ کہہ کر قرآن
تم جو آئے ہو میری دنیا میں
اب کسی اور کا انتظار نہیں ہے
دل میں طوفان چھپائے بیٹھا ہوں
میری قسمت کہ تم سے مل رہا ہوں
اور زندگی بے بسی مجھ کو پیار ہے
ماتے تم ہو تو کر جائیں نہیں
تیرے تیرا پ کہہ کر قرآن

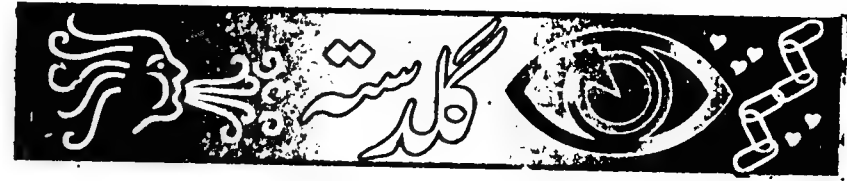
اپنی باتیں جو تم نہ کیجی
میں بھی موسم بہار نہیں
محمد ساجد سعید، گھولکی

غزل

تعلق توڑ دیتا ہوں کھل توڑ دیتا ہوں
جسے چھوڑ دیتا ہوں کھل چھوڑ دیتا ہوں
محبت ہو کہ نصرت ہو مجھارہتا ہوں شدت سے
ہدمر سے آئے یہ دریا بھر ہی موڑ دیتا ہوں
یقین رکھتا نہیں ہوں میں کسی کے تعلق پر
جو دھاکا ٹوٹنے والا ہو اس کو توڑ دیتا ہوں
میرے دیکھے جو بنے کہیں لہریں نہ لے جائیں
مگر وہ در ریت کے قہر کر کے چھوڑ دیتا ہوں
بھرہ اب تک وہی بچپن وہی تحریب کاری ہے
نفس کو توڑ دیتا ہوں پرانے چھوڑ دیتا ہوں
استاد بصرہ ریاض، گھولکی قادر پور

غزل

جہاں آج اپنی ملاقات ہوگی
دل میں طوفان چھپائے بیٹھا ہوں
یہ نہ سمجھو مجھ کو پیار نہیں ہے
تم جو آئے ہو میری دنیا میں
اب کسی اور کا انتظار نہیں ہے
دل میں طوفان چھپائے بیٹھا ہوں
میری قسمت کہ تم سے مل رہا ہوں
اور زندگی بے بسی مجھ کو پیار ہے
ماتے تم ہو تو کر جائیں نہیں
تیرے تیرا پ کہہ کر قرآن
تم جو آئے ہو میری دنیا میں
اب کسی اور کا انتظار نہیں ہے
دل میں طوفان چھپائے بیٹھا ہوں
میری قسمت کہ تم سے مل رہا ہوں
اور زندگی بے بسی مجھ کو پیار ہے
ماتے تم ہو تو کر جائیں نہیں
تیرے تیرا پ کہہ کر قرآن



ماں

✽ ماں محبت کا دریا ہے۔
✽ ماں اولاد کے لئے سیما ہے۔
✽ ماں کی عزت کرتا کہ اولاد تہا رہی عزت کرے۔
✽ ماں اپنی اولاد کی تکلیف نہیں دیکھ سکتی۔
✽ ماں خدا کا تقہ ہے۔
✽ ماں کی آنکھوں میں اپنی وجہ سے کبھی آنسو آنے دو۔
✽ ماں ہمارے لئے جنت کا دریہ ہے۔
✽ ماں کو ہمیشہ خوش رکھو۔

☆ بہادر عاربانی - مکوٹی

دکھ کیا چیز ہے

دکھ ایک ایسی بیماری ہے جو انسان کو اندر ہی اندر کھاتی جاتی ہے۔ جیسے دیک لڑکی کو کھاتی ہے۔ میرا قصہ بھی اسی طرح کا ہے۔ میرے اوپر دکھوں کے پہاڑوں نے ہیں مگر میں اپنے دکھ کسی کو دیکھنے نہیں دیتا میرا قصہ کچھ اس طرح سے ہے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں دسویں جماعت میں پڑھتا تھا اس دن صبح ہی صبح یہ منٹوں خبر سننے کو ملی کہ بھائی نے فون پر بتایا کہ ہماری "مائی" فوت ہو گئی ہے۔ یہ میرے لئے بہت خطرناک کیوں کہ وہ "مائی" مجھے بہت پیار کرتی تھی۔ اس واقعہ کو دو ماہ ہی گزرے تھے کہ میری چھوٹی بھانجی فوت ہو گئی۔ ایک کے بعد ایک دکھ آ رہے تھے۔ اس دکھ کو بھولنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایک منٹوں دن آیا جب میرے والد محترم اس فانی جہاں سے رخصت ہو گئے۔ ان کے گزرنے کو سال بھی مکمل نہیں ہوا تھا کہ میرے چھوٹے ماموں فوت ہو گئے ہیں۔ ان کو ابھی دو ماہ ہوئے ہیں میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری طرح کسی کو دکھ نہ دے اور جب مجھ کو ان کی یاد آتی ہے تو میں جانتا ہوں کہ جی بھر کے ردوں مگر رو بھی نہیں سکتا۔ میں سب کو یہ دعا کرتا ہوں کہ آپ سب کو خوشیاں دے۔ آمین!

☆ بہادر عاربانی - مکوٹی

نشانی

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کی ریاست حسین پور کے بادشاہ سید زاہد حسین نقوی صاحب نے اپنی ساگرہ کی خوشی کے موقع پر سب قیدیوں کو رہا کرنے کا حکم دیا۔ سب قیدی اسے سلام کرنے آئے۔ ان میں ایک بوڑھا سید جواد حسین نقوی بھی تھا۔ بادشاہ سید زاہد حسین نقوی نے بوڑھے آدمی سید جواد حسین نقوی سے پوچھا۔ بابا آپ یہاں کب سے قید ہیں؟ بوڑھے آدمی سید جواد حسین نقوی نے جواب دیا۔ حضور کے باپ دادا کے زمانے سے۔ بادشاہ سید زاہد حسین نقوی نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا۔ اس بوڑھے کو پھر سے قید کر دو یہ ہمارے بزرگوں کی نشانی ہے۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر واجد گھنوی - کراچی

خودکشی

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور تحصیل نجیب آباد کی ریاست حسین پور کا حکمران سید زاہد حسین نقوی خودکشی کے بہت خلاف تھا جب بھی کوئی اس سے بات کرتا تو وہ خودکشی کے خلاف باتیں شروع کر دیتا۔ ایک دفعہ ایک ماہی سے مل گیا۔ اتفاق سے وہاں کا موضوع بھی خودکشی تھا۔ انہوں نے نواب سید زاہد حسین نقوی صاحب نواب آف حسین پور کو بھی تقریر کا موقع دیا تو وہ کہنے لگے خودکشی حرام ہے اللہ تبارک و تعالیٰ ہے، خودکشی کرنے سے بہتر ہے کہ انسان زہر کھا کر مر جائے۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر واجد گھنوی - کراچی

حاجی

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کے قصبہ منڈور محلہ شاہ ولایت میں سایہ قیصر علی ترمذی صاحب ملازم کے قوی اسے نہایت پابندی میں پانچ وقت حاکم

دیا کرتے تھے۔ لوگ ان کے تقویٰ سے بہت متاثر تھے۔ ایک شخص نے جب انہیں نہایت انتہا سے نماز ادا کرتے دیکھا تو اپنے ساتھی سید سکندر علی ترمذی سے بولا۔ یہ شخص جو نماز ادا کر رہا ہے نہایت متقی اور پرہیزگار ہے۔ اس پر سید قیصر علی ترمذی نماز توڑ کر بولے۔ اور جناب میں حاجی بھی ہوں۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر واجد گھنوی - کراچی

ان شاء اللہ

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کے موضع حسین پور کے محلے پنڈاریاں میں ایک پنڈاری سید علیہ الدین حسین نقوی جینا دروہا تھا کہ ایک کسان سید سردار حسین نقوی کا دوسرا گھر پر گزرا ہوا سید سردار حسین نقوی پنڈاری سید علیہ الدین حسین نقوی چھوٹا بھائی بھی تھا۔ اس نے پوچھا کیا ہوا جو ایسے دور ہے ہو؟ پنڈاری سید علیہ الدین حسین نقوی نے بتایا۔ میرے بڑے لڑکے سید ابرار حیدر نقوی کا پاٹ ٹھل ہو گیا ہے۔ دیہاتی کسان سید سردار حسین نقوی بولا۔ اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ ان شاء اللہ اگلے سال پاس ہو جائے گا۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر واجد گھنوی - کراچی

مجلس احباب

انڈیا کے دارالحکومت دہلی میں ماحول زمین تھا۔ مجلس احباب جمی ہوئی تھی اور پر لطف باتیں ہو رہی تھیں مومن داس کرم چند گاندھی جی نے مولانا محمد علی جوہر بانی تحریک خلافت سے خطاب ہو کر ازراہ مذاق کہا۔ آپ تین بھائی ہیں ان میں سے دو شاعر ہیں آپ کا قصہ جوہر ہے آپ کے بڑے بھائی گوہر ہوئے اور تیسرے بھائی مولانا شوکت علی کیا ہوئے؟ مولانا محمد علی جوہر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ آپ انہیں شوہر کہہ لیں۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر واجد گھنوی - کراچی

بھول

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی کوئی خواب آشتیاں بدر باغ میں مالک مکان شی سکول بنڈا ماسٹر عبدالباق خان اپنے کرائے دار سید واجد حسین نقوی سے تنگ آیا ہوا تھا۔ ایک دن شی مسلم یونیورسٹی سکول بنڈا ماسٹر عبدالباق خان اپنے کرائے دار سید

بھول اور کیا ان جواب عرض ؟

واجد حسین نقوی کے پاس آیا اور بولا۔ بھائی واحد میں تم سے بہت تنگ آ گیا ہوں خیر چلو ایسا کرو کہ آدھا کرایہ دے دیا کرو۔ آدھا کرایہ میں بھول جاؤں گا۔ سید واجد حسین نقوی انڈیا میں بہت عرصہ رہا اور پندرہ روزہ شکوے نے جواب دیا۔ اگر آپ کی یہی خدہ ہے تو یوں کرتے ہیں کہ آدھا کرایہ تو آپ بھول جایا کریں اور آدھا میں بھول جایا کروں گا۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر واجد گھنوی - کراچی

کچیں

تین کچی واجد سانبہ اور زہد کچیں بائیک رہے تھے۔ زاہد کچی بولا۔ ایک دن میں جنگل میں گیا تو اچانک میرے سامنے تین شیر آ گئے۔ میری ہندو میں صرف ایک ہی گولی تھی میں نے ان سے کہا انہیں میں کھڑے ہو جاؤ۔ وہ لائن میں کھڑے ہو گئے تو میں نے ایک ہی گولی سے تینوں کو مار دیا۔ دوسرا کچی سانبہ بولا۔ ایک دن میں جنگل میں گیا تو میرے پاس صرف ہندو کا لائن تھا ہندو نہیں تھی میں نے شیر کو لائن کھایا تو وہ ڈر کے مارے مر گیا۔ تیسرا کچی واجد بولا۔ تم دونوں نے کوئی خاص بات نہیں کی ایک دن میں جنگل میں گیا تو میرے پاس نہ ہندو تھی اور نہ لائن تھا میں نے شیر سے کہا تمہیں شرم نہیں آتی بھرے جنگل میں شے بھر رہے ہو؟ سننے ہی وہ شرم کے مارے مر گیا۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر واجد گھنوی - کراچی

یوریا بستر

ایک مرتبہ تحریک خلافت کے بانی مولانا شوکت علی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں سرسید ڈے پر طلباء اور طالبات کے جلسے عام سے خطاب کر رہے تھے۔ دوران تقریر انہوں نے فرمایا۔ برطانوی وزیر اعظم کہتا ہے ہم یورپ سے ترکوں کو یوریا بستر سمیت نکال دیں گے لیکن میں آپ سے کہتا ہوں کہ ہم انگریزوں کو ہندوستان سے نکالتے وقت یوریا بستر ہمیں رکھوا لیں گے کیونکہ یہ چیزیں ہماری ہیں۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر واجد گھنوی - کراچی

خون

ایک دفعہ وہابی فرقہ کے ایک اہل کام آزاد ح ہندوستان کی آزادی۔ سب سے پہلے وزیر اعظم جے لال

بھول اور کیا ان جواب عرض ؟

سہرا میں حوتی لال نہرو نے حضور طلب کیا اور کہا۔ جب میں لٹا کھڑا ہوں تو میرے بدن کا سارا خون میرے سر میں آ جاتا ہے لیکن میں سیدھا کھڑا ہوں تو خون پاؤں میں جمع کیوں نہیں ہوتا؟ مولانا ابو الکلام آزاد فرست فیض دل انجکیشن فطر نے جواب دیا۔ جو چیز خالی ہوتی ہے خون وہیں جمع ہو جاتا ہے۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گھنوی۔ کراچی

بارش

اغلیا کے صوبے یو پی کے مشہور تاریخی ضلع بجنوری تحصیل مجید ریلوے روڈ پر واقع معظنی میڈیکل کالج میں ایک لڑکا سید واجد حسین نیانا انگلش میڈیم کی کلاس میں داخل ہوا تھا۔ وہ انگلش میں بہت کمزور تھا۔ ایک بار بارش کی وجہ سے اسکول نہ آ سکا اگلے دن پرپل سید زاہد حسین نقوی صاحب نے اسکول نہ آنے کی وجہ پوچھی تو اس نے وجہ کچھ اس طرح بتائی مائی ڈیئر سر! دین آئی کم وائر واز کھینے کھینے رہیں واز مجھ چھپا مجھ مائی ایک سلینڈر میں لڑکا۔ اینڈ آئی ایم دھڑام ان دی کم کڑا۔ ان دس صورت سر یو سے ڈاؤن آئی کم؟

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گھنوی۔ کراچی

نقطہ

عبداللہ نامی ایک شخص ایران کے مشہور ایرانی شاعر شیخ سعدی سے ملے پہنچا۔ اس کی آنکھ پر تل تھا۔ اتفاق سے شیخ سعدی گھر میں نہیں تھے۔ وہ شخص چلا گیا۔ بعد میں شیخ سعدی گھر میں آئے تو خادمہ رشتی نے بتایا۔ حضور! ایک آدمی آپ سے ملے آیا تھا۔ شیخ سعدی نے پوچھا۔ اس کا نام کیا تھا؟ خادمہ رشتی نے جواب دیا۔ عبداللہ۔ شیخ سعدی بولے۔ عبداللہ کیا نام ہوا، نام تو عبداللہ ہوتا ہے۔ خادمہ رشتی نے جواب دیا۔ آقا! آپ کی جان کی قسم اس کی بین پر نقطہ تھا۔ شیخ سعدی نے خادمہ رشتی کو اس شخص سے ملنے کو کہا۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گھنوی۔ کراچی

تجربہ

برطانیہ کے وزیر آرمسٹرونگ چرخہ۔ منشی ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار جلدی میں کسی میں سوار ہوئے

اور ڈرائیور سے ریلوے اسٹیشن چلے لکھا۔ ڈرائیور نے ان کی طرف دیکھا اور بولا۔ مجھے انہوں نے جتنا اس وقت میں یہاں سے گھبراہٹ میں جاسکا۔ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد ستر چل کی تقریر شروع ہونے والی ہے اور میں کسی جیت پر اس سے محروم رہنا پسند نہیں کروں گا۔ ستر چل یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور ایک پوٹو لکھی ڈرائیور کے ہاتھ میں دے دیا۔ ڈرائیور نے گھوم کر انہیں دیکھا اور نرم لہجے میں کہا کہ چلے تو پھر آپ کو چھوڑی آؤں۔ ستر چل اور ان کی تقریر کو ڈالنے جنم میں۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گھنوی۔ کراچی

دانت کھٹے

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی فورٹ روڈ پر واقع امیر منزل میں پروفیسر سید واجد حسین نقوی نے اپنے دوست پروفیسر اور برادر کاں سید ساجد حسین نقوی کو بتایا۔ میں نے اپنے دکن اقبال اسرائیلی کے دانت کھٹے کر دیئے۔ برادر کاں پروفیسر سید ساجد حسین نقوی نے پوچھا۔ وہ کیسے؟ پروفیسر سید واجد حسین نقوی نے اسے اسی لکھا کہ۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گھنوی۔ کراچی

واحد دولت

اردو کے خزانے سخن میر تقی میر کی عادت تھی کہ جب گھر سے باہر جاتے تو تمام دروازے کھلے چھوڑ جاتے تھے اور جب واپس آتے تو تمام دروازے بند کر لیتے تھے۔ ایک دن نواب آف حسین پور سید زاہد حسین نقوی نے وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا۔ میں ہی تو اس گھر کی واحد دولت ہوں۔

☆..... پروفیسر ڈاکٹر واجد گھنوی۔ کراچی

اس دن

آنرلینڈ کے مشہور سیاست دان ڈی ویلر اپنی سیاسی تقریروں کی وجہ سے اکثر تیل جاتے رہتے تھے اور انہیں آکر وہ پھر تقریروں میں ٹک مانتے۔ ایک بار ڈی ویلر ایک ال میں تقریر کر رہے تھے کہ ایک پولیس والے آئے اور انہیں گرفتار کر لیا۔ ایک سال بعد اس شخص کو دوبارہ اس میں آئے اور اس ہال میں جا بیٹھے جہاں ایک سال پہلے تقریر کر رہے تھے اور کہنے لگے ستر حضرات جیسا کہ میں اس دن کہ

زمین کی پیکار

☆..... انسان! تو میری پشت پر طرح طرح کی چیزیں کھاتا ہے اور میرے پیٹ میں تجھ کو کپڑے کپڑے کھائیں گے۔

☆..... انسان تو میری پشت پر چلے گا۔ ایک دن میرے پیٹ میں جائے گا۔

☆..... انسان تو میری پشت پر گناہ کرتا ہے میرے پیٹ میں تجھ کو سزا دی جائے گی۔

☆..... انسان تو میری پشت پر خوش ہوتا ہے کل کو میرے پیٹ میں غمگین ہوگا۔

☆..... انسان تو میری پشت پر غرور سے سر اٹھا کر پھرتا ہے میرے پیٹ میں تجھے سر جھکانا پڑے گا۔

☆..... عبداللہ حسن چشتی۔ بیت پور

تنبہائی

ہماری زندگی میں اکثر اوقات کچھ لوگ ایسے بھی آتے ہیں جو ہوا کے جموں بارش کی بوندوں دھنک کے رنگوں پانی کے قطروں اور پھول کی آخری پتی کی طرح ہوتے ہیں لیکن جب ہوا کے جموٹے گر کر پانی بارش کی بوندیں برس جائیں دھنک کے رنگ پیکا پڑ جائیں اور پھول کی آخری پتی بھی گر جائے تو اس وقت انسان کو احساس ہوتا ہے کہ اسکی زندگی کی ساری محنت صرف اور صرف تنہائی ہے۔

☆..... عبداللہ حسن چشتی۔ بیت پور

درد و پاک کی فضیلت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "جب لوگ جمع ہوتے ہیں پھر انھیں جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درد و پاک پڑتے ہیں تو وہ یوں اٹھے جیسے بد و درد مر دار کھا کر اٹھے ہیں۔ اس لئے تم مجھ پر جمو کہ دن اور جمعہ کی رات کو درد و پاک کی کثرت کیا کرو۔ پانی ٹوں میں فرشتے تمہارا درد و پاک پہنچاتے ہیں مگر جمو کہ دن اور جمعہ کی رات جو مجھ پر درد و پاک پڑتے ہیں میں اس کو اپنے کانوں سے سنتا ہوں کیونکہ اس دن آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تھی

پھول اور کباب

جواب غرض 229

ای دن ان کا وصال ہوا۔ اسی دن قیامت ہوگی اس نے جمو کے دن درد و پاک پڑنے کی فضیلت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

☆..... عبداللہ حسن چشتی۔ بیت پور

آقائے دو جہاں رحمتہ للعالمین

آقا دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کے لوگ صادق امین یعنی سچا اور امانت دار کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غریبوں، یتیموں اور محتاجوں کا خیال رکھتے اور ان کی ہر طرح مدد کرتے تھے۔ ایک دفعہ بیمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بازار سے گزر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک اندھی عورت ٹھوکر کھینے سے گر پڑی یہ دیکھ کر تمام لوگ ہنسنے لگے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ بھدردی کی اور اسے اٹھایا اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کو اس کے گھر چھوڑ آئے۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک غلام اپنے ہاتھوں سے چکی پر آٹا پیس رہا تھا اور تکلیف کے مارے درد رہا ہے معلوم ہوا کہ وہ سخت بیمار ہے مگر اپنے مالک کے ڈر سے ہر شقت کر رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بٹایا اور اس کی جگہ خود اپنے ہاتھوں سے اس کا آٹا پیس دیا۔

☆..... عبداللہ حسن چشتی۔ بیت پور

مہکتی کلیاں

☆..... اگر کسی سے محبت کرتے ہو تو اس کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا خیال رکھا کرو کیونکہ گزرتے وقت کے ساتھ یادیں سنہری بنتی ہیں اور محبت بڑھتی جاتی ہے۔

☆..... اگر کسی کے لبوں پر تمہاری وجہ سے مسکراہٹ آ جائے تو تم خوش قسمت ہو۔

☆..... محبت اکھبار نہیں مانگی مگر کسی اکھبار کر دینا چاہئے دوسرے کو مطمئن کرنے کے لئے۔

☆..... کتنے عظیم ہوتے ہیں وہ لوگ جو دوسروں کو خوش رکھنے کی خاطر خود کو کٹا کر دیتے ہیں اگر یہ احساس مر جائے تو انسانیت کی قدر میں کمی مر جاتی ہیں۔

☆..... محبت اور نفرت دونوں مار کھر سے بڑھ جائیں تو جنوں کی حد میں داخل ہو جاتے ہیں اور جنوں کی بھی چیز کا پھانسیں ہوتی ہیں۔

☆..... دنیا میں کوئی ایسا رفعت نہیں جسے ہوانہ گی ہو اور کوئی مل ایسا نہیں جسے چوٹ نہ لگی ہو۔

محبت کی آگ اگر ایک بار لگ جائے تو ساری زندگی سگنی رہتی ہے۔

☆ اچھا دوست کتنی دفعہ ہی کیوں نہ دھج جائے اسے سنا لینا چاہئے کیوں کہ تنہا کے دانے کتنی دفعہ کیوں نہ بکریں چن لئے باتے ہیں۔

☆ اگر دکھوں کا دریا عبور کرتا ہے تو آنسوؤں کو جذب کرنے کا طریقہ سیکھ لو۔

☆ خدا کے لئے مت تباہ کر لینا اپنا ذہن سکون یہ سوچتے ہوئے کہ دوسرے تمہارے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔

☆ عاشقِ رحمن - کبیر والہ

زندگی کیا ہے

- ☆ طالب علم نے کہا: "زندگی بار بار امتحان کا نام ہے۔"
- ☆ غریب نے کہا: "زندگی دکھوں کا گھر ہے۔"
- ☆ دولت مند نے کہا: "زندگی کھانا، چنا، سونا اور سر جانا ہے۔"
- ☆ بھول نے کہا: "زندگی چند لمحوں کی مسکراہٹ ہے۔"
- ☆ سورت نے کہا: "زندگی روشنی ہے۔"
- ☆ رات نے کہا: "زندگی تاریکی ہے۔"
- ☆ چاند نے کہا: "زندگی چاندنی ہے۔"
- ☆ پہاڑ نے کہا: "زندگی چٹان ہے۔"
- ☆ سمندر نے کہا: "زندگی لہر ہے۔"
- ☆ زندگی نے کہا: "میں خدا کی امانت ہوں۔"

ہذا عبداللہ حسن چشتی - بیت پور

سنہری پھول

- ☆ کسی سے ملنے وقت اتنا مت جھک کہ اٹھنے کے لئے سہارا تلاش کرنا پڑے۔
- ☆ اُن کی باتیں کر سکتے تو مگر وہ بھی نہ کرو۔
- ☆ زبان کی حفاظت کرنا دولت سے زیادہ مشکل ہے۔
- ☆ کسی کے منہ پر اس کی تعریف کرنا اسے قتل کرنے کے برابر ہے۔

- ☆ غریب لوگوں کی مدد کو غریب ہونے میں وقت نہیں لگتا۔
- ☆ دنیا یہ نہیں دیکھتی تم پہلے کیا تھے دنیا یہ دیکھتی ہے کہ تم اب کیا ہو۔
- ☆ رشتے خون کے نہیں رشتے احساس کے ہوتے ہیں جب احساس دو آہن بھی اپنے اگر احساس نہ ہو تو اپنے بھی ابھیں۔

پھول اور کلیاں

جواب عرض 230

☆ ارمان اینڈ حاشمیراؤ - گوجہ

گدھا

طیر کالونی نزد چوراما جناح اسکوائر شاہراہ لیاقت مارکیٹ پر ایک لڑکے سید واجد حسین نقوی نے ایک آدمی محمد مستقیم احمد سے پوچھا۔ معاف کیجئے گا کیا یہ گدھا آپ کا ہے؟ محمد مستقیم احمد: نہیں تو۔ سید واجد حسین نقوی: بیچتے بیچتے آپ کے چل رہا ہے۔ محمد مستقیم احمد: میرے بیچے تو آپ ہی چل رہے ہیں۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر واجد عظیمی - کراچی

دعا

ملک عرب کے دارالحکومت ریاض کے عظیم ہسپتال میں دو عربوں سید محمد آفتاب حسین نقوی اور سید محمد امین احمد زیدی میں لڑائی ہو گئی۔ وہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ وہیں سے ایک خاتون سیدہ اقبال فاطمہ کا گزر ہوا جو عربی نہیں جانتی تھیں وہ بولیں۔ شاہ صاحبان میرے لئے بھی دعا کرنا۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر واجد عظیمی - کراچی

کیلنڈر

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل عظیم ریلوے روڈ پر واقع "مظنی" میونسپل بورڈ کالج کی درجہ دہم کی کلاس میں پرنسپل سید زاہد حسین نقوی صاحب نے اپنے شاگرد سید واجد حسین نقوی سے پوچھا۔ یہ تم کتاب کی جد کیا لے آئے ہو؟ شاگرد سید واجد حسین نقوی: سر آپ ہی نے تو کہا تھا کہ کل تاریخ پڑھاؤں گا۔ اس لئے میں کیلنڈر لے آیا۔

ہذا پروفیسر ڈاکٹر واجد عظیمی - کراچی

تالیاں

طیر کالونی کراچی نزد چوراما جناح اسکوائر شاہراہ لیاقت مارکیٹ کے گھر میں ایک بچہ پھر کو اس کے والد نے منع کیا۔ انسانوں کے قریب نہ جانا۔ ایک دن بچہ پھر اپنے باپ سے نظر بچا کر انسانوں کے درمیان بیچ گیا۔ واپس اپنے گھر یعنی گھرانے پہنچا تو فکر بننا باپ نے پوچھا۔ خیریت تو ہے؟ بچے پھر نے جواب دیا۔ اب سب ٹھیک رہا انسان تو مجھے دیکھ کر خوش

سے تالیاں بجانے لگے۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر واجد عظیمی - کراچی

غیرت

انڈیا کے صوبے یوپی کے ضلع بجنور کی تحصیل نجیب آباد کے موضع حسین پور کے محلے پڑائیاں میں بیٹے سید واجد حسین نقوی ولد سید زاہد حسین نقوی نے اپنی امی سیدہ کنیز نجینی صاحبہ سے پوچھا۔ امی جان آپ ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب کے آگے تین روٹیاں کیوں رکھتی ہیں؟ جبکہ وہ دوسری کھاتے ہیں۔ امی سیدہ کنیز نجینی نقوی صاحبہ نے انکشاف کیا۔ تیسری روٹی ہماری عزت ہے۔ ایک دن ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب تین روٹیاں کھا گئے بیٹا سید واجد حسین نقوی میں آتا ہوں امی سیدہ کنیز نجینی نقوی صاحبہ کے پاس آیا اور بولا۔ امی جان ماموں سید محمود حسین نقوی صاحب ہماری عزت کھا گئے ہیں۔

☆ پروفیسر ڈاکٹر واجد عظیمی - کراچی

تلاش گم شدہ

انڈیا کے صوبے یوپی کے مشہور تاریخی ضلع بجنور کی تحصیل عظیم کے محلے کبیرہ مسلم کے رہائشی پوسٹ ماسٹر سید زاہد حسین نقوی سے ایک شائد قسم کے فقیر شاہ ولایت نے درخواست کی جو نظر آقا۔ کیا آپ میری کچھ مدد کر سکتے ہیں؟ میں اپنی ایک ٹامکھو دے گا ہوں۔ پوسٹ ماسٹر سید زاہد حسین نقوی اپنے بیٹے سید واجد حسین نقوی سے جملائے ہوئے تھے کیونکہ اس نے عظیمی کی جامع مسجد کے کتب میں پڑھائی سے جانے پر انکار کر دیا تھا مگر اپنا لہجہ پر سکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے بولے۔ یقین کرو تمہاری ٹامکھ مجھے نہیں ملی۔ ویسے تم اس کے لئے اخبار میں تلاش گم شدہ کا اشتہار کیوں نہیں دیتے؟

☆ پروفیسر ڈاکٹر واجد عظیمی - کراچی

ماں

- ☆ ماں جنت کا پھول ہے۔
- ☆ ماں کے پاؤں تلے جنت ہوتی ہے۔
- ☆ ماں غصہ ہی ہوا ہے۔
- ☆ ماں سر کی چھاؤں ہے۔
- ☆ ماں گھر کا سکون ہے۔

پھول اور کلیاں

جواب عرض 231

☆ ماں ایک جنت ہے۔

☆ ماں کا نام لینے سے دل کو سکون ملتا ہے۔

☆ ماں کے بغیر گھر ویران لگتا ہے۔

☆ سلمیٰ بشیر - راجہ جنگ

قرآنی معلومات

- ☆ قرآن مجید میں رکوع کی تعداد 550 ہے۔
- ☆ قرآن مجید میں آیات کی تعداد 6666 ہے۔
- ☆ قرآن مجید کی سورتوں کی تعداد 114 ہے۔
- ☆ قرآن مجید کی سب سے بڑی سورت بقرہ ہے۔
- ☆ قرآن مجید میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام چار مرتبہ آیا ہے۔
- ☆ قرآن مجید کی سب سے چھوٹی سورت کوثر ہے۔
- ☆ قرآن مجید کی سب سے لمبی آیت 282 ہے۔

☆ سلمیٰ بشیر - راجہ جنگ

ہم سات آسمانوں کی سیر کر آئے
ہر ستارے سے دوستی کر آئے
اک ستارہ اچھا لگا تو ہم ساتھ لے آئے
ورنہ آپ ہی بتاؤ آپ زمین پر کیسے آئے؟
(سہراب عباسی آف سیر شرقی)
روٹھ جاتے ہو تو کچھ لوری حسین لگتے ہو
بس اسی لئے تم کو خدا رکھا ہے
(ناصر عباسی مری گلس)
بن جاتے ہیں سب رشتہ دار جب کچھ پاس ہوتا ہے
تو ز دیتے ہیں غریبی میں وہ رشتہ جو خاص ہوتا ہے
(سہراب عباسی آف سیر شرقی)
ماتا کہ سو عجیب ہیں میری ذات میں مگر
بکتے نہیں خدا کی قسم ہم غریب لوگ
(سہراب عباسی آف سیر شرقی)
ہم نے جن پہ غولیں سوچی ان کو چاہا لوگوں نے
ہم کتے بدنام ہوئے تم کتے مشہور ہوئے
(ناصر عباسی مری گلس)

مہترین شعرا اپنے پیاروں کے نام

Z ہر گدھا کے نام

نکل آئے ہیں آنسو رونے سے پہلے
بھٹ جاتے ہیں سب خواب سونے سے پہلے
کہتے ہیں بہار ایک سزا ہے زہر
کاش کوئی روک سکا کسی کو پیار ہونے سے پہلے
لعل شاہ رخ خان - کرک

عبداللہ حسن چشتی دھرم دواز کے نام

بکہ اس طرح سے اس نے پوچھا میرا حال
کہنا پڑا کہ شکر ہے پروردگار کا
غلام بی نوری - کھنڈیاں خاص

محمد عمران کاشف فوجی، اڈا جوا نہ بنگلہ کے نام

دھوکا نہ دینا تم پر اعتبار بہت ہے
یہ دل تیری چاہت کا طلبگار بہت ہے
تیری صورت نہ دیکھوں تو دکھائی کچھ نہیں دینا چاہت
ہم کیا کریں ہمیں تم سے پیار بہت ہے
راے بیس دلی چاہت - اڈا جوا نہ بنگلہ

ایس، جی، اوالہ کے نام

اب دل میں میچے ہوئے جذبے نہیں لے
اجڑے ہوئے گلشن میں پھنسے نہیں لے
کیوں پچھے سے دل میں اتر جاتے ہیں وہ چاہت
جن سے قسمت سے ستارے نہیں لے
راے بیس دلی چاہت - اڈا جوا نہ بنگلہ

ال اسلام کے نام

شق کی حدود سے گزر کر تو دیکھو
نام صحن دلوں میں بنا کر تو دیکھو
صحن کی غلای میں موت آ جائے اگر تو
اس زندگی کو اک ہلہ آزاد کر تو دیکھو
محمد علی کجانی - واہ کینٹ

محمد نعمان قریشی، گوجران

می چاہتا ہے تجھے مفت میں دل دے دوں نوری
اتنے مصوم خریدار ہو تم سے کیا لینا دینا
مدان عاشق پریم - گوجران

شہزادہ عالمگیر کے نام

کدھر سے آیا کدھر گیا
ہم سب کو پریشان کر گیا
عارف اب وہ ہمارے درمیان میں نہیں
اک شخص پوری محفل کو دہراں کر گیا
سید عارف شاہ - جام شہر

علی نواز حراری، گھنگوئی کے نام

صبح تیری ہو شام میری ہو دن تیرا ہو رات میری ہو
خدا کرے تیری میری دوست اتنی گہر ہو، قہر تیری ہواش میری ہو
بہادر عاربابی بلوچ - گھنگوئی

GN، کھنڈیاں خاص کے نام

اے خدا اپنے پاس میری امانت رکھنا
دینی دینا تک اس کو سلامت رکھنا
قاریہ تبسم - ٹھیک موڑ

این، بنگلن پور کے نام

جسے دل میں بنایا زندگی بھر جس کی پہچان کی
اس بت کو مٹا دے وہ محسوس کرتے ہیں
محمد اسحاق انجم - بنگلن پور

این، بنگلن پور کے نام

بکہ یاد کر کے آگے سے آنسو کس چہرے
موت کے بعد گزرتے جو اس مٹی سے ہم
محمد اسحاق انجم - بنگلن پور

اگھرتی ہوئی نئی شاعرہ عابدہ رانی

غزل

میرے دامن کو کانٹوں سے سجایا گیا
میں تیری ہوتا چاہتی تھی اس اندھیرے کی مانند
مجھے تیری خاطر رولایا گیا
جہاں اداسی چھائی
تیری محبت نے میرے دل میں لگا لی

میں نے محبت کی ابتدا کی
تم نے سرد مہری کی انتہا کی
میں نے تیری ہر نفرت کا جواب محبت سے دیا
لیکن تم نے کبھی بھی نہ مجھ سے وفا کی
میں نے تیری راہ میں بیٹھ چلی گئی
بچائیں

لیکن کبھی نہ تم سے محبت کی التجا کی
تم تھے اپنی انا اور خود داری کے قائل
تو نے سدا ہی وفا کے بدلے جفا کی
تم کبھی نہ مجھے میری اپنی اپنی نیت کو
تو نے میری محبت کی قیمت محبت سے بھی نہ ادا کی

جو کبھی رنگ بھرا کرتا تھا
آج وہ مجھے حالات کے دم و کرم پہ چھوڑ گیا
میری زندگی کو کھلونا مجھ کے جانتے جاتے
وہ توڑ گیا

دل کی دنیا بڑھ گئی

میرے دل کی دنیا اجڑ گئی
مجھے رواجوں کی بیخست چھایا گیا
میری خوشیاں مجھ سے چھین گئیں
میرے دامن کو سولی پہ چھایا گیا
میں دکھوں کی آگ میں جلتی رہی
مجھے تا عمر دکھوں میں غمایا گیا

مجھے نیند نہیں آتی تیرے بن
مجھے بن تیرے رہنا سکھایا گیا
میرے زندگی سے ہوں نکل جانا
مجھے ہر بل ترانا ہے

نور کرن رائٹر گروپ چوکی

ریشان۔

عارف مادی پشاور

پس منظر شاد و پشاور

اسلام آباد عرض اسلام آباد پیرسید عادل حسین کاظمی۔ اسلام آباد

2/1

227. 98. 12.

ایک سیاہ دھبہ ہیں جو آپ کا جینا حرام کر دیں گے۔ آئینہ رو برو کے بعد اسٹوری عاشقی ۳۲ مچی جو بہت عجیب تھی اور اس کا ستون چھٹی اس کے بعد فاصلہ ضروری تھے اور محترمہ آئینہ ناز کی تحریر ہم پچھڑے کچھ اس طرح پڑھی جو بہت طویل سنواری تھی اتنی طویل اور خوبصورت تحریر پر میں اسے مبارکباد دیتا ہوں۔ آخر میں جناب ریاض احمد صاحب میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے دو سال بعد میری تحریر پیکار کا تحفہ شائع کیا۔ آپ نے یہ بات تحریر کی جس جلدی شائع کر کے شکریہ موقع فراہم کریں گے اور میرا یہ پیغام اور خط مکمل شائع کر کے انسان دوستی اور ادب دوستی کا بھرپور ثبوت دیں گے۔ والسلام۔

پیغام اور خط مکمل شائع کر کے انسان دوستی اور ادب دوستی کا بھرپور ثبوت دیں گے۔ والسلام۔

اسلام علیکم۔ ماہ جنوری کا سچا پیار نمبر اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے میں نے پورا تفصیل سے پڑھا ہے اور پڑھنے کے بعد اپنے آپ کو پورے انصاف کے ساتھ تبصرے کے لیے حاضر کیا تو آجے اور میرے تبصرے پر میرا ساتھ دیجئے۔ شمارے کے آغاز ابرار صاحب کا اسلامی صفحہ بہت اچھا رہا محمد بارون کا غنودر گزر بھی ٹھیک تھا۔ تاہم اپنے دوست عارف شہزاد کی سنواری سچا پیار کی کوئی سمجھ نہیں اتنی لمبی سنواری جس میں بالکل کشش نہیں تھی۔ کنول تہیا کی سنواری اپنے ہوئے غیر بھی مجھے متاثر نہ کر سکا۔ محبت دھوکہ ہے۔ زینت رسول۔ کی سنواری بھی فرضی تھی۔ تاہم کشور کرن کی سنواری آخر وعدہ توڑ دیا تم نے اپنی کاوش تھی۔ انتظار حسین ساقی بھائی کی سنواری عشق داروگ انوکھا بھی کوئی خاص نہیں تھی۔ موبائل حادثہ حسین شاہر بھائی کی تحریر کچھ بہتر تھی۔ ویری گڈ شاہر رفیق سبو بھائی خواب ہوئے ریزہ ریزہ لکھنے پر رضوان آکاش کی سنواری عشق نہ مانے بار بھی بہتر تھی۔ ملک علی رضا کی جذبات کا فیصلہ۔ ڈاکٹر منظور اکبر تبسم کی عشق ہو تو ایسا۔ عادل خان بلوچ کی محبت کے رشتے۔ راشد لطیف کی نافرمان لڑکی۔ عمر درازی بس ایک تیرا انتظار۔ اور سجاد جعفری کی سنواری قسمت کے رنگ ہزار۔ اچھی کہانیاں تھیں مزید کچھ کالم غائب تھے اور گلدستہ تو بالکل نہیں تھا اور اسٹاف کو سلام۔

شازیہ جاوید شازی۔ ڈنگ۔

اسلام علیکم۔ ماہ جنوری کا سچا پیار نمبر اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے میں نے پورا تفصیل سے پڑھا ہے اور پڑھنے کے بعد اپنے آپ کو پورے انصاف کے ساتھ تبصرے کے لیے حاضر کیا تو آجے اور میرے تبصرے پر میرا ساتھ دیجئے۔ شمارے کے آغاز ابرار صاحب کا اسلامی صفحہ بہت اچھا رہا محمد بارون کا غنودر گزر بھی ٹھیک تھا۔ تاہم اپنے دوست عارف شہزاد کی سنواری سچا پیار کی کوئی سمجھ نہیں اتنی لمبی سنواری جس میں بالکل کشش نہیں تھی۔ کنول تہیا کی سنواری اپنے ہوئے غیر بھی مجھے متاثر نہ کر سکا۔ محبت دھوکہ ہے۔ زینت رسول۔ کی سنواری بھی فرضی تھی۔ تاہم کشور کرن کی سنواری آخر وعدہ توڑ دیا تم نے اپنی کاوش تھی۔ انتظار حسین ساقی بھائی کی سنواری عشق داروگ انوکھا بھی کوئی خاص نہیں تھی۔ موبائل حادثہ حسین شاہر بھائی کی تحریر کچھ بہتر تھی۔ ویری گڈ شاہر رفیق سبو بھائی خواب ہوئے ریزہ ریزہ لکھنے پر رضوان آکاش کی سنواری عشق نہ مانے بار بھی بہتر تھی۔ ملک علی رضا کی جذبات کا فیصلہ۔ ڈاکٹر منظور اکبر تبسم کی عشق ہو تو ایسا۔ عادل خان بلوچ کی محبت کے رشتے۔ راشد لطیف کی نافرمان لڑکی۔ عمر درازی بس ایک تیرا انتظار۔ اور سجاد جعفری کی سنواری قسمت کے رنگ ہزار۔ اچھی کہانیاں تھیں مزید کچھ کالم غائب تھے اور گلدستہ تو بالکل نہیں تھا اور اسٹاف کو سلام۔

کو نہیں۔ یہ دنوں ان کا بہت ہی اچھا لگا۔ انتظار حسین ساقی بھائی کی سنواری عشق داروگ انوکھا بھی کوئی خاص نہیں تھی۔ موبائل حادثہ حسین شاہر بھائی کی تحریر کچھ بہتر تھی۔ ویری گڈ شاہر رفیق سبو بھائی خواب ہوئے ریزہ ریزہ لکھنے پر بہت بہت مبارکباد آپ کے لکھے گئے لفظوں میں جان بھی جو ایک رائٹر کے قلم میں چاہیے۔ رضوان آکاش کی سنواری عشق نہ مانے بار بھی بہتر تھی۔ ان کو میرا سلام۔ ملک علی رضا جذبات کا فیصلہ۔ ویری گڈ شاہر رفیق سبو بھائی خواب ہوئے ریزہ ریزہ لکھنے پر رضوان آکاش کی سنواری عشق نہ مانے بار بھی بہتر تھی۔ ملک علی رضا کی جذبات کا فیصلہ۔ ڈاکٹر منظور اکبر تبسم کی عشق ہو تو ایسا۔ عادل خان بلوچ کی محبت کے رشتے۔ راشد لطیف کی نافرمان لڑکی۔ عمر درازی بس ایک تیرا انتظار۔ اور سجاد جعفری کی سنواری قسمت کے رنگ ہزار۔ اچھی کہانیاں تھیں مزید کچھ کالم غائب تھے اور گلدستہ تو بالکل نہیں تھا اور اسٹاف کو سلام۔

اسلام علیکم۔ ماہ جنوری کا سچا پیار نمبر اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے میں نے پورا تفصیل سے پڑھا ہے اور پڑھنے کے بعد اپنے آپ کو پورے انصاف کے ساتھ تبصرے کے لیے حاضر کیا تو آجے اور میرے تبصرے پر میرا ساتھ دیجئے۔ شمارے کے آغاز ابرار صاحب کا اسلامی صفحہ بہت اچھا رہا محمد بارون کا غنودر گزر بھی ٹھیک تھا۔ تاہم اپنے دوست عارف شہزاد کی سنواری سچا پیار کی کوئی سمجھ نہیں اتنی لمبی سنواری جس میں بالکل کشش نہیں تھی۔ کنول تہیا کی سنواری اپنے ہوئے غیر بھی مجھے متاثر نہ کر سکا۔ محبت دھوکہ ہے۔ زینت رسول۔ کی سنواری بھی فرضی تھی۔ تاہم کشور کرن کی سنواری آخر وعدہ توڑ دیا تم نے اپنی کاوش تھی۔ انتظار حسین ساقی بھائی کی سنواری عشق داروگ انوکھا بھی کوئی خاص نہیں تھی۔ موبائل حادثہ حسین شاہر بھائی کی تحریر کچھ بہتر تھی۔ ویری گڈ شاہر رفیق سبو بھائی خواب ہوئے ریزہ ریزہ لکھنے پر رضوان آکاش کی سنواری عشق نہ مانے بار بھی بہتر تھی۔ ملک علی رضا کی جذبات کا فیصلہ۔ ڈاکٹر منظور اکبر تبسم کی عشق ہو تو ایسا۔ عادل خان بلوچ کی محبت کے رشتے۔ راشد لطیف کی نافرمان لڑکی۔ عمر درازی بس ایک تیرا انتظار۔ اور سجاد جعفری کی سنواری قسمت کے رنگ ہزار۔ اچھی کہانیاں تھیں مزید کچھ کالم غائب تھے اور گلدستہ تو بالکل نہیں تھا اور اسٹاف کو سلام۔

محمد راشد لطیف۔ ممبر۔ والا

اسلام علیکم۔ ماہ جنوری کا سچا پیار نمبر اس وقت میرے ہاتھوں میں ہے۔ شمارے کے آغاز صاحب کا اسلامی صفحہ بہت اچھا رہا محمد بارون کا غنودر گزر بھی ٹھیک تھا۔ تاہم اپنے دوست عارف شہزاد کی سنواری سچا پیار کی کوئی سمجھ نہیں اتنی لمبی سنواری جس میں بالکل کشش نہیں تھی۔ کنول تہیا کی سنواری اپنے ہوئے غیر بھی مجھے متاثر نہ کر سکا۔ محبت دھوکہ ہے۔ زینت رسول۔ کی سنواری بھی فرضی تھی۔ تاہم کشور کرن کی سنواری آخر وعدہ توڑ دیا تم نے اپنی کاوش تھی۔ انتظار حسین ساقی بھائی کی سنواری عشق داروگ انوکھا بھی کوئی خاص نہیں تھی۔ موبائل حادثہ حسین شاہر بھائی کی تحریر کچھ بہتر تھی۔ ویری گڈ شاہر رفیق سبو بھائی خواب ہوئے ریزہ ریزہ لکھنے پر رضوان آکاش کی سنواری عشق نہ مانے بار بھی بہتر تھی۔ ملک علی رضا کی جذبات کا فیصلہ۔ ڈاکٹر منظور اکبر تبسم کی عشق ہو تو ایسا۔ عادل خان بلوچ کی محبت کے رشتے۔ راشد لطیف کی نافرمان لڑکی۔ عمر درازی بس ایک تیرا انتظار۔ اور سجاد جعفری کی سنواری قسمت کے رنگ ہزار۔ اچھی کہانیاں تھیں مزید کچھ کالم غائب تھے اور گلدستہ تو بالکل نہیں تھا اور اسٹاف کو سلام۔

خوشخبری

ہمارے ہاں پرانے ڈائجسٹ و رسائل اور ہر موضوع پر
نئی کتب کی تمام ورائٹی نہایت رعایتی قیمت پر دستیاب ہیں

پُرانے انوکھی آپ بیتیاں، جواب عرض، خوفناک
خواتین، کرن، شعاع، آنجل، پاکیزہ، ریٹم، حنا، جواب عرض، خوفناک، جاسوسی،
سپنس، سرگزشت، بچی کہانیاں، عمران، حکایت، بچی کہانی، چترالی، بچوں کی دنیا،
بچوں کا باغ، جگنو، نو نھال، تعلیم و تربیت، ڈالڈا، دسترخوان، مصالحہ، باد و چرخ خانہ،
کوکنگ خزانہ، بچن، مزیدار لطیفے، بچوں کی کہانیاں، ایس ایم ایس، پھیلیاں، ٹوٹکے،
پنجابی ماہیے، شا کر کے دو ہڑے، گھر کا دواخانہ، شاعری، غزلیں، اقوال زریں،
نعتیں، تمام صوفی بزرگوں کے کلام، شکوہ جواب شکوہ، تحفہ شادی، کلونجی سے علاج،
بچوں کے اسلامی نام اور بے شمار کتابوں کی ورائٹی دستیاب ہیں۔

منصور حسن پرانے رسالوں والے



نزد شاہ عالم مارکیٹ، نیپا بازار، ورک مارکیٹ، دکان نمبر 9 لاہور
موبائل نمبر 0333-4765899

